اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین میں شادی سے گریز کا رجحان:

اسباب و محرکات کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ

Trend of Marriage Aversion among Highly Educated Women: An Analysis of Causes and Factors in the light of Islamic Teachings

(تحقیقی مقالہ برائے **ایم فل علوم اسلامیہ**)

مقالہ نگار

عائشہ صدیقہ

رجسٹریشن نمبر:45-Mphil/IS/S23

ایم فل سکالر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

ستمبر 2025

اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین میں شادی سے گریز کا رجحان:

اسباب و محرکات کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ

(مقالہ برائے **ایم فل علوم اسلامیہ**)

مقالہ نگار

عائشہ صدیقہ

رجسٹریشن نمبر: 45-Mphil/IS/S23

ایم فل سکالر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

نگران تحقیق

ڈاکٹر منزہ سلطانہ

اسسٹنٹ پروفیسر

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، نمل اسلام آباد

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

سیشن 2025-2023

©عائشہ صدیقہ

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

(Thesis and Defence Aproval From)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے۔ وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین میں شادی سے گریز کا رجحان: اسباب و محرکات کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ

Trend of marriage aversion among highly educated women: an analysis of causes and factor in the light of islamic teachings

Aala Taleem Yafta Khawateen Mein Shaadi Se Guraiz Ka Rujhan: Asbaab Aur Muharrikaat Ka Islami Taleemaat Ki Roshni Mein Jaiza

نام ڈگری: **ایم فل علوم اسلامیہ**

نام مقالہ نگار: **عائشہ صدیقہ**

رجسٹریشن نمبر: 45-Mphil/IS/S23

ڈاکٹر منزہ سلطانہ ____________________

(نگران مقالہ) دستخط نگران مقالہ

ڈاکٹر ریاض احمد سعید ____________________

(صدر شعبہ، اسلامی فکر و ثقافت) دستخط صدر شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

پروفیسر ڈاکٹر محمد ریاض شاد ____________________

(ڈین، فیکلٹی آف سوشل سائنسز) دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

تاریخ: ____________

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration From)

میں عائشہ صدیقہ ولد عبدالواحد

رول نمبر: MP-IS-S23-343 رجسٹریشن نمبر: 45-Mphil/IS/S23

طالبہ، ایم فل، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتی ہوں کہ

مقالہ بعنوان: اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین میں شادی سے گریز کا رجحان: اسباب و محرکات کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ

Trend of marriage aversion among highly educated women: an analysis of causes and factor in the light of Islamic teachings

Aala Taleem Yafta Khawateen Mein Shaadi Se Guraiz Ka Rujhan: Asbaab Aur Muharrikaat Ka Islami Taleemaat Ki Roshni Mein Jaiza

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور **ڈاکٹر منزہ سلطانہ** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقمۃالحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کرایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: عائشہ صدیقہ

دستخط مقالہ نگار: ________________________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

ملخص

پاکستان میں بدلتے ہوئے سماجی، تعلیمی اور معاشی حالات نے اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے ازدواجی رجحانات پر نمایاں اثر ڈالا ہے، جس کے نتیجے میں شادی سے گریز یا غیر معمولی تاخیر کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ رجحان محض ذاتی پسند یا انفرادی فیصلہ نہیں بلکہ سماجی دباؤ، نفسیاتی خدشات، معاشی مشکلات اور ثقافتی رویوں جیسے عوامل کے باہمی اثرات کا نتیجہ ہے۔ اس تحقیق میں مخلوط طریقہ کار اختیار کیا گیا، جس کے تحت 150 پوسٹ گریجویٹ خواتین سے سوالناموں کے ذریعے مقداری ڈیٹا اور 50 والدین و مذہبی اسکالرز سے نیم ساختہ انٹرویوز کے ذریعے معیاری ڈیٹا جمع کیا گیا۔ اسلام آباد اور راولپنڈی کو صرف نمونہ کے طور پر منتخب کیا گیا تاکہ شہری تناظر کی نمائندگی ہو سکے۔ مقداری ڈیٹا کو SPSS کے ذریعے تفصیلی شماریات، باہمی روابط، کائی اسکوائر اور رجریشن ٹیسٹ کے تحت پرکھا گیا، جب کہ معیاری ڈیٹا کو موضوعاتی کوڈنگ کے ذریعے تجزیہ کیا گیا۔ نتائج سے ظاہر ہوا کہ مہنگی شادیوں کی رسومات، جہیز کا دباؤ، موزوں رشتوں کی کمی، کیریئر ترجیحات، خاندانی دباؤ، خود مختاری کھونے کا خوف اور میڈیا کے غیر حقیقی تصورات خواتین کو شادی سے گریز پر مائل کر رہے ہیں۔ استعمال شدہ پیمانوں کی قابل اعتمادیت (Cronbach's $\alpha = .84$) اور کوڈرز کے درمیان اتفاق ($\kappa = .79$) نے تحقیق کی مضبوطی کو یقینی بنایا۔ تحقیق اس نتیجے پر پہنچی کہ اگرچہ یہ عوامل شادی سے گریز کو تقویت دیتے ہیں، لیکن اسلامی تعلیمات — جو سادگی، تقویٰ، باہمی احترام اور ہمدردی پر مبنی ہیں — اس رجحان کے خلاف ایک جامع اور متوازن فریم ورک فراہم کرتی ہیں۔ تحقیق کی سفارش ہے کہ عوامی آگاہی مہمات، قبل از نکاح کونسلنگ اور تعلیمی اصلاحات کو اسلامی اصولوں کے ساتھ مربوط کیا جائے تاکہ ایک باوقار اور مستحکم ازدواجی معاشرہ تشکیل دیا جا سکے۔

کلیدی الفاظ: شادی سے گریز، اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین، اسلامی تعلیمات، جہیز کا دباؤ، سماجی توقعات،، طبقاتی فرق، نفسیاتی عوامل، ازدواجی اصلاحات

Abstract

The changing social, educational, and economic dynamics of Pakistan have significantly influenced the marital trends of highly educated women, leading to an increasing pattern of marriage aversion or delayed marriages. This phenomenon is not merely a matter of personal preference but the combined outcome of social pressures, psychological concerns, economic challenges, and cultural expectations. Adopting a mixed-methods design, the study collected quantitative data from 150 postgraduate women through structured questionnaires and qualitative insights from 50 parents and Islamic scholars through semi-structured interviews. Islamabad and Rawalpindi were chosen only as sampling sites to represent the urban context. Quantitative data were analyzed using SPSS through descriptive statistics, correlation, chi-square tests, and regression analysis, while qualitative data were thematically coded. The findings revealed that extravagant wedding rituals, dowry pressures, lack of suitable matches, career priorities, family constraints, fear of losing independence, and unrealistic media portrayals are major contributors to women's avoidance of marriage. The reliability of scales (Cronbach's $\alpha = .84$) and inter-coder agreement ($\kappa = .79$) ensured methodological rigor. The study concludes that although these factors strengthen the trend of marriage aversion, Islamic teachings emphasizing simplicity, piety, mutual respect, and compassion provide a comprehensive and balanced framework to address the issue. It is recommended that public awareness campaigns, premarital counseling, and educational reforms be aligned with Islamic principles to foster a dignified and stable marital culture.

Keywords: Marriage avoidance, highly educated women, Islamic teachings, Dowry pressure, social expectations, Class differences, psychological factors, Matrimonial reforms

فہرست مضامین

حلف نامہ فارم IV

ملخص v

ABSTRACT VII

فہرست مضامین VIII

اظہار تشکر (ACKNOWLEDGMENT) IX

انتساب X

باب اول: موضوعِ تحقیق سے متعلق بنیادی مباحث 1

فصل اول: موضوعِ تحقیق کی توضیح اور دراساتِ سابقہ 2

فصل دوم: جوازِ تحقیق، مقاصد تحقیق، سوالاتِ تحقیق اور منہجِ تحقیق 15

باب دوم: اعلی تعلیم یافتہ خواتین میں شادی سے گریز کے اسباب و محرکات 21

فصل اول: خواتین میں شادی سے گریز کے اسباب 22

فصل دوم: خواتین میں شادی سے گریز کے محرکات 44

باب سوم: خواتین میں شادی سے گریز کے اسباب و محرکات کا شماریاتی تجزیہ 57

فصل اول: اعلی تعلیم یافتہ خواتین کے شادی سے گریز کا رجحان کا شماریاتی تجزیہ 64

فصل دوم: والدین اور مذہبی سکالرز سے انٹرویو اور شماریاتی تجزیہ 87

باب چہارم: خواتین میں شادی سے گریز کے عوامل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا حل 105

فصل اول: اسلام میں شادی کی اہمیت 106

فصل دوم: خواتین کے حقوق کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر 118

فصل سوم: خواتین میں شادی سے گریز کا رجحان اور اسلامی تعلیمات 136

خلاصہ بحث 165

نتائج 167

سفارشات 168

آیات قرآنیہ 169

احادیث 171

اعلام 172

مصادر و مراجع 177

اظہار تشکر (Acknowledgment)

الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، والصلاة والسلام على عبده ورسوله وخليله وصفوته من خلقه نبينا وإمامنا وسيدنا محمد بن عبدالله، وعلى آله وأصحابه ومن سلك سبيله واهتدى بهداه إلى يوم الدين.

سب تعریفیں اس ربِ ذوالجلال کے لیے ہیں جس نے مجھے اس علمی کاوش کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی، میری فکری راہوں کو ہموار کیا اور ہر قدم پر اپنی نصرت و رہنمائی سے نوازا۔ تحقیق کے اس سفر میں جہاں کئی چیلنجز اور آزمائشیں پیش آئیں، وہیں ربِّ کریم کا کرم ہر مقام پر میرے ساتھ رہا۔ میں درود و سلام بھیجتی ہوں سیدِ دو عالم، فخرِ موجودات، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر، جن کے ذریعے کائنات کو مقصد و معنی عطا ہوئے۔

اس کے بعد میں اپنے ان عظیم والدین کی شکر گزار ہوں جنہوں نے نہ صرف میرے تعلیمی سفر کی بنیاد رکھی بلکہ ہر مرحلے پر میری رہنمائی، حوصلہ افزائی اور دعاؤں کے ذریعے میرے لیے آسانیاں پیدا کیں۔ ان کی بے لوث محبت اور دعاؤں کے بغیر اس علمی سفر کی تکمیل ممکن نہ تھی۔

میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اپنی نگرانِ تحقیق محترمہ ڈاکٹر منزہ سلطانہ صاحبہ کی شکر گزار ہوں جنہوں نے اس تحقیقی عمل کے ہر مرحلے میں میری رہنمائی فرمائی۔ اُن کی علمی بصیرت، فکری رہنمائی اور قیمتی وقت نے میرے مقالے کو ایک واضح اور مؤثر سمت عطا کی، جس کے بغیر یہ کام اتنے اچھے انداز میں پایۂ تکمیل کو نہ پہنچتا۔

اسی طرح میں صدرِ شعبہ کی ممنون ہوں جنہوں نے میرے تحقیقی موضوع کو نہ صرف منظور فرمایا بلکہ اس کے لیے تمام ضروری وسائل اور ادارہ جاتی تعاون بھی فراہم کیا، جس سے مجھے تحقیق کے عمل میں یکسوئی اور سہولت میسر آئی۔

میں اپنے تمام اساتذہ کرام کا بھی صمیمِ قلب سے شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے میری علمی تربیت میں اہم کردار ادا کیا اور مختلف مراحل پر میری فکری آبیاری کی۔ ان کی شفقت، علم دوستی اور رہنمائی میرے لیے ہمیشہ مشعلِ راہ رہے گی۔

اپنے ان مخلص ساتھیوں اور دوستوں کو بھی میں نہیں بھلا سکتی جنہوں نے تحقیق کے مختلف مراحل پر میرا ساتھ دیا، حوصلہ دیا اور ہر مشکل گھڑی میں میرا سہارا بنے۔ ان کے تعاون نے میرے حوصلے کو جِلا بخشی اور اس سفر کو خوشگوار بنایا۔

آخر میں، میں جامعہ کی لائبریری کے عملے اور ان تمام افراد کی تہہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے کسی بھی انداز میں میرے اس تحقیقی سفر کو آسان بنانے میں مدد کی۔ ان کے تعاون کے بغیر یہ علمی کوشش اس درجۂ تکمیل کو نہ پہنچ پاتی۔

انتساب

میرے پیارے

☆☆☆**والدین**☆☆☆

اور

قابل احترام

☆☆☆**اساتذہ**☆☆☆

کے نام

باب اول: موضوعِ تحقیق سے متعلق بنیادی مباحث

فصل اول: موضوعِ تحقیق کی توضیح اور دراساتِ سابقہ

فصل دوم: جوازِ تحقیق، مقاصد تحقیق، سوالاتِ تحقیق اور منہجِ تحقیق

فصل اول: موضوعِ تحقیق کی توضیح اور دراساتِ سابقہ

تعارفِ موضوع (Introduction of the Topic)

ازدواجی ادارہ ایک تاریخی و عالمی سماجی ساخت ہے جو تقریباً ہر انسانی تہذیب کا حصہ رہا ہے۔ سماجی علوم کی رو سے یہ ادارہ صرف دو افراد کے باہمی تعلق کا نام نہیں بلکہ ایک ایسا منظم نظام ہے جو **قانونی، معاشرتی، اخلاقی اور نفسیاتی ذمہ داریوں** کے تحت تشکیل پاتا ہے، اور خاندان، نسل، اور سماجی نظم کے تسلسل کو یقینی بناتا ہے۔[1]

اسلامی معاشرت میں نکاح ایک ایسا مقدس سماجی اور دینی بندھن ہے جو فرد کی فطری ضروریات کی تکمیل کے ساتھ ساتھ ایک منظم اور متوازن معاشرے کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ قرآنِ کریم میں نکاح کو باہمی سکون، محبت اور مودت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے:۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا"[2]

"وہی اللہ ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور پھر اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنا دیا تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے"۔

رسولِ اکرم ﷺ نے نکاح کو عبادت کا درجہ دیتے ہوئے اسے ایمان کا نصف قرار دیا، جو اس رشتے کی روحانی، معاشرتی اور اخلاقی اہمیت کو آشکار کرتا ہے۔ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں نکاح کو دنیا و آخرت دونوں کی فلاح کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔[3]

نکاح ایک ایسا سماجی نظم ہے جو فرد کو نہ صرف اخلاقی تحفظ دیتا ہے بلکہ خاندان، نسل اور معاشرے کے استحکام کا ضامن بھی بنتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں ہمیں ایسے مواقع بھی ملتے ہیں جب چند صحابہ کرامؓ نے عبادات میں مشغولیت کے لیے نکاح سے گریز کی اجازت چاہی۔ آپ ﷺ نے اس طرزِ فکر کو ناپسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ انسانی فطرت اور اسلامی مزاج کے خلاف ہے۔ آپ ﷺ نے نکاح کو دین و دنیا کی متوازن زندگی کا ستون قرار دیا اور فطرت کے تقاضوں سے ہم آہنگ طرزِ زندگی اپنانے کی تعلیم دی۔

تاہم، عصرِ حاضر میں تیزی سے بدلتے سماجی، معاشی اور تعلیمی حالات نے شادی کے عمل کو متعدد چیلنجز سے دوچار کر دیا ہے۔ پاکستان میں خاص طور پر اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین میں شادی سے گریز یا غیر معمولی تاخیر کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔[4] یہ صورت حال محض انفرادی انتخاب یا رجحان نہیں بلکہ کئی سماجی اور نفسیاتی عوامل کا مجموعہ ہے، جن میں

---

[1] Goode, William J. *World Revolution and Family Patterns*. New York: Free Press, 1963

[2] الاعراف: 189

[3] التبریزی، محمد بن عبد اللہ، **مشکاۃ المصابیح**، بیروت: المکتب الاسلامی، الطبعۃ الثالثۃ، 1975م، ج2، ص93

[4] Shahid, Sidra, and Mussarat Jabeen. Changing Attitudes towards Marriage: A Study of Educated Pakistani Women. Islamabad: National Institute of Psychology, 2020.

کیریئر کی ترجیح، خود مختاری کی خواہش، ازدواجی زندگی کے حوالے سے تحفظات، خاندانی دباؤ، اور مثالی شریکِ حیات سے متعلق غیر حقیقی تصورات شامل ہیں۔

اس موضوع پر پاکستان میں تحقیقی کام محدود ہے۔ موجودہ مطالعات عموماً اس رجحان کو انفرادی آزادی یا معاشی مشکلات کے تناظر میں دیکھتے ہیں، جس کے نتیجے میں مسئلے کے سماجی، نفسیاتی اور دینی پہلو نسبتاً نظر انداز ہو جاتے ہیں۔ اسی خلا کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ تحقیق اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے ازدواجی رویوں کو تین زاویوں **سماجی، نفسیاتی اور دینی** سے جانچتی ہے۔ اس کا مقصد اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایسے قابلِ عمل اور متوازن حل تجویز کرنا ہے جو فرد اور معاشرے دونوں کے لیے فلاح اور استحکام کا ذریعہ بن سکیں۔

اس تحقیق میں "شادی سے گریز"(Marriage Aversion) سے مراد وہ شعوری یا غیر شعوری طرزِ فکر ہے جس میں خواتین مختلف سماجی، نفسیاتی، معاشی یا نظریاتی عوامل کی بنیاد پر شادی سے اجتناب یا غیر معمولی تاخیر کا رویہ اختیار کرتی ہیں۔ اسی طرح "اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین"(Highly Educated Women) سے مراد وہ خواتین ہیں جنہوں نے کم از کم ماسٹرز یا اس کے مساوی ڈگری حاصل کی ہو اور جو علمی یا پیشہ ورانہ میدان میں آگے بڑھنے کا شعوری انتخاب کر چکی ہوں۔

اس مطالعے کا نظریاتی فریم ورک "اسلامی نسوانی شعور"(Islamic Gender Consciousness) پر مبنی ہے، جس کے مطابق اسلام نے خواتین کو عزت، تحفظ، تعلیم، خود ارادیت اور ازدواجی زندگی میں رائے کا حق دیا ہے۔ اس زاویے سے تحقیق یہ سمجھنے کی کوشش کرتی ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین شادی کو کس طرح ذاتی، سماجی اور دینی ترجیحات کی روشنی میں مؤخر یا مسترد کر رہی ہیں، اور اسلامی تعلیمات کس طرح ایک ایسا توازن فراہم کرتی ہیں جو انفرادی آزادی اور اجتماعی ذمہ داری کے درمیان ہم آہنگی قائم کر سکے۔

موضوع کی اہمیت(Significance of the study)

یہ تحقیق پاکستان جیسے ترقی پذیر معاشرے میں اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے شادی سے گریز یا غیر معمولی تاخیر کے رجحان کا ایک تجزیاتی مطالعہ پیش کرتی ہے، جو موجودہ معاشرتی بیانیے میں نسبتاً کم مطالعہ شدہ مگر نہایت اہم مسئلہ ہے۔ اس مطالعے کی اہمیت اس اعتبار سے نمایاں ہے کہ یہ انفرادی انتخاب کے بجائے ان عوامل پر روشنی ڈالتی ہے جو اس رجحان کے پیچھے کارفرما ہیں، مثلاً معاشی غیر یقینی صورتحال، پیشہ ورانہ ترجیحات، ازدواجی ذمہ داریوں سے متعلق خدشات، خاندانی و سماجی دباؤ، اور ثقافتی رویے۔ یہ پہلو اب تک محدود تحقیقی توجہ کا مرکز بنے ہیں، لہٰذا یہ تحقیق اس خلا کو پُر کرنے

کی کوشش ہے۔اس کے نتائج پالیسی سازوں، تعلیمی اداروں، کاؤنسلنگ سینٹرز، سول سوسائٹی اور مذہبی رہنماؤں کو ایک مضبوط علمی بنیاد فراہم کر سکتے ہیں تاکہ وہ خواتین کی ازدواجی ترجیحات کو بہتر طور پر سمجھتے ہوئے صنفی حساسیت، سماجی شمولیت، اور نکاح سے متعلق اسلامی اصولوں کے عملی نفاذ کے لیے مؤثر حکمتِ عملی تشکیل دے سکیں۔مزید برآں،اس مطالعے کی افادیت صرف تحقیقی یا تعلیمی میدان تک محدود نہیں بلکہ یہ سماجی علوم کے طلبہ ،ماہرین،اور عملی سطح پر کام کرنے والے اداروں کے لیے بھی ایک مربوط فریم ورک مہیا کرتا ہے جو معاشرتی رویوں کی بہتر تفہیم اور پالیسی سازی میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

موضوع تحقیق سے متعلق دراسات سابقہ

اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین میں شادی سے گریز کا رجحان ایک کثیر جہتی مسئلہ ہے، جو نہ صرف ذاتی مشاہدات، سماجی دباؤ،اور پیشہ ورانہ ترجیحات کا نتیجہ ہے بلکہ مذہبی تعلیمات کی ناقص تفہیم اور معاشرتی روایات کی غلط تشریح سے بھی گہرا تعلق رکھتا ہے۔2023 میں کی گئی ایک تحقیق کے مطابق، شہری علاقوں میں 30 سال سے زائد عمر کی اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین میں سے 35 فیصد نے شادی سے اجتناب یا تاخیر کو ترجیح دی، اور اس کی بڑی وجوہات میں کیریئر پر توجہ، ازدواجی زندگی میں آزادی کا فقدان،اور خاندانی نظام سے متعلق منفی تصورات شامل تھے۔اس رجحان کو سوشیالوجی میں "Delayed Marriageability" کے طور پر شناخت کیا گیا ہے، جس کے سماجی اور نفسیاتی اثرات پاکستانی معاشرے میں واضح طور پر محسوس کیے جا رہے ہیں۔تاہم، اگر اسلامی تعلیمات کو ان کی اصل روح کے ساتھ فروغ دیا جائے جہاں نکاح کو مودّت، رحمت اور مشاورت پر مبنی رفاقت قرار دیا گیا ہے تو یہ رجحان ایک متوازن سمت اختیار کر سکتا ہے۔ اس لٹریچر ریویو کا مقصد ان مختلف عوامل کا جائزہ لینا ہے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کو شادی سے گریز کی طرف مائل کرتے ہیں، نیز یہ دیکھنا کہ اسلامی نقطۂ نظر کس حد تک اس رجحان کی تفہیم اور توازن میں معاون ہو سکتا ہے۔اس موضوع کو باریک بینی سے سمجھنے کے لیے،اسے مزید چند اہم موضوعات میں تقسیم کیا گیا ہے:-

i. شادی کے متعلق اسلامی تعلیمات

ii. شادی میں درپیش مسائل

iii. شادی میں تاخیر کی وجوہات

1. شادی کے متعلق اسلامی تعلیمات

اسلامی تعلیمات نکاح کو ایک مقدس اور فطری رشتہ قرار دیتی ہیں جو مشاورت پر قائم ہوتا ہے۔ جسے قرآن و سنت میں سکون، محبت اور رحمت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی تعلیمات نکاح کو نہ صرف عبادت بلکہ معاشرتی استحکام، اخلاقی پاکیزگی اور نسل انسانی کی بقا کا ذریعہ بھی تصور کرتی ہیں۔ مگر جب ان تعلیمات کو غلط تعبیر کیا جاتا ہے تو نکاح سماجی جبر یا مردانہ بالادستی کے طور پر پیش کیا جانے لگتا ہے، جو تعلیم یافتہ خواتین کو اجتناب کی طرف مائل کرتا ہے۔ اس لیے سب سے پہلے اسلامی مصادر کی روشنی میں شادی کے بنیادی اصولوں اور اس کی حکمتوں کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

مقالہ جات

1. عائلی نظام قرآن وحدیث اور عصر حاضر کے تناظر میں (تحقیقی و تنقیدی جائزہ)، مقالہ نگار بتول زہرا نگران مقالہ: پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، دسمبر 2015

مقالہ نگار اس مقالے میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عائلی نظام کی بنیاد، نکاح و طلاق، خاندانی نظم وضبط اور اس کی سماجی و فقہی اہمیت پر بحث کرتی ہے۔ اس تحقیق میں خاندانی نظام کو ایک اجتماعی و فقہی تناظر سے دیکھتے ہوئے معاصر دنیا کے چیلنجز کا تجزیہ اور ان کے حل قرآن وسنت کی روشنی میں تجویز کیے گئے ہیں۔ اس کے برعکس، زیرِ نظر تحقیق ایک مخصوص اور جدید سماجی مسئلے پر مرکوز ہے، جو بالخصوص اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے انفرادی، نفسیاتی، سماجی اور معاشی محرکات کا تجزیہ کرتی ہے جو انہیں شادی سے گریز کی طرف مائل کرتے ہیں۔ یوں جہاں مقالہ نگار خاندانی نظام کے عمومی بحران اور اس کے فقہی پہلوؤں پر توجہ دیتی ہے، وہاں موجودہ تحقیق فردِ واحد (خصوصاً خواتین) کے ازدواجی رجحانات اور ان کے پسِ منظر میں موجود اسلامی و معاشرتی کشمکش کا تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ پیش کرتی ہے۔ یہی وہ خلا (research gap) ہے کہ اگرچہ سابقہ تحقیقی کام عائلی نظام کے مجموعی بحران پر روشنی ڈالتا ہے، مگر اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے مخصوص ازدواجی رجحانات اور شادی سے گریز کے محرکات پر کوئی جامع تحقیقی کام سامنے نہیں آیا، جسے موجودہ تحقیق پورا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

2. اسلام اور دیگر الہامی مذاہب میں نکاح کی شرعی حیثیت: ایک تقابلی جائزہ، مقالہ نگار: نہید آرائیں، نگران مقالہ: سید نعیم بادشاہ، بنوں یونیورسٹی، صوبہ خیبر پختونخواور پاکستان، 2016

یہ مقالہ ایک تقابلی فقہی تحقیق پہ مبنی ہے جو اسلام، عیسائیت اور یہودیت جیسے الہامی مذاہب میں نکاح کے تصور اور اس کی شرعی حیثیت پر بحث کرتا ہے۔ اس تحقیق میں نکاح کو بطور عبادت، سماجی معاہدہ اور روحانی فریضہ کے طور پر

اسلام میں مرکزی مقام دیا گیا ہے، جبکہ دیگر مذاہب کے نظریات کی حدود اور کمزوریوں کو اجاگر کر کے اسلامی تعلیمات کی جامعیت اور افضلیت کو نمایاں کیا گیا ہے۔اس کے برعکس، زیرِ نظر تحقیق ایک سماجی و نفسیاتی پہلو پر مرکوز ہے جو اسلام کے دائرے میں رہتے ہوئے پاکستان کے شہری سیاق و سباق میں اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے تاخیرِ نکاح یا شادی سے گریز کے رجحان کا تجزیہ کرتی ہے، اور یہ جاننے کی کوشش کرتی ہے کہ سماجی دباؤ، خود مختاری کی خواہش، کیریئر ترجیحات اور مہنگی رسومات جیسے عوامل اس رویے کو کس طرح متاثر کرتے ہیں۔یوں جہاں نہید آرائیں کا مقالہ نظریاتی اور تقابلی نوعیت کا ہے، وہاں موجودہ تحقیق تجرباتی (empirical) ہے جو ایک مخصوص طبقے کی سماجی و نفسیاتی صورتِ حال کو اسلامی تناظر میں پرکھتی ہے۔یہی وہ خلا(research gap) ہے کہ سابقہ تحقیق نے نکاح کے فقہی و تقابلی پہلوؤں پر توجہ دی، مگر شادی سے گریز یا تاخیرِ نکاح جیسے معاصر سماجی رجحانات اور ان کے پسِ منظر پر کوئی تجرباتی مطالعہ سامنے نہیں آیا، جس کمی کو یہ تحقیق پورا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

3. خواتین سے متعلق مسائل و احکام کا تجزیاتی مطالعہ (منتخب کتب کی روشنی میں)، مقالہ نگار: فرمین خانم، نگران مقالہ: ڈاکٹر حبیب الرحمان، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، 2017

فرمین خانم کا ایم فل سطح کا تحقیقی مقالہ "خواتین سے متعلق مسائل و احکام کا تجزیاتی مطالعہ (منتخب کتب کی روشنی میں)" ایک فقہی و نظریاتی تجزیہ ہے جس میں اسلامی کتب کی بنیاد پر نکاح، طلاق، خلع، وراثت اور عورت کے دیگر شرعی حقوق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ مطالعہ علمی کتابوں کے دائرے میں رہتے ہوئے ان مسائل کی تعبیر و تشریح پیش کرتا ہے، اور بنیادی طور پر متن پر مبنی (text-based) تجزیہ ہے۔اس کے برعکس، زیرِ بحث موجودہ تحقیق "اعلیٰ تعلیم یافتہ پاکستانی خواتین میں شادی سے گریز کے رجحان کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ" ایک سماجی-تحقیقی (empirical) مطالعہ ہے، جو موجودہ دور کی زمینی حقیقتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے سروے ڈیٹا، انٹرویوز اور شماریاتی تجزیے کے ذریعے شادی سے گریز کے رجحانات کا تجزیہ کرتا ہے۔دونوں مطالعوں میں مشترک پہلو اسلامی تعلیمات کا حوالہ ہے، مگر موجودہ تحقیق میں عملی و نفسیاتی محرکات اور خواتین کے معاصر تجربات کو شامل کرکے اسے زیادہ سماجی حقیقت پسندانہ اور عصری مسئلہ فہم کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

4. تفسیر معارف القرآن اور تفسیر الکوثر کے موضوعات نکاح و طلاق، مقالہ نگار: محمد حسین، نگران مقالہ: ڈاکٹر ارم سلطانہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، 2019

محمد حسین کا مقالہ "تفسیر معارف القرآن اور تفسیر الکوثر کے موضوعات: نکاح و طلاق" (نگران: ڈاکٹر ارم سلطانہ،

NUML، 2016–2019 ایک متنی و تفسیری تجزیہ ہے جو اسلامی تفاسیر کی روشنی میں نکاح و طلاق کے مسائل، ان کی نوعیت، اور مشترک اسلامی احکام پر روشنی ڈالتا ہے۔ اس تحقیق میں دونوں مفسرین کے نظریات کا بین المواز ناتی جائزہ لیا گیا ہے اور اسلامی خاندانی نظام کے استحکام اور مسائل کے حل پر غور کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس، موجودہ تحقیق ایک سماجی-نفسیاتی اور تجرباتی تحقیق ہے، جو پاکستان کے شہری تعلیمی طبقے میں شادی کے تاخیری رجحان کو داخلی و خارجی عوامل اور اسلامی اصولوں کے ساتھ ملا کر سمجھنے کی کوشش کرتی ہے۔

کتب

1. **عبداللہ دانش، شادی اسلام کی نظر میں، لاہور: مدرسہ تجوید القرآن رحمانیہ رجسٹرڈ، 2000**

مولانا عبداللہ دانش کی کتاب "شادی اسلام کی نظر میں" ایک دینی اور نصیحت آمیز تحریر ہے جس میں شادی کو ایک عبادت، سنت اور معاشرتی فریضہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ وہ قرآن و سنت کی روشنی میں شادی کی روحانی، اخلاقی اور معاشرتی افادیت کو اجاگر کرتے ہیں، اور نکاح کی ترغیب، مہر، ولی، اور عائلی زندگی کے اسلامی اصولوں کو سادہ مگر مؤثر انداز میں بیان کرتے ہیں۔ اس کے برعکس، یہ تحقیقی مقالہ ایک سماجی مطالعہ ہے جو جدید تعلیم یافتہ خواتین کے ازدواجی رویوں، نفسیاتی محرکات، اور معاشرتی عوامل کا تجزیہ کرتی ہے، اور پھر ان اسباب کو اسلامی اصولوں سے موازنہ کر کے حل تجویز کرتی ہے۔ مولانا دانش کی تحریر دینی فہم و ترغیب پر مرکوز ہے جبکہ مذکورہ تحقیق علمی تجزیہ، ڈیٹا، اور موجودہ معاشرتی مسائل پر روشنی ڈالتی ہے، جو اس کی انفرادیت کو ظاہر کرتا ہے۔

2. **محمد علی جانباز، احکامِ نکاح، لاہور: مکتبہ قدوسیہ، 2005**

کتاب "احکامِ نکاح" از مولانا محمد علی جانباز ایک فقہی و شرعی تصنیف ہے جو نکاح کے جملہ احکام، آداب اور معاشرتی پہلوؤں کو قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کرتی ہے۔ اس کتاب کا دائرہ کار روایتی اسلامی تعلیمات کے مطابق نکاح کی فرضیت، ارکان، شروط، رسومات، اور میاں بیوی کے باہمی حقوق و فرائض پر مرکوز ہے، جبکہ شادی سے گریز یا تاخیر جیسے جدید معاشرتی رجحانات کو اس میں موضوع نہیں بنایا گیا۔ اس کے برعکس، یہ مطالعہ ایک عصری سماجی مسئلے کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پرکھنے کی کوشش کرتی ہے، جہاں خواتین کی تعلیم، خودمختاری، معاشی دباؤ اور سماجی توقعات جیسے جدید عوامل کو شامل کیا گیا ہے۔ اس طرح کتاب "احکامِ نکاح" ایک روایتی فقہی ماخذ ہے، جبکہ زیرِ بحث مقالہ ایک تحقیقی و تجزیاتی معاشرتی مطالعہ ہے جو اسلامی فکر کو موجودہ زمینی حقائق سے جوڑنے کی کوشش کرتی ہے۔

3. **ڈاکٹر خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، 2009**

ڈاکٹر خالد علوی نے اپنی تحریر میں "اسلام کا معاشرتی نظام" میں خاندان کو معاشرے کی بنیادی اکائی قرار دیا ہے، جہاں نکاح کو نہ صرف افراد کی اخلاقی و روحانی تربیت کا ذریعہ بلکہ معاشرتی استحکام کا ستون بھی سمجھا گیا ہے۔ ان کے مطابق، اسلام خاندان کو فطری، سادہ اور باہمی ذمہ داری پر مبنی ادارہ بناتا ہے، جو محبت، شفقت اور دینداری جیسے اصولوں پر قائم ہوتا ہے۔ اس کے برعکس زیر نظر تحقیق موجودہ سماجی و تعلیمی تبدیلیوں، نفسیاتی دباؤ، اور ثقافتی عوامل کو موضوع بناتی ہے جو خواتین کو نکاح سے گریز پر مجبور کرتے ہیں۔ دونوں مطالعات اسلامی نظریات سے جُڑے ہیں، لیکن ڈاکٹر علوی کی تحریر نظریاتی اور ماڈل پر مبنی ہے جبکہ مذکورہ تحقیق تجزیاتی اور مسئلہ فہمی پر مبنی ہے، جو عملی معاشرتی چیلنجز کی نشان دہی کرتی ہے اور ان کا اسلامی حل تجویز کرتی ہے۔

4. **گلریز، محمود۔ دورِ نبوت میں شادی بیاہ کے رسم و رواج اور پاکستانی معاشرہ۔ لاہور: الائیڈ بک سینٹر، 2012۔**

گلریز محمود کی کتاب ایک تاریخی و دینی تجزیہ پیش کرتی ہے جس میں نکاح کی اصل اسلامی روح کو دورِ نبوی ﷺ کے تناظر میں واضح کیا گیا ہے۔ مصنف اس بات پر زور دیتا ہے کہ اُس دور میں نکاح سادگی، دینداری اور باہمی رضامندی پر مبنی ہوتا تھا، جب کہ آج کے پاکستانی معاشرے میں یہ عمل رسم و رواج، مالی بوجھ اور طبقاتی نمائش سے جُڑا ہوا ہے۔ اس کے برعکس موجودہ تحقیق ایک جدید سماجی مسئلے کا تجزیہ پیش کرتی ہے، جہاں تعلیم یافتہ خواتین معاشرتی دباؤ، کیریئر ترجیحات، خود مختاری کے خوف اور مناسب رشتے کی عدم دستیابی جیسے اسباب کی بنیاد پر نکاح سے گریزاں ہیں۔ یوں محمود گلریز کی کتاب ایک **ماضی کے مثالی ماڈل** پر توجہ دیتی ہے، جب کہ مذکورہ تحقیق **موجودہ دور کے چیلنجز اور نفسیاتی و معاشرتی اسباب** کا تجزیہ کر کے اسلامی تعلیمات سے مطابقت یا تضاد تلاش کرتی ہے۔

2. شادی میں درپیش مسائل

شادی ایک مقدس سماجی ادارہ ہے مگر دورِ حاضر میں یہ متعدد مسائل کا شکار ہے جو اس کی روحانی، جذباتی اور عملی بنیادوں کو متزلزل کر رہے ہیں۔ مختلف تحقیقی مطالعات نے نکاح کے عمل میں درپیش رکاوٹوں جیسے جہیز، معاشی دباؤ، خاندانی دباؤ، اور سماجی عدم توازن کو نمایاں کیا ہے۔ اس ادبی جائزے میں ان مسائل کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

مقالہ جات

1. **عصرِ حاضر میں ازدواجی زندگی کے مسائل اور ان کا حل (شریعت اسلامیہ کی روشنی میں)، مقالہ نگار: عبدالمتین، نگران مقالہ: ڈاکٹر سید محمد شاہد ترمذی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، 2020**

یہ مقالہ ایک روایتی مذہبی و سماجی زاویے سے شادی کے ادارے کا جامع مطالعہ پیش کرتا ہے، جس میں نکاح کے اسلامی اغراض و مقاصد، شوہر و بیوی کے حقوق و فرائض، اور ازدواجی مسائل کے اسباب و اثرات کو عمومی معاشرتی و خاندانی تناظر میں بیان کیا گیا ہے۔ اس میں ازدواجی مسائل کی اقسام (ذاتی، خاندانی، مالی، بچوں سے متعلق) اور ان کے حل قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کیے گئے ہیں، تاہم یہ تحقیق عمومی معاشرتی ڈھانچے کو مدنظر رکھتی ہے اور کسی مخصوص طبقے یا صنف پر مرکوز نہیں۔ اس کے برعکس موجودہ تحقیق ایک مخصوص سماجی گروہ یعنی اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین پر فوکس کرتا ہے، اور شادی سے گریز جیسے جدید رجحان کو سماجی، نفسیاتی، معاشی اور مذہبی پہلوؤں سے تجزیہ کرتا ہے۔ یوں پہلا مقالہ شادی کے ادارے کا عمومی تجزیہ ہے، جبکہ دوسرا مقالہ جدید تعلیمی پس منظر رکھنے والی خواتین کے مخصوص رجحانات اور ان کے اسلامی نقطہ نظر سے مطابقت پر ایک گہرا اور خاص تجزیہ فراہم کرتا ہے۔

کتب

1. **Elizabeth Gilbert. Committed: A Skeptic Makes Peace with Marriage, Bloomsbury, 2010**

Elizabeth Gilbert کی کتاب ایک فکری اور ذاتی سفر کا بیان ہے جس میں مصنفہ نے مغربی معاشرے میں شادی کے تصور کو تنقیدی نگاہ سے دیکھا ہے۔ وہ شادی کو ایک پیچیدہ معاہدہ سمجھتی ہیں جو ذاتی آزادی، انفرادی شناخت، اور سماجی توقعات کے درمیان مسلسل کشمکش میں گھرا ہوتا ہے۔ یہ کتاب شادی کے نفسیاتی، قانونی اور ثقافتی پہلوؤں کا جائزہ لیتی ہے، خاص طور پر ایک عورت کے نقطہ نظر سے جو روایتی نظام سے ہٹ کر اپنی جگہ بنانا چاہتی ہے۔ اس کے برعکس زیر نظر مقالہ ایک مذہبی، سماجی اور مقامی تناظر میں شادی کے گریز کے اسباب پر تحقیق ہے، جو اسلامی اصولوں کو حل کے طور پر پیش کرتی ہے۔ یوں Gilbert کی کتاب انفرادی آزادی اور سیکولر مغربی تنقید پر مبنی ہے، جب کہ پاکستانی تحقیق سماجی دباؤ اور مذہبی رہنمائی کے امتزاج پر مشتمل ہے۔

2. **محمد اقبال کیلانی، نکاح کے مسائل، لاہور: حدیث پبلیکیشنز، 2015**

محمد اقبال کیلانی کی کتاب "نکاح کے مسائل" ایک سادہ، عام فہم اور فقہی رہنمائی پر مشتمل تحریر ہے جو نکاح سے متعلقہ بنیادی شرائط، مرد و عورت کے حقوق و فرائض، مہر، انصاف اور ازدواجی اختلافات جیسے عملی مسائل کو قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کرتی ہے۔ یہ کتاب خاص طور پر ان افراد کے لیے مفید ہے جو اسلامی قانونِ نکاح کو روزمرہ زندگی میں درست طریقے سے اپنانا چاہتے ہیں۔ اس میں تعلیمی، نفسیاتی یا سماجی تبدیلیوں پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی، بلکہ یہ روایت پسند اور دینی تعلیم پر مبنی فریم ورک کو سامنے رکھتی ہے۔ اس کے برعکس، "اعلیٰ تعلیم یافتہ پاکستانی خواتین میں شادی

سے گریز کے رجحان: اسباب کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ" ایک تحقیقی مطالعہ ہے جو جدید معاشرتی تبدیلیوں، تعلیم یافتہ خواتین کی نفسیاتی کیفیات، کیریئر ترجیحات، اور معاشی و ثقافتی دباؤ جیسے عوامل کا تجزیہ کرتا ہے اور ان کا اسلامی تعلیمات سے تقابل پیش کرتا ہے۔ گویا کیلانی کی کتاب شرعی فریم ورک پر زور دیتی ہے، جبکہ مذکورہ تحقیق موجودہ دور کے تناظر میں ایک تجزیاتی اور سماجی جائزہ فراہم کرتی ہے۔

3. مرزا مسرور احمد، عائلی مسائل اور ان کا حل، لجنہ سیکشن مرکزیہ لندن، 2018

کتاب "عائلی مسائل اور ان کا حل" ایک مختصر مگر جامع اسلامی رہنمائی پر مبنی تحریر ہے جو نکاح سے وابستہ مالی، خاندانی اور معاشرتی تنازعات کو قرآن و سنت کی روشنی میں عام فہم انداز میں حل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس میں "الرّجالُ قوّامون علی النساء" جیسی آیات کی تشریح سے لے کر روزمرہ ازدواجی مسائل تک رہنمائی دی گئی ہے، جس کا مقصد ازدواجی زندگی کو ہم آہنگ اور پائیدار بنانا ہے۔ یہ کتاب عمومی سماجی طبقے کو مخاطب کرتی ہے اور اس کا انداز اصلاحی و دینی ہے۔ جبکہ موجودہ مقالہ ایک تحقیقی مطالعہ ہے جو جدید، تعلیم یافتہ طبقے کی مخصوص سماجی و نفسیاتی الجھنوں کو اکیڈمک انداز میں تجزیہ کرتا ہے۔ دونوں کا مقصد اسلامی رہنمائی ہے، مگر پہلا سادہ عوامی اصلاح کے لیے ہے جبکہ دوسرا سائنسی تجزیہ اور پالیسی سفارشات کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔

4. ڈاکٹر حافظ محمد زبیر، ازدواجی زندگی مسائل اور حل، لاہور: دار الفکر الاسلامی، 2019

کتاب "ازدواجی زندگی: مسائل اور حل" از ڈاکٹر حافظ محمد زبیر ایک عملی اور اصلاحی نوعیت کی تحریر ہے جو موجودہ پاکستانی معاشرت میں ازدواجی زندگی کو درپیش چیلنجز جیسے گھریلو تشدد، طلاق، خاندانی نظام کی کمزوری اور کیریئر کی دوڑ میں ازدواجی تعلقات کی قربانی جیسے مسائل کا اسلامی حل پیش کرتی ہے۔ یہ کتاب قرآن و سنت کی روشنی میں شوہر، بیوی اور بچوں کے باہمی حقوق و فرائض کو واضح کرتی ہے اور ازدواجی زندگی میں توازن پیدا کرنے پر زور دیتی ہے۔ اس کے برعکس موجودہ مقالہ ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ ہے جو خاص طور پر شادی سے گریز کے رجحان کو تعلیمی، نفسیاتی، سماجی اور مذہبی زاویوں سے دیکھتا ہے۔ ڈاکٹر زبیر کی کتاب عمومی ازدواجی زندگی کو بہتر بنانے پر مرکوز ہے، جب کہ زیرِ تحقیق تھیسس مخصوص سماجی رویے (تاخیر یا گریزِ نکاح) کی وجوہات کو دریافت کرنے اور ان کا اسلامی تناظر میں تنقیدی جائزہ لینے کی کوشش کرتی ہے۔

3. شادی میں تاخیر کی وجوہات

شادی میں تاخیر کا رجحان عصرِ حاضر کا ایک ابھرتا ہوا سماجی مسئلہ ہے جو صرف انفرادی انتخاب نہیں بلکہ مختلف معاشی،

سماجی، نفسیاتی اور ثقافتی عوامل کا نتیجہ ہے۔ متعدد مطالعات اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ جدید طرزِ زندگی، کیریئر ترجیحات، والدین کی توقعات اور رسوماتی دباؤ اس تاخیر کے بنیادی اسباب میں شامل ہیں۔

1. تاخیر سے ہونے والی شادی میں عدم مطابقت کا ایک تحقیقی جائزہ، ثمینہ محمود، مقالہ برائے ایم اے سوشیالوجی، جامعہ کراچی، 1992

ثمینہ محمود کا 1992 میں جامعہ کراچی سے پیش کردہ مقالہ **"تاخیر سے ہونے والی شادی میں عدم مطابقت کا ایک تحقیقی جائزہ"** ایک سماجیاتی زاویے سے اس امر کا تجزیہ کرتا ہے کہ تاخیر سے کی گئی شادیوں میں شوہر اور بیوی کے درمیان ہم آہنگی میں کمی کیسے پیدا ہوتی ہے۔ تحقیق کے مطابق، خواتین کی مغربی اقدار سے قربت، اور مذہب کے بجائے ثقافتی ترجیحات پر انحصار، ازدواجی مطابقت میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ یہ مقالہ زیادہ تر سماجی و نفسیاتی پہلوؤں پر مرکوز ہے اور اس میں اسلامی نقطہ نظر یا شرعی اصولوں کو واضح طور پر شامل نہیں کیا گیا۔ اس کے برعکس، موجودہ تحقیق نہ صرف تاخیر یا گریز کے اسباب کو سماجی و نفسیاتی بنیادوں پر پرکھتی ہے بلکہ ان عوامل کا اسلامی تعلیمات سے موازنہ بھی پیش کرتی ہے، اور اس بات کا جائزہ لیتی ہے کہ آیا یہ رجحانات دینِ اسلام سے ہم آہنگ ہیں یا نہیں۔ یوں یہ مطالعہ نہ صرف سماجی تجزیہ فراہم کرتا ہے بلکہ مذہبی رہنمائی اور اصلاح کی راہ بھی تجویز کرتا ہے، جو ثمینہ محمود کے محدود ثقافتی تجزیے سے نمایاں طور پر مختلف ہے۔

2. تاخیر سے شادی اور اس کے معاشرتی مضمرات پر مشتمل آراء، میمونہ سعید، مقالہ برائے پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ، جامعہ کراچی، 2009

میمونہ سعید کا پی ایچ ڈی مقالہ "تاخیر سے شادی اور اس کے معاشرتی مضمرات" (جامعہ کراچی، 2009) تاخیر سے شادی کے سماجی، ثقافتی اور اقتصادی اسباب کو اسلامی نقطۂ نظر سے جانچتا ہے اور اس کے اثرات کو عمومی معاشرتی تناظر میں بیان کرتا ہے، خصوصاً خواتین پر اس کے نفسیاتی اور معاشرتی اثرات کو اجاگر کرتا ہے۔ اس تحقیق میں تاخیر کے رجحان کو وسیع معاشرتی مسئلے کے طور پر دیکھا گیا ہے جس میں مختلف طبقات، خاص طور پر تعلیم یافتہ طبقے، کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے برعکس موجودہ مطالعہ "اعلیٰ تعلیم یافتہ پاکستانی خواتین میں شادی سے گریز کے رجحان: اسباب کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ" مخصوص طور پر اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے ذاتی، نفسیاتی اور سماجی محرکات کو فوکس کرتا

ہے اور اس رویے کا تجزیہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کرتے ہوئے حل تجویز کرتا ہے۔ یوں میمونہ سعید کا مقالہ معاشرتی سطح پر تاخیر کے عمومی اثرات پر مبنی ہے، جبکہ موجودہ تحقیق ایک مخصوص طبقے (تعلیم یافتہ خواتین) کے اندرونی و بیرونی اسباب کی گہرائی میں جاتی ہے اور تقابلی تجزیے کے ذریعے اسلامی اصولوں سے ہم آہنگی تلاش کرتی ہے۔

3. **Klinenberg, Eric.** ***Going Solo: The Extraordinary Rise and Surprising Appeal of Living Alone.*** **Penguin, 2013.**

یہ کتاب ایک مغربی تناظر میں اس معاشرتی رجحان کا تجزیہ پیش کرتی ہے جس میں تعلیم یافتہ افراد، بالخصوص شہری نوجوان، ذاتی آزادی، خود انحصاری، اور انفرادی تکمیل کو شادی پر ترجیح دیتے ہیں۔ کلیننبرگ اس رجحان کو ایک "نئے طرز زندگی" کے طور پر بیان کرتے ہیں جو مغربی معاشروں میں سماجی قبولیت حاصل کر رہا ہے۔ اس کے برعکس، زیرِ نظر تحقیق اعلیٰ تعلیم یافتہ پاکستانی خواتین میں شادی سے گریز کے رجحان کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تنقیدی جائزہ لیتی ہے، جہاں شادی صرف ذاتی انتخاب نہیں بلکہ ایک مذہبی اور معاشرتی فریضہ بھی تصور کیا جاتا ہے۔ اگرچہ دونوں مطالعے خودمختاری اور تاخیرِ شادی جیسے تصورات پر روشنی ڈالتے ہیں، لیکن ان کا نقطۂ نظر، ثقافتی سیاق و سباق، اور اقدار کا نظام یکسر مختلف ہے۔ ایک مغربی آزادی پر مبنی ہے، جبکہ دوسرا مذہبی اصولوں اور معاشرتی توقعات پر۔

4. **ڈاکٹر فرہاد اللہ اور ڈاکٹر فضل عمر، "پاکستانی معاشرے میں تاخیر سے شادیوں کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ"۔ الایضاح 34، شمارہ 1 جولائی 2017**

ڈاکٹر فرہاد اللہ اور ڈاکٹر فضل عمر کا تحقیقی مقالہ "پاکستانی معاشرے میں تاخیر سے شادیوں کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ" عمومی معاشرتی رجحانات پر مبنی ہے، جہاں شادی میں تاخیر کے اسباب کو مجموعی طور پر پاکستانی معاشرے کی سماجی و ثقافتی رسومات خصوصاً جہیز، ذات پات اور برادری کے دباؤ کے تناظر میں اسلامی تعلیمات کے ساتھ پرکھا گیا ہے۔ اس میں معاشرتی ناہمواریوں اور رسوم و رواج کی مذہبی اصولوں سے عدم مطابقت پر تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس، موجودہ تحقیق ایک مخصوص طبقے یعنی اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کو فوکس کرتی ہے، جہاں شادی سے گریز کے انفرادی، نفسیاتی، پیشہ ورانہ اور داخلی محرکات کو اسلامی نقطہ نظر سے پرکھا گیا ہے۔ یوں پہلا مطالعہ معاشرتی رسومات پر عمومی تنقید پیش کرتا ہے، جب کہ موجودہ تحقیق تعلیم یافتہ خواتین کے مخصوص سماجی، ذہنی اور مذہبی رویّوں کا تجزیہ کرتی ہے۔

5. خواجہ محمد، "دورِ حاضر میں تاخیرِ نکاح کا قضیہ: شریعت اسلامی کے تناظر میں" مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ، عبدالولی خان یونیورسٹی، 2020۔

خواجہ محمد کا مقالہ ایک عمومی معاشرتی زاویہ پیش کرتا ہے جہاں تاخیر نکاح کے اسباب کو مجموعی معاشرے میں والدین کی توقعات، پیشہ ورانہ ترجیحات، اور جہیز کے دباؤ جیسے عوامل سے جوڑا گیا ہے۔ مصنف نے ان مسائل کا حل قرآنی آیات اور احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں تجویز کیا ہے۔ اس تحقیق میں صنفی تخصیص نہیں کی گئی، یعنی مرد و خواتین دونوں پر یکساں طور پر گفتگو کی گئی ہے۔ اس کے برعکس، زیرِ نظر تحقیق ایک مخصوص طبقے یعنی اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین پر مرکوز ہے، اور اس میں سماجی عوامل کے ساتھ ساتھ نفسیاتی اور داخلی محرکات جیسے خود مختاری کا احساس، ماضی کے تجربات، اور سماجی توقعات کے دباؤ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس کا امتیاز یہ ہے کہ یہ تحقیق صنفی اور طبقاتی تناظر میں شادی سے گریز کے مسئلے کو زیادہ گہرائی اور تنقیدی انداز میں اسلامی تعلیمات کے ساتھ جوڑ کر پیش کرتی ہے۔

6. **Ghazal, Saima, Iqra Akram, Sabeen Andleeb, Muhammad Azeem Raza, and Muhammad Asif. *"Growing Issue of Late Marriages in Pakistan: A Qualitative Study."*** ASEAN Journal of Psychiatry **23, no. 2,2022.**

یہ ایک سماجی و نفسیاتی تجزیاتی مطالعہ ہے جس میں پاکستان میں دیر سے شادی کے بڑھتے ہوئے رجحان کو عمومی زاویے سے دیکھا گیا ہے۔ اس تحقیق میں خواتین کی تعلیم، ظاہری شکل، مالی مسائل، خاندانی دباؤ، اور سماجی توقعات جیسے عوامل کو بنیادی اسباب کے طور پر بیان کیا گیا ہے، جنہیں 14 انٹرویوز کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کی گئی۔ تاہم، یہ مطالعہ مذہبی یا دینی اصولوں سے مکمل طور پر لاتعلق ہے اور صرف معاشرتی مشاہدات و تاثرات پر انحصار کرتا ہے۔ اس کے برعکس، زیرِ نظر تحقیق ان عوامل کا نہ صرف سائنسی تجزیہ پیش کرتی ہے بلکہ ان کا تقابل اسلامی تعلیمات سے بھی کرتی ہے تاکہ اس مسئلے کا روحانی، اخلاقی اور سماجی توازن کے ساتھ حل تلاش کیا جا سکے۔ یوں دونوں مطالعات میں بنیادی فرق یہ ہے کہ ایک صرف سماجی رویوں تک محدود ہے جبکہ دوسرا اسلامی نقطۂ نظر کو شامل کر کے ایک جامع اور نظریاتی تجزیہ پیش کرتا ہے۔

7. **Aleyna Hatice Gündoğdu, Sefa Bulut. *"The Positive and Negative Effects of Late Marriage."* Open Journal of Depression 11, no. 4, 2022.**

یہ ایک نفسیاتی و سماجی زاویے سے دیر سے شادی کے عمومی اثرات کا تجزیہ پیش کرتا ہے، جس میں ترقی یافتہ افراد کی مالی، تعلیمی اور کیریئر کی کامیابیوں کو اس عمل سے جوڑا گیا ہے، لیکن ساتھ ہی ازدواجی عدم اطمینان، تولیدی صحت کے خدشات، اور سماجی دباؤ جیسے منفی پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے برعکس زیر نظر مقالہ نہ صرف مخصوص

جغرافیائی اور ثقافتی سیاق (پاکستان) میں اس رجحان کا جائزہ لیتا ہے بلکہ اس کا مرکزی زاویہ اسلامی اصولوں کے ساتھ تقابل ہے، جس میں اخلاقی، دینی اور معاشرتی توازن کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ پہلا مطالعہ عمومی سوشیالوجیکل اثرات پر توجہ دیتا ہے، جبکہ دوسرا تحقیق مذہبی تعلیمات کے تناظر میں اس مسئلے کی جڑوں کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

موجودہ لٹریچر اگرچہ مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے، تاہم اس میں چند نمایاں خلا موجود ہیں۔ اکثر مطالعات علاقائی یا طبقاتی سطح تک محدود ہیں اور پاکستانی معاشرتی و دینی تناظر سے ہم آہنگ نہیں۔ سوشل میڈیا، تعلیمی اداروں اور جدید ذرائع ابلاغ کے اثرات پر بھی کم توجہ دی گئی ہے۔ کئی تحقیقات میں اسلامی اصولوں کا فقدان اور سماجی سائنسی بنیادوں کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ بین الاقوامی کتب زیادہ تر مغربی سیاق میں خواتین کی خودمختاری اور شادی سے دوری کے رجحان پر مرکوز ہیں۔ موجودہ تحقیق کی انفرادیت اسلامی و ثقافتی تناظر میں تعلیم یافتہ خواتین کے رجحانات کا تجزیہ اور اصلاحی حل کی پیشکش ہے۔

فصل دوم: جواز تحقیق، مقاصد تحقیق، سوالات تحقیق اور منہج تحقیق

جواز تحقیق(Rationale)

گزشتہ چند دہائیوں سے مسلم ممالک بلخصوص پاکستان میں اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین میں شادی سے گریز کا رجحان تیزی سے بڑھتا جارہاہے۔ جس کی بدولت سنگین مسائل کا سامنا کرناپڑرہاہے جن میں سب سے اہم معاشرتی تناؤ میں اضافہ اور خاندانی نظام پر منفی اثرات کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات پر عمل درآمد سے دوری بڑھ رہی ہے۔ اس لیے موجودہ تحقیق کی ضرورت ہے کہ خواتین میں شادی سے گریز کے رجحان کو صرف نفسیاتی مسئلہ سمجھنے کے بجائے ایک ہمہ گیر سماجی تبدیلی کے طور پر دیکھا جائے، جس میں دینی احکامات، خاندانی اقدار اور جدید معاشی و تعلیمی رجحانات شامل ہیں۔اس موضوع پر جو تحقیقات موجود ہیں وہ یا تو مخصوص طبقے یا خطے تک محدود ہیں، یا مغربی زاویہ نظر پر مبنی ہیں، جو مقامی اسلامی اور ثقافتی تناظر سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ لہٰذا اس تحقیق کا جواز یہ ہے کہ یہ تعلیم یافتہ پاکستانی خواتین کے تجربات، رجحانات اور ترجیحات کو اسلامی رہنمائی اور مقامی معاشرتی اقدار کی روشنی میں سمجھنے اور حل تجویز کرنے کی ایک علمی و عملی کوشش ہے۔اس تحقیق سے نہ صرف مسئلے کی تہہ تک پہنچنے میں مدد ملی بلکہ اصلاحی اور قابلِ عمل تجاویز بھی سامنے آئیں۔

بیان مسئلہ(Problem Statement)

پاکستان میں **اعلی تعلیم** یافتہ خواتین میں شادی سے گریز یا تاخیر کا رجحان بڑھ رہاہے، جو خاندانی نظام، نسلی تسلسل اور معاشرتی توازن کو متاثر کر رہاہے۔ یہ صورت حال محض انفرادی انتخاب یا رجحان نہیں بلکہ کئی سماجی اور نفسیاتی عوامل کا مجموعہ ہے، جن میں کیریئر کی ترجیح، خود مختاری کی خواہش، ازدواجی زندگی کے حوالے سے تحفظات، خاندانی دباؤ، گھریلو تشدد کا خدشہ، مذہبی تعلیمات کا غلط اطلاق، مردوں کا احساسِ برتری اور مثالی شریکِ حیات سے متعلق غیر حقیقی تصورات شامل ہیں۔ اس موضوع پر تحقیقی خلاء موجود ہے کہ آیا یہ گریز کا بڑھتا ہوا رجحان اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہے یا اس کے برعکس۔اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اس رجحان کا تحقیقی جائزہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کیا جائے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ اعلیٰ تعلیم خواتین کے خدشات مذہبی اصولوں سے متصادم ہیں یا اصل مسئلہ سماجی رویوں اور غلط تصورات میں پوشیدہ ہے۔

مقاصد تحقیق(Research Objectives)

i. اعلیٰ تعلیم یافتہ پاکستانی خواتین میں شادی سے گریز کے رجحان میں بیرونی عوامل کے کردار کی نشاندہی کرنا۔

ii. اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے شادی سے گریز کے رویے کے پیچھے موجود اندرونی محرکات کا تجزیہ کرنا۔

iii. شادی سے گریز کے رجحان کے اسباب کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لینا اور ممکنہ اصلاحی تجاویز پیش کرنا۔

سوالات تحقیق(Research Questions)

i. اعلیٰ تعلیم یافتہ پاکستانی خواتین میں شادی سے گریز کے رجحان میں کون سے اہم بیرونی عوامل کردار ادا کر رہے ہیں؟

ii. اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے شادی سے متعلق رویے پر کون سے اندرونی محرکات اثر انداز ہو رہے ہیں؟

iii. اسلامی تعلیمات کی روشنی میں شادی کی اہمیت اور موجودہ دور میں شادی سے گریز کا رجحان کیا ہے؟

تحقیق کی تحدید(Delimitation of the Study)

یہ مطالعہ موضوع کی وسعت کے پیش نظر دو پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ اولاً، تحقیق صرف اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلم خواتین کے تجربات اور رجحانات کا احاطہ کرتی ہے، جس کا مقصد اس مخصوص سماجی طبقے میں شادی سے گریز کے رجحان کو بہتر طور پر سمجھنا ہے۔ ثانیاً، مطالعہ صرف پاکستان کے سماجی و ثقافتی تناظر میں مسلم خواتین کو درپیش عصری چیلنجز پر مرکوز ہے، اور اس میں غیر مسلم یا دیہی پس منظر رکھنے والی خواتین کو شامل نہیں کیا گیا۔ مزید برآں، تحقیق میں ملک گیر سطح پر سروے کرنا رسد، وقت اور وسائل کی محدودیت کے باعث ممکن نہ تھا؛ لہٰذا، اعداد و شمار کے حصول کے لیے مطالعہ جغرافیائی طور پر صرف اسلام آباد اور راولپنڈی جیسے شہری اور تعلیمی اعتبار سے فعال علاقوں تک محدود رکھا گیا ہے۔ اس تحدید کے باوجود ان دونوں شہروں کا انتخاب اس لیے کیا گیا کہ یہ پاکستان کے شہری متوسط طبقے کی نمائندگی کرتے ہیں، جو اس مسئلے کے لیے ایک موزوں سماجی سیاق فراہم کرتے ہیں۔

منہج تحقیق(Research Methodology)

اس تحقیق میں مخلوط طریقہ کار (Mixed Methods Approach) استعمال کیا گیا ہے تاکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ پاکستانی خواتین میں شادی سے گریز کے رجحان کا ایک ہمہ جہتی تجزیہ کیا جا سکے۔ مخلوط طریقہ کار کے استعمال کی وجہ یہ ہے کہ صرف مقداری یا معیاری ڈیٹا اس پیچیدہ سماجی رویے کو مکمل طور پر نہیں سمجھا سکتا[1]۔ چونکہ پاکستان کے سیاق و سباق میں اس موضوع

[1] Creswell, *Designing and Conducting Mixed Methods Research*, 2018, 3rd ed., p. 10–15.

پر کوئی جامع مطالعہ موجود نہیں، لہٰذا تحقیق نے بیانیہ (Descriptive) اور تجزیاتی (Analytical) طرزِ تحقیق کو اپنایا ہے۔ اس میں اسلامی تعلیمات کو نظریاتی فریم ورک (Theoretical Framework) کے طور پر استعمال کیا گیا تاکہ سماجی اور نفسیاتی عوامل کا اسلامی اصولوں کی روشنی میں تنقیدی تجزیہ کیا جا سکے۔[1] اس تحقیق کے لیے **اسلام آباد اور راولپنڈی** کو کیس اسٹڈی کے طور پر منتخب کیا گیا، کیونکہ یہ دونوں شہر پاکستان کے تعلیمی اور سماجی حوالے سے نمایاں مراکز ہیں۔ ان شہری مراکز کا انتخاب **مقصدی نمونے (Purposive Sampling)**[2] کے تحت کیا گیا تاکہ ایسے افراد کی آراء حاصل کی جا سکیں جو اس مسئلے سے براہِ راست وابستہ ہوں۔ اس مقالے کے مناہج تحقیق کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:۔

1. **پہلا مرحلہ دستاویزات اور مواد کا جائزہ:** ابتدائی مرحلے میں موجودہ لٹریچر سے استفادہ کیا گیا ہے جس میں سابقہ دستاویزات اور دستیاب مواد اکٹھا کیا گیا ہے اور اس کا جائزہ لیا گیا ہے تاکہ موضوع کی نوعیت، اہمیت اور علمی خلا (research gap) کو سمجھا جا سکے۔
2. **دوسرا مرحلہ سروے:** تحقیقی مواد اکٹھا کرنے کے لیے سروے کیا گیا ہے جو دو حصوں میں تقسیم ہے:

i. **مقداری تحقیق:**

- ایک structured questionnaire تیار کیا گیا، جسے پہلے pilot testing (20 خواتین پر آزمایا گیا) کے بعد final کیا گیا۔
- اس کی reliability کا حساب لگایا گیا جس کا Cronbach's Alpha = .84 آیا، جو اس آلے کی مضبوطی ظاہر کرتا ہے۔

ii. **معیاری تحقیق:**

- 30 والدین اور 20 اسلامی اسکالرز سے انٹرویوز (semi-structured interviews)

---

[1] Kamali, *Principles of Islamic Jurisprudence*, 2003, p. 298–305

[2] Palinkas et al., *"Purposeful Sampling for Qualitative Data Collection and Analysis in Mixed Method Implementation Research,"* Administration and Policy in Mental Health, 2015, p.544.

کیے گئے تاکہ انفرادی ومذہبی نقطہ نظر سے اس مسئلے کو سمجھا جاسکے۔[1]

iii. اخلاقی پہلو(Ethical Considerations)

- تحقیق کے آغاز سے پہلے تمام شرکاء کو تحقیق کے مقصد اور طریقہ کار سے آگاہ کیا گیا۔
- ان کی **رضامندی** **(informed consent)** لی گئی اور مکمل رازداری (confidentiality)یقینی بنائی گئی۔
- تمام ڈیٹا academic research کے مقاصد کے لیے استعمال کیا گیااور کسی شخص کی شناخت ظاہر نہیں کی گئی۔

iv. تحقیقی آلات(Research Tools)

- **سوالنامہ(Structured Questionnaire)**
- **انٹرویو گائیڈ(Semi-structured Interview Guide)**
- یہ دونوں آلات proper headings کے ساتھ thesis کے **Annexures** میں شامل کیے گئے ہیں۔

3. **تیسرا مرحلہ نتائج کا تجزیہ**: نتائج کا تجزیہ معیاری اور مقداری دونوں طریقوں سے کیا گیا ہے۔ جمع شدہ مقداری ڈیٹا کا تجزیہ SPSS سافٹ ویئر کے ذریعے کیا گیا،[2] جس میں فریکوئنسی، فیصد، اوسط اور پائی چارٹس اور ٹیبلز کے ذریعے نتائج کو بصری انداز میں واضح کیا گیا۔ ان گرافیکل نمائندگیوں کی مدد سے تاخیرِ نکاح جیسے مسئلے کی شدت، نوعیت اور تناسب کو مؤثر انداز میں بیان کیا گیا۔ جبکہ انٹرویوز کے نتائج کا معیاری تجزیہ کیا گیا ہے۔
4. اس مقالے میں **یونیورسٹی** فارمیٹ استعمال کیا گیا ہے اور حوالہ جات شکاگو مینول آف سٹائل کے مطابق ہیں۔

---

[1] Kvale, *Doing Interviews*, SAGE Publication, Delhi, India, 2007, p. 34–50
[2] Pallant, Julie. *SPSS Survival Manual*. 7th ed. Open University Press, 2020, p. 70–85.

تحقیق کے مراحل

	مراحل	طریقہ کار
1.	**تصوراتی فریم ورک**	موجودہ ڈیٹا (existing literature)
2.	**سروے اور ٹول ڈویلپمنٹ**	i. سوالنامہ: 150 اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین سے سوالنامہ (structured questionnaire) کے ذریعے معلومات حاصل کی گئیں۔ ii. **انٹرویو:** 30 والدین اور 20 اسلامی اسکالرز سے انٹرویوز (semi-structured interviews) کیے گئے تاکہ انفرادی و مذہبی نقطہ نظر سے اس مسئلے کو سمجھا جاسکے۔
3.	**ڈیٹا پریزنٹیشن اور تجزیہ کا طریقہ کار**	سوالنامہ کا تجزیہ مقداری طریقہ کار (Quantitative method) کے ذریعے **انٹرویو کا تجزیہ** معیاری طریقہ کار (Qualitative method) کے ذریعے جمع شدہ ڈیٹا کا تجزیہ SPSS سافٹ ویئر کے ذریعے کیا گیا، جس میں فریکوئنسی، فیصد، اوسط اور پائی چارٹس اور ٹیبلز کے ذریعے نتائج کو واضح کیا گیا۔

باب دوم: اعلی تعلیم یافتہ خواتین میں شادی سے گریز کے اسباب و محرکات

فصل اول: خواتین میں شادی سے گریز کے اسباب

فصل دوم: خواتین میں شادی سے گریز کے محرکات

فصل اول:

خواتین میں شادی سے گریز کے اسباب

خواتین میں شادی سے گریز کے رجحان کے اسباب محض انفرادی یا نفسیاتی نوعیت کے نہیں، بلکہ یہ اکثر بیرونی، سماجی یا معاشی دباؤ کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ ان میں صدیوں سے جاری روایتی رسومات، معاشی کمزوریاں، غیر ضروری جہیز کی طلب، مہنگی شادیوں کی تقاریب، اور معاشرتی برتری کی دوڑ جیسے عوامل شامل ہیں۔ جب ایک خاتون بارہا ایسی رکاوٹوں سے گزرتی ہے جو اس کی ازدواجی زندگی کی راہ میں حائل ہوتی ہیں تو وہ آخرکار شادی سے مکمل اجتناب کو تقدیر کا حصہ سمجھ کر اسے قبول کر لیتی ہے۔ وہ اپنی بے بسی کو "نصیب" کا نام دے کر صبر اور خاموشی اختیار کر لیتی ہے۔

یہ مسئلہ صرف جدید دور کا نہیں بلکہ اس کی مثالیں ہمیں **عہدِ نبوی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم** کے ادوار میں بھی ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر **ام شریک**[1] **رضی اللہ عنہا** کا واقعہ اس ضمن میں نہایت اہم ہے۔ انہوں نے اپنی ذات کو نبی کریم ﷺ کے لیے ہبہ کر دیا تھا، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِن وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَن يَسْتَنكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ[2]

اور کوئی بھی مومن عورت اگر وہ اپنا آپ نبی ﷺ کو ہبہ کر دے، اگر نبی ﷺ چاہے کہ اسے نکاح میں لے لے۔ یہ خاص آپ کے لیے ہے، مومنوں کے لیے نہیں۔

تاہم، مفسرین کے مطابق، رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہبہ قبول نہیں فرمایا، اور وہ تمام زندگی نکاح نہیں کر سکیں۔ ابن کثیر نے ان کی شخصیت کا ذکر تفسیر میں ان الفاظ میں کیا:

"قيل: إنها أم شريك، وقيل غيرها، وقد كان ﷺ قد قبل منهن، ثم تركهن بعد ذلك."[3]

---

[1] ام شریک رضی اللہ عنہا ابتدائی دورِ اسلام کی ان جری و باہمت صحابیات میں سے تھیں جنھوں نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ مکہ میں خفیہ دعوتِ دین کا کام بھی انجام دیا۔ ان کا اصل نام بعض روایات کے مطابق غزیہ بنت جابر تھا اور وہ قبیلہ دوس سے تعلق رکھتی تھیں۔ جب مکہ کے سرداروں کو ان کی دعوتی سرگرمیوں کا علم ہوا تو انہوں نے ام شریکؓ کو سخت اذیتیں دینا شروع کر دیں — دھوپ میں ننگی زمین پر باندھ دینا، پانی سے محروم رکھنا، اور ان کے عزم کو توڑنے کی ہر ممکن کوشش کرنا — مگر وہ استقامت سے دین پر قائم رہیں۔ بعد ازاں وہ کسی طرح مکہ سے نکل کر مدینہ پہنچیں، جہاں نبی کریم ﷺ نے انہیں ایک انصاری خاتون کے گھر میں قیام کی ہدایت دی تاکہ ان کا خیال رکھا جا سکے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے نکاح کا ارادہ کیا تھا، لیکن یہ نکاح پایہ تکمیل کو نہ پہنچا، اور اکثر محدثین نے انہیں ازواجِ مطہرات میں شمار نہیں کیا۔ ام شریکؓ کی زندگی دین کی خدمت، صبر، اور قربانی کی روشن مثال ہے، جو ان خواتین کے لیے مشعلِ راہ ہے جو معاشرتی دباؤ اور آزمائشوں کے باوجود دین سے وابستہ رہتی ہیں۔ (العسقلانی، ابن حجر، **الاصابہ فی تمیز الصحابہ**، ج8، ص231)

[2] الأحزاب: 50

[3] ابن حجر، أحمد بن علي .فتح الباري. كتاب: النكاح، باب: من وهبت نفسها للنبي ﷺ، دار المعرفة بيروت ، 1379ھ حديث: 5120، ج9، ص181

یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ بعض خواتین اُس دور میں بھی نکاح سے گریزاں تھیں، مگر ان کا انکار مالی یا سماجی وجوہات کی بناپر نہیں، بلکہ دین داری، اخلاص یا ذاتی قناعت پر مبنی ہوتا تھا۔

آج کے دور میں، بعکس اس کے، شادی سے گریز کی بنیادی وجوہات میں دکھاوا، غیر ضروری سماجی تقاضے، اور معاشی دباؤ نمایاں ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میڈیا کے ذریعے پیش کی جانے والی غیر حقیقی ازدواجی زندگی نے بھی خواتین کے ذہنوں میں شادی کے بارے میں شکوک پیدا کر دیے ہیں۔ یوں کئی خواتین ایک بوجھل، غیر محفوظ، اور غیر متوازن ازدواجی نظام کا حصہ بننے کے بجائے اکیلی زندگی کو ترجیح دیتی ہیں۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق شادی ایک اہم دینی، سماجی اور فطری ضرورت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَن تَزَوَّجَ فقد استَكمَلَ نِصفَ الدِّينِ، فليَتَّقِ اللهَ في النِّصفِ الباقي[1]"

"جس نے نکاح کیا اس نے اپنے دین کا آدھا مکمل کر لیا، پس بقیہ آدھے حصے میں اللہ سے ڈرے۔"

یہ حدیث اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ نکاح دین کا محافظ اور تکمیل کا ذریعہ ہے۔ اگر معاشرہ اسلامی اصولوں کے مطابق شادی کو آسان اور باعزت بنائے، تو خواتین نہ صرف اس میں دلچسپی لیں گی، بلکہ یہ عمل فرد اور معاشرے دونوں کے لیے فلاح و اطمینان کا ذریعہ بھی بنے گا۔

خواتین کی جانب سے شادی سے گریز کے رجحان کو محض ذاتی فیصلہ یا انفرادی میلان قرار دینا حقیقت کا ایک محدود اور سادہ تصور ہوگا؛ در حقیقت، اس رجحان کے پسِ پشت متعدد تہہ دار سماجی، نفسیاتی اور معاشی عوامل کارفرما ہیں، جو مختلف خارجی اثرات، معاشرتی ساختوں اور روایتی تقاضوں سے جنم لیتے ہیں۔ ذیل میں ان عوامل کی وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

1. معاشرتی دباؤ اور رسومات

اس عنوان کے تحت ہم ان مختلف معاشرتی رسومات اور دباؤ کا تفصیلی جائزہ لیں گے جو خواتین کو شادی سے گریز پر مجبور کرتے ہیں۔ معاشرے میں موجود بعض رواج اور تقاضے نہ صرف شادی کے عمل کو پیچیدہ بناتے ہیں بلکہ اس کو تاخیر کا بھی سبب بنتے ہیں۔ درج ذیل نکات میں ان عوامل کی تفصیل بیان کی جائے گی:

- **مہنگی شادی کی رسومات**

معاشرے میں موجود بعض رواج اور روایتی تقاضے نکاح جیسے دینی اور معاشرتی فریضے کو محض ایک شخصی معاہدہ نہیں بلکہ ایک سماجی مظاہرہ بنا دیتے ہیں۔ ان میں مہنگی شادیوں کا رواج نہ صرف شادی کو تاخیر کا شکار بناتا ہے بلکہ

[1] البيهقي، أبو بكر أحمد بن الحسين .شعب الإيمان. دار الكتب العلمية بيروت ، 1410حديث رقم: 5486، ج6، ص376.

اسے ایک ایسا بوجھ بنا دیتا ہے جسے برداشت کرنا خاص طور پر متوسط اور کم آمدنی والے خاندانوں کے لیے نہایت مشکل ہو جاتا ہے۔

شادی کی تقریبات اب سادگی کے بجائے پُر تعیش نمائش کی علامت بن چکی ہیں۔ مہندی، مایوں، بارات، ولیمہ اور دیگر تقریبات کی الگ الگ تیاریاں، مہمانوں کی وسیع پیمانے پر میزبانی، مہنگے لباس، زیورات، شادی ہالز، موسیقی اور قیمتی تحائف کا لین دین معاشی دباؤ کو شدید کر دیتا ہے۔ والدین پر یہ دباؤ ہوتا ہے کہ وہ ان تمام تقریبات کو اس شان و شوکت سے انجام دیں کہ کہیں معاشرتی مقام و مرتبہ متاثر نہ ہو۔ یہ معاشرتی تاثر اس قدر گہرا ہو چکا ہے کہ لوگ شادی کی کامیابی کو اس کی فضول خرچی سے ناپنے لگے ہیں۔ [1]

ان تقریبات میں دلہن کے ملبوسات اور زیورات ایک الگ مالی بوجھ بن چکے ہیں۔ ہر تقریب کے لیے مہنگے برانڈز کے لباس اور میک اپ، سینکڑوں مہمانوں کی مہمان نوازی، قیمتی گھریلو اشیاء کے تحائف، اور بسا اوقات گاڑیوں کا تبادلہ بھی ایک معمول بنتا جا رہا ہے۔ ان تمام عوامل نے شادی کو ایک ایسا منصوبہ بنا دیا ہے جس کی تکمیل کے لیے بعض اوقات والدین قرض لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ایسے میں جب کسی خاندان کے پاس وسائل نہ ہوں، تو یا تو شادی تاخیر کا شکار ہوتی ہے یا مکمل طور پر ترک کر دی جاتی ہے۔

خواتین ان تمام غیر ضروری رسومات کی براہِ راست متاثرہ فریق ہوتی ہیں۔ بعض اوقات وہ خود اس بوجھ سے بچنے کے لیے نکاح جیسے اہم اور فطری عمل سے گریز کو ترجیح دیتی ہیں۔ نتیجتاً، ان کی ازدواجی زندگی کا آغاز مسلسل تعطل یا دباؤ کے ماحول میں ہوتا ہے۔

اسلامی تعلیمات اس تمام صورت حال کے برعکس سادگی، سہولت، اور برکت پر زور دیتی ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

"وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِ[2]"

"اور اپنے ان لوگوں کے نکاح کر دو جو تم میں بے نکاح ہوں اور تمہارے نیک بندوں اور لونڈیوں کے بھی۔ اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔"[1]

رسول اللہ ﷺ کا واضح ارشاد ہے:

"أَعْظَمُ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مَؤُونَةً[3]"

---

[1] Ghazal, Saima, Iqra Akram, Sabeen Andleeb, Muhammad Azeem Raza اور ,Muhammad Asif. "Growing Issue of Late Marriages in Pakistan: A Qualitative Study." ASEAN Journal of Psychiatry 23, no. 2 13–1 :(2022 فروری)

[2] النور: 32.

[3] ابن ماجه ،أبو عبد الله، السنن ، القاهرة: دار إحياء الكتب العربية، بلا تاريخ، كتاب النكاح، باب الإقلال في المهور، حديث: 1905۔

"سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جس میں خرچ کم ہو۔"

مندرجہ بالا قرآنی اور نبوی ارشادات اس بات کی صریح دلیل ہیں کہ اسلام نے نکاح کو ایک آسان، سادہ، بابرکت اور فطری عمل قرار دیا ہے، جس کا مقصد نہ صرف انفرادی طہارت اور معاشرتی استحکام ہے بلکہ نسلِ انسانی کے تسلسل اور عفت و عصمت کی حفاظت بھی ہے۔ اسلامی معاشرت میں نکاح کا تصور کسی مالی نمائش یا سماجی مقابلہ آرائی سے وابستہ نہیں، بلکہ یہ ایک عبادت اور سنت رسول ﷺ ہے جو تقویٰ، نیتِ صالحہ، اور فطری تقاضوں پر مبنی ہے۔

تاہم بد قسمتی سے موجودہ مسلم معاشرہ اس قرآنی و نبوی تصور سے اتنا دور ہو چکا ہے کہ شادی اب ایک روحانی ذمہ داری سے زیادہ ایک مالی منصوبہ یا "سوشل ایونٹ" بن چکی ہے۔ جب سادگی، کفایت شعاری، اور دینی رہنمائی کو پسِ پشت ڈال دیا جائے اور ان کی جگہ سماجی رسم و رواج، خاندانی وقار، اور دکھاوے کا غلبہ ہو، تو پھر نکاح اپنے حقیقی مقصد سے ہٹ کر ایک غیر فطری اور غیر متوازن سماجی بوجھ بن جاتا ہے۔ یہی طرزِ عمل نہ صرف نکاح کو مؤخر کرتا ہے بلکہ بہت سے مواقع پر اُسے ناممکن بھی بنا دیتا ہے۔

ایسے میں سب سے زیادہ متاثر وہ خواتین ہوتی ہیں جو سماجی، معاشی اور خاندانی دباؤ کی براہِ راست زد میں آتی ہیں۔ ایک طرف وہ دینی تعلیمات کی پیروی کی خواہاں ہوتی ہیں، دوسری طرف انہیں ان روایات کا سامنا ہوتا ہے جنہیں اگر چیلنج کیا جائے تو معاشرتی تنقید، طعن و تشنیع اور بعض اوقات رشتوں کی توہین جھیلنا پڑتی ہے۔ ایسے پیچیدہ ماحول میں بعض خواتین شعوری یا غیر شعوری طور پر نکاح سے گریز کی راہ اپناتی ہیں، تاکہ وہ خود کو اور اپنے اہل خانہ کو اس اذیت ناک معاشرتی و معاشی آزمائش سے بچا سکیں۔

یہ صورت حال محض انفرادی یا جذباتی مسئلہ نہیں، بلکہ یہ ایک اجتماعی سماجی بحران کی صورت اختیار کر چکی ہے، جس کا ازالہ تبھی ممکن ہے جب معاشرہ اپنے نظریاتی قبلہ کو درست کرے، دینی تعلیمات کو اپنی عملی زندگی میں ترجیح دے، اور نکاح کو دوبارہ اس کی اصل شکل—**یعنی سادگی، برکت، اور آسانی**—میں اپنائے۔ جب تک ہم نکاح کو مصنوعی مہنگائی، فضول رسومات، اور طبقاتی تفاخر کے بوجھ سے آزاد نہیں کریں گے، خواتین کے لیے نکاح ایک سہولت کے بجائے خوف، اضطراب، اور گریز کا سبب بنتا رہے گا۔

- **جہیز کا تقاضا**

نکاح جو کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک مقدس عبادت، معاشرتی استحکام کا ذریعہ اور سنتِ رسول ﷺ ہے، آج کے معاشرتی نظام میں کئی قسم کی غیر ضروری رسومات اور غیر اسلامی رویوں کا شکار ہو چکا ہے۔ ان میں سب سے نمایاں اور نقصان دہ رسم "جہیز" کا مطالبہ ہے، جو خواتین کی شادی میں تاخیر یا بعض اوقات شادی سے گریز کا سبب بن رہا ہے۔

معاشرے میں جہیز کو اس درجہ اہمیت دے دی گئی ہے کہ یہ اب ایک "غیر علانیہ لازم" حیثیت اختیار کر چکا

ہے۔ لڑکی کے والدین پر ایک غیر شرعی اور غیر اخلاقی دباؤ ہوتا ہے کہ وہ بیٹی کی شادی کے وقت نہ صرف بنیادی ضروریات فراہم کریں بلکہ قیمتی فرنیچر، برقی آلات، زیورات، کپڑے، مہنگا سامانِ زندگی اور بعض اوقات گاڑی تک کا بندوبست کریں۔ یہ بوجھ بالخصوص متوسط اور کم آمدنی والے طبقات کے لیے ناقابلِ برداشت بن چکا ہے، جس کے نتیجے میں اکثر والدین شادی میں تاخیر کرتے ہیں یا قرض لے کر اپنی بیٹی کی رخصتی کرتے ہیں۔[1]

یہ صرف مالی بوجھ تک محدود نہیں بلکہ سماجی و نفسیاتی پہلو بھی اس سے وابستہ ہیں۔ اگر والدین جہیز کی فراہمی میں کمی کر دیں تو انہیں برادری میں طعن و تشنیع اور سماجی رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کئی خاندانوں میں یہ تصور جنم لے چکا ہے کہ لڑکی کی عزت، اس کا مستقبل، اور شادی کے بعد اس کا سسرال میں مقام، سب کچھ جہیز کے معیار سے وابستہ ہے۔ اسی لیے بعض خواتین اس خوف کی وجہ سے نکاح جیسے مقدس فریضے سے اجتناب برتنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔

یہی جہیز بعد ازاں ظلم و زیادتی، بلیک میلنگ اور نفسیاتی دباؤ کی صورت میں لڑکی پر پلٹتا ہے۔ سسرالیوں کی طرف سے جہیز کی کمی پر طعنے، تضحیک، اور بعض اوقات تشدد کا نشانہ بنایا جانا بھی ایک تلخ حقیقت ہے۔ ایسے غیر انسانی سلوک نے والدین کو اس قدر محتاط اور خائف کر دیا ہے کہ وہ بیٹی کی شادی کو مؤخر کرتے رہتے ہیں تاکہ زیادہ سامان جمع کیا جا سکے۔

جب ہم اسلامی تعلیمات کی طرف رجوع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے نکاح کو آسان اور سادہ رکھنے کی بھرپور ترغیب دی ہے، اور نبی کریم ﷺ نے اسے عملاً ثابت بھی فرمایا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"خيرُ النِّكاحِ أَيْسَرُهُ."[2]

"سب سے بہتر نکاح وہ ہے جو سب سے آسان ہو۔"

آپ ﷺ نے اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انتہائی سادگی سے کی۔ حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ:

"رسول اللہ ﷺ نے میری شادی فاطمہؓ سے کی، نہ کوئی مال و دولت دیا، نہ فرنیچر، صرف چمڑے کا پردہ اور ایک تکیہ عطا فرمایا۔"[3]

یہ طرزِ عمل ہمیں واضح پیغام دیتا ہے کہ نہ صرف عورت پر مالی بوجھ ڈالنا غیر شرعی ہے بلکہ سادگی کے ذریعے

---

[1] الباحثة منية (من الجزائر). "دراسة تحليلية لواقع تأخر سن الزواج في الوطن العربي." مجلةASJP ، جامعة سيدي محمد بن عبد الله , no. 3 (2019): 45–672

[2] الطبراني،سليمان بن احمد، المعجم الكبير، موصل: مكتبة العلوم والحكم، 1404ھ، حديث: 10191

[3] أحمد بن حنبل، *مسند*، رقم الحديث 1335، بيروت: مؤسسة الرسالة، 2001. قال الأرناؤوط: "إسناده حسن"، وقال أحمد شاكر: "إسناده حسن." و ابن حبان، *صحيح ابن حبان*، رقم الحديث 7064، تحقيق شعيب الأرناؤوط، بيروت: مؤسسة الرسالة، 1993. قال الأرناؤوط: "صحيح على شرط مسلم."

نکاح کو بابرکت اور پائیدار بنایا جاسکتا ہے۔

علاوہ ازیں، حدیثِ نبوی ﷺ میں ہے کہ جب ایک شخص کے پاس کچھ بھی نہ تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"کچھ بھی دو، چاہے لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔"[1]

یعنی نکاح کے لیے اصل معیار اخلاص اور نیت ہے، نہ کہ مال و اسباب۔

اسلامی نقطہ نظر سے نہ صرف مہر مرد کی ذمہ داری ہے بلکہ قرآنِ مجید بھی اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ:

"لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ"[2]

"آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے مت کھاؤ۔"

جہیز کا مطالبہ اسی باطل طریقے کی ایک شکل ہے جو عورت کے والدین سے بلا حق مال لینے کے مترادف ہے۔

ان تمام دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ جہیز کا تقاضا ایک غیر اسلامی، غیر اخلاقی اور ظالمانہ رسم ہے جو نکاح جیسے مقدس ادارے کو کاروبار، نمائشی مظاہرہ اور مالی سودے بازی میں تبدیل کر چکی ہے۔ اس رسم کی وجہ سے نہ صرف خواتین ذہنی دباؤ، خوف، اور بے بسی کا شکار ہوتی ہیں بلکہ معاشرے میں بے شمار بچیاں صرف اس لیے غیر شادی شدہ رہ جاتی ہیں کہ وہ "جہیز" کے مقابلے میں کمزور ہیں۔

لہٰذا وقت کا تقاضا ہے کہ معاشرہ اسلامی تعلیمات کی طرف لوٹے، سنتِ نبوی ﷺ کو اپنائے، اور نکاح کو آسان، سستا اور بابرکت بنانے کے لیے جہیز جیسے جاہلانہ رسم کا بائیکاٹ کرے۔ اس شعور کو عام کرنا اور عوامی آگاہی مہمات کے ذریعے اس ظلم کے خلاف کھڑے ہونا نہ صرف دینی فریضہ ہے بلکہ سماجی ذمہ داری بھی۔

- **سماجی حیثیت اور طبقاتی فرق**

معاشرتی طبقاتی تفاوت اور سماجی مرتبے کی دوڑ، خواتین کی شادی میں تاخیر یا مکمل اجتناب کا ایک نمایاں خارجی سبب بن چکی ہے۔ عصرِ حاضر میں کئی خاندان اپنی بیٹیوں کی شادی کے لیے ایسے رشتوں کی تلاش میں ہوتے ہیں جو نہ صرف معاشی اعتبار سے مستحکم ہوں بلکہ معاشرتی طور پر باوقار اور "اعلیٰ" سمجھے جاتے ہوں۔ اس سوچ کا محرک یہ خیال ہوتا ہے کہ ایسا رشتہ خاندان کی سماجی حیثیت میں اضافہ کرے گا، اور برادری میں عزت و وقار میں بہتری آئے گی۔

اس ذہنیت کے زیرِ اثر، لڑکی اور اس کے والدین پر یہ غیر علانیہ دباؤ ہوتا ہے کہ وہ کسی ایسے فرد یا خاندان سے رشتہ قائم کریں جو مالی، تعلیمی، یا سماجی سطح پر ان سے برتر ہو۔ اس سوچ کی بنا پر مناسب رشتہ تلاش کرنا ایک طویل، صبر آزما،

---

[1] البخاري، ابو عبدالله الجامع الصحيح، كتاب النكاح، بَابُ الْمَهْرِ بِالْعُرُوضِ وَخَاتَمٍ مِنْ حَدِيدٍ، ج:7، ص:20، ح:5150

[2] البقرہ:188

اور پیچیدہ عمل بن جاتا ہے۔ کئی بار یہ جستجو اس قدر طول پکڑ لیتی ہے کہ لڑکی کی عمر نکاح کے موزوں وقت سے آگے نکل جاتی ہے، اور شادی میں تاخیر ایک ناگزیر حقیقت بن جاتی ہے۔[1]

یہی طبقاتی تقسیم رشتوں کے انتخاب کو بھی محدود کر دیتی ہے۔ جب خاندان خود کو کسی مخصوص سماجی یا معاشی معیار پر فائز سمجھتے ہیں، تو وہ ان افراد کے رشتے مسترد کر دیتے ہیں جنہیں وہ اپنے "پایۂ شان" نہیں سمجھتے۔ اس تعصب آمیز رویے کے باعث رشتہ کرنے کے امکانات کم ہو جاتے ہیں، اور بہت سی لڑکیاں صرف اس وجہ سے غیر شادی شدہ رہ جاتی ہیں کہ ان کے خاندان کو مطلوبہ سماجی معیار کا فرد میسر نہیں آ سکا۔

اس طبقاتی ذہنیت کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ والدین اس خوف میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اگر وہ اپنی بیٹی کی شادی کسی نسبتاً کم حیثیت والے خاندان میں کر دیں تو سماجی سطح پر انہیں تنقید، ملامت یا حقارت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ خدشات والدین کو نہ صرف تذبذب میں مبتلا رکھتے ہیں بلکہ لڑکی کو بھی اس سوچ پر مجبور کرتے ہیں کہ اگر شادی معاشرتی توقعات کے مطابق نہ ہوئی تو اس کا وقار اور خوشی داؤ پر لگ جائے گی۔[2]

نتیجتاً، معاشرتی حیثیت اور طبقاتی تقسیم شادی جیسے فطری اور شرعی عمل کو مصنوعی اور بوجھل بنا دیتی ہے۔ والدین کی خواہشات، برادری کی توقعات، اور معاشی معیار کی دوڑ، سب مل کر نکاح کے عمل کو ایک ایسا دباؤ بنا دیتے ہیں جس کے باعث خواتین کے لیے شادی نہ صرف مؤخر ہوتی ہے بلکہ بعض اوقات وہ اس سے گریز کو ترجیح دیتی ہیں۔

اسلامی تعلیمات میں نکاح کے لیے سادگی، تقویٰ، اور اخلاقی صفات کو بنیادی معیار قرار دیا گیا ہے، نہ کہ مال و دولت یا خاندانی حیثیت کو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إذا جاءَكم مَن ترضَونَ دينَهُ وخلقَهُ فزوّجوهُ، إلّا تفعلوا تَكُن فتنةٌ في الأرضِ وفسادٌ عريضٌ[3]"

"جب تمہارے پاس ایسا شخص رشتہ لے کر آئے جس کا دین اور اخلاق تمہیں پسند ہو تو اس سے شادی کر دو، اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا۔"

اسلام نہ صرف نکاح کو ایک عبادت قرار دیتا ہے بلکہ اسے انسان کی فطری ضروریات کے مطابق **سہل اور قابلِ عمل** بنانے کی ترغیب دیتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

"وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ[4]"

"اور نکاح کرواپنے ان لوگوں کا جو بے نکاح ہوں، اور اپنے نیک بندوں اور باندیوں کا (بھی)، اگر وہ غریب ہوں گے تو اللہ تعالیٰ

---

[1] Sharma, D. "Late Marriage among Muslim Women Increasing." The Milli Gazette, May 2004. 33–36.

[2] Rubina Saigol, *Engendering the Nation-State* (Lahore: ASR Publications, 2000), 87.

[3] الترمذي ،محمد بن عيسى ، الجامع ، بيروت: دار الغرب الإسلامي، 1998، كتاب النكاح، باب ما جاء إذا جاءكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه، حديث: 1084

[4] النور:32

انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔"[1]

اس آیتِ کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ **مالی حیثیت نکاح میں رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے بلکہ** اللہ کی ذات اسبابِ رزق پیدا کرنے والی ہے۔ یہ تصور کہ شادی صرف مالی برتری یا سماجی مرتبے کی بنیاد پر ہونی چاہیے، نہ صرف اسلامی تعلیمات سے انحراف ہے بلکہ معاشرتی تفریق اور اخلاقی گراوٹ کو جنم دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا اسوہ ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ نکاح میں اصل چیز **تقویٰ، اخلاق اور کردار** ہے، نہ کہ حسب و نسب یا مال و جاہ۔ آپ ﷺ نے کئی ایسے رشتے کیے جن میں معاشرتی فرق موجود تھا، لیکن دین اور اخلاقی برتری کو ترجیح دی گئی۔ حضرت زینب بنت جحشؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ کی شادی اس کی ایک نمایاں مثال ہے۔[2]

اگر معاشرہ طبقاتی اور سماجی امتیاز پر مبنی اس غیر اسلامی سوچ کو ترک کر دے تو نہ صرف نکاح کے عمل میں آسانی پیدا ہو گی بلکہ **خواتین کو اس ذہنی اور جذباتی بوجھ سے نجات ملے گی** جو انھیں برتر رشتہ کی تلاش یا خود کو کمتر سمجھنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ **خاندانی نظام بھی مضبوط ہو گا، اور نکاح کو بطور سنت عام کرنا ممکن ہو سکے گا۔**

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ سماجی شعور کی تشکیل نو کی جائے، اسلامی تعلیمات کو خالص انداز میں عام کیا جائے، اور نکاح کو طبقاتی تفاوت کی بجائے **اخلاقی ہم آہنگی اور ایمانی قدروں** پر استوار کیا جائے۔ تب ہی ہم ایک ایسا معاشرہ تشکیل دے سکیں گے جہاں خواتین نکاح جیسے فطری و شرعی عمل کو بلا خوف و دباؤ قبول کر سکیں گی، اور ان کے لیے یہ عمل باعثِ سکون و برکت بن سکے گا۔

- **شادی کے دیگر مالیاتی بوجھ**

موجودہ معاشرے میں شادی کو صرف ایک مذہبی فریضہ یا اخلاقی ذمہ داری نہیں بلکہ ایک پر تعیش سماجی تقریب تصور کیا جاتا ہے۔ یہ تصور مہنگی رسومات تک محدود نہیں رہا بلکہ اس کے ساتھ کئی **اضافی مالیاتی تقاضے** وابستہ ہو چکے ہیں، جنہوں نے نکاح جیسے آسان اور بابرکت عمل کو ایک **مشکل، مہنگا، اور طویل منصوبہ** بنا دیا ہے۔ ان اضافی تقاضوں میں پر تعیش ولیمہ، مہنگے شادی ہالز کی بکنگ، قیمتی تحائف کا تبادلہ، اور کئی دنوں پر مشتمل تقریبات شامل ہیں، جو نہ صرف مالیاتی بوجھ بڑھاتے ہیں بلکہ خواتین اور ان کے اہل خانہ کو شدید دباؤ میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

- **ولیمہ اور مہنگی تقریبات:**

اسلام میں ولیمہ کو سنت قرار دیا گیا ہے، لیکن اس کی اصل روح سادگی اور مسرت کے اظہار پر مبنی ہے، نہ کہ شان و شوکت یا نمائش پر۔ لیکن موجودہ دور میں اس کا مطلب بڑی اور پر تعیش دعوتوں کا انعقاد بن چکا ہے۔ والدین پر دباؤ ہوتا ہے کہ وہ ولیمہ کی تقریب کو شان و شوکت کے ساتھ کریں تاکہ معاشرتی توقعات پر پورا اتریں۔ اس کے علاوہ، شادی کی تقریب کے دوران کئی دنوں تک جاری رہنے والے فنکشنز، جیسا کہ مہندی، بارات، اور دیگر تقریبات، ان

سب کاانعقاد بھی مہنگا پڑتا ہے۔[1] نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی شادی پر ارشاد فرمایا:

"أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ[2]"

"ولیمہ کرو، خواہ ایک بکری ہی سے کیوں نہ ہو۔"

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ اسلامی تعلیمات میں ولیمہ کا معیار دولت نہیں بلکہ خلوص اور برکت ہے۔ لیکن آج کے معاشرے میں والدین پر شدید سماجی دباؤ ہوتا ہے کہ وہ ولیمہ کو انتہائی پُر تعیش انداز میں منعقد کریں تاکہ اپنے خاندان کی "عزت" برقرار رکھ سکیں۔ نتیجتاً، ایسی تقریبات میں لاکھوں روپے صرف کر دیے جاتے ہیں جو اکثر متوسط اور کم آمدنی والے خاندانوں کے لیے ناقابلِ برداشت ہوتے ہیں۔ یہی بوجھ خواتین کو بالواسطہ طور پر متاثر کرتا ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ، باخبر اور خود مختار سوچ رکھنے والی خواتین جب دیکھتی ہیں کہ شادی ایک معاشی منصوبہ، سماجی نمائش، اور خاندانی دباؤ کی پیچیدہ صورت اختیار کر چکی ہے، تو وہ شعوری یا لاشعوری طور پر اس بندھن سے گریز کو ایک محفوظ، باعزت اور پرسکون راستہ تصور کرنے لگتی ہیں۔ انہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ ان کی شادی کے ساتھ محض ان کی شخصیت یا خوشی وابستہ نہیں بلکہ پورے خاندان کی سماجی ساکھ داؤ پر لگی ہے، جسے نبھانے کے لیے وہ خود بھی بوجھ محسوس کرنے لگتی ہیں۔ لہٰذا، اگرچہ ولیمہ کا تعلق بظاہر دلہے کے خاندان سے ہوتا ہے، مگر اس کی سماجی نمائش کا دباؤ لڑکی کے گھر والوں اور خود لڑکی پر بھی براہِ راست اثر انداز ہوتا ہے۔ وہ خود کو ایک "پراجیکٹ" یا "پبلک ایونٹ" کا مرکز بنتی محسوس کرتی ہیں، جہاں ان کے لباس، زیورات، انداز، چال ڈھال، حتیٰ کہ تصویر کشی تک کو جج کیا جاتا ہے۔ یہ سارا عمل ان کے لیے ذہنی دباؤ، شناختی اضطراب اور غیر فطری توقعات کا باعث بنتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ شادی جیسے فطری اور دینی عمل سے گریز کی جانب مائل ہو جاتی ہیں۔

- **شادی ہالز اور مہنگی بکنگ:**

آج کل شادی کی تقریبات کے لیے مہنگے شادی ہالز بک کرنا ایک رواج بن چکا ہے۔ یہ ہالز نہ صرف کرایے میں مہنگے ہوتے ہیں بلکہ ان کی سجاوٹ اور خدمات کے لیے بھی بھاری رقم ادا کرنی پڑتی ہے۔ متوسط اور غریب طبقے کے لیے اس طرح کی تقریبات کا انعقاد کرنا نہایت مشکل ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ شادی کے اخراجات سے خوفزدہ ہو کر شادی سے گریز کرتے ہیں۔[3]

- **تحائف کا تبادلہ:**

شادی کے دوران تحائف کے تبادلے کا رواج بھی ایک اور مالیاتی بوجھ ہے، جو لڑکی اور اس کے والدین پر ڈالا

---

[1] البخاري، محمد بن اسماعيل، الجامع الصحيح، كتاب النكاح، باب الوليمة ولو بشاة، ج: 7، ص26 حديث:5167

[2] البخاري ،محمد بن إسماعيل ، الجامع الصحيح، كتاب النكاح، باب الوليمة ولو بشاة، ج:7 ، ص:21، ح: 5155

[3] Sharma, D. "Late Marriage among Muslim Women Increasing." The Milli Gazette, May 2004. 33–36.

جاتا ہے۔ اس میں نہ صرف دلہا اور اس کے خاندان کے لیے مہنگے تحائف شامل ہوتے ہیں بلکہ شادی کے مختلف مراحل پر دوستوں اور رشتہ داروں کے لیے بھی تحائف کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ اس طرح کی توقعات والدین کو مالیاتی طور پر مزید کمزور کرتی ہیں اور انہیں سوچنے پر مجبور کرتی ہیں کہ شادی کا بوجھ کس طرح اٹھایا جائے۔[1]

- **دیگر تقریبات کا انعقاد:**

شادی کی تقریبات کو لمبا کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے، جہاں متعدد چھوٹے بڑے فنکشنز کا انعقاد کیا جاتا ہے، جن میں مہمانوں کے لیے پر تکلف دعوتیں اور دیگر تقاریب شامل ہوتی ہیں۔ ہر تقریب کے لیے لباس، زیورات، اور دیگر انتظامات والدین اور لڑکیوں پر اضافی مالیاتی دباؤ ڈالتے ہیں۔ اس مالیاتی دباؤ کے پیش نظر، کئی خاندان شادی کو ایک بھاری ذمہ داری کے طور پر دیکھتے ہیں، اور اس کا نتیجہ اکثر شادی سے گریز کی صورت میں نکلتا ہے۔

شادی کے دیگر مالیاتی بوجھ جیسے ولیمہ کی بڑی تقریب، مہنگے شادی ہالز، تحائف کا تبادلہ، اور مختلف تقریبات کا انعقاد والدین اور لڑکیوں کو مالی مشکلات میں ڈال دیتا ہے۔ یہ اخراجات شادی کے عمل کو اس قدر پیچیدہ اور مہنگا بنا دیتے ہیں کہ کئی خاندان شادی سے گریز کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس صورت حال میں ضروری ہے کہ شادی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق سادگی کے ساتھ انجام دیا جائے تاکہ مالیاتی بوجھ کے سبب شادی کا مقدس عمل مشکل نہ بنے۔[2]

- **معاشرتی تنقید اور دباؤ**

ہمارے معاشرے میں شادی کو عورت کی زندگی کا ایک ناگزیر مرحلہ سمجھا جاتا ہے، یہاں تک کہ اسے اُس کی تکمیل، عزت، اور سماجی مقام کا پیمانہ بنا دیا گیا ہے۔ جیسے ہی کوئی لڑکی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتی ہے، خاندان، رشتہ دار اور پڑوس کے افراد کی نظریں اُس کی شادی پر مرکوز ہو جاتی ہیں، اور پھر ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ سوالات کا آغاز ہوتا ہے: "اب تک شادی کیوں نہیں ہوئی؟"، "کوئی مسئلہ ہے؟"، "رشتے کیوں نہیں آ رہے؟" یہ سوالات بظاہر سادہ لگتے ہیں مگر ان کے اندر چھپی طنز اور تنقید ایک نوجوان لڑکی کے ذہن و دل پر گہرا اثر چھوڑتی ہے۔ وہ خود کو کمتر، ناکام اور معاشرتی طور پر ناموزوں سمجھنے لگتی ہے، حالانکہ اس کی تعلیم، مہارتیں اور کردار کسی شک و شبہے سے بالاتر ہوتے ہیں۔

یہ دباؤ صرف غیر شادی شدہ خواتین تک محدود نہیں رہتا، بلکہ شادی کے بعد بھی ایک عورت سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ ایک مثالی بیوی، فرمانبردار بہو، اور جلد از جلد ماں بننے کا کردار ادا کرے۔ اگر وہ ان "روایتی سانچوں" پر پوری نہ اترے تو اسے تنقید، بدنامی، اور یہاں تک کہ طلاق کے دباؤ کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہی دباؤ کئی خواتین کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ آیا شادی کرنا واقعی ایک محفوظ اور خوشگوار فیصلہ ہو گا یا ایک مسلسل قربانی کا آغاز؟[3]

[1] Rizvi, "The Rising Costs of Wedding Traditions," Dawn, July 5, 2021

[2] الندا، د. فرحاد اللہ، اور د. فضل عمر "پاکستانی معاشرے میں تاخیر سے شادیوں کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ۔" Al-Idah 34, no. 1 (جولائی 2017): 85–97.

[3] Ali, "Marriage Pressures on Women in South Asia," The Express Tribune, August 12, 2020

تعلیم یافتہ، خود مختار اور کیریئر پر فوکس رکھنے والی خواتین کو بھی معاشرے میں منفی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ انہیں "باغی"، "مغرور" یا "شادی کے قابل نہیں" جیسے القابات دیے جاتے ہیں۔ اس کی ایک اہم وجہ معاشرے کا وہ ذہن ہے جو مرد کو حاکم اور عورت کو تابع دیکھنا چاہتا ہے۔ نائلہ کبیر جیسی ممتاز سماجی ماہر لکھتی ہیں کہ ترقی پذیر معاشروں میں عورت کی خود مختاری کو شادی کے امکانات کے خلاف سمجھا جاتا ہے، کیونکہ شادی کو طاقت، کنٹرول، اور مردانہ بالادستی کی علامت سمجھ لیا گیا ہے۔[1]

یہ سماجی رویے صرف جذباتی یا ثقافتی نہیں بلکہ گہرے نفسیاتی اثرات بھی رکھتے ہیں۔ کئی خواتین مسلسل معاشرتی دباؤ اور تقابل کے باعث اضطراب، احساسِ کمتری، سماجی تنہائی، اور بعض اوقات ڈپریشن جیسے مسائل کا شکار ہو جاتی ہیں۔ وہ اپنی شناخت کو صرف شادی سے وابستہ دیکھتی ہیں، اور اگر یہ مرحلہ مکمل نہ ہو سکے تو خود کو ناکام تصور کرنے لگتی ہیں۔

اسلام کی تعلیمات ان تمام منفی رجحانات کے برخلاف ایک متوازن اور باعزت معاشرتی نظام پیش کرتی ہیں۔ قرآن کریم بارہا انسان کی عزت و شرف کو صرف تقویٰ سے مشروط کرتا ہے، نہ کہ شادی شدہ ہونے یا عمر سے۔ ارشاد ربانی ہے:

"إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللهِ أَتْقَاكُمْ[2]"

"اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔"

اسی طرح قرآن فرد کی ذاتی ذمہ داری پر زور دیتا ہے:

"وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى[3]"

"کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔"

نبی کریم ﷺ نے بھی انسانی عزتِ نفس، نرمی اور احسان کو ہر معاملے کی بنیاد قرار دیا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"إنَّ اللهَ كتب الإحسانَ على كلِّ شيءٍ[4]"

"بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر کام میں احسان (نرمی و حسن سلوک) کو لازم قرار دیا ہے۔"

اسلامی تعلیمات نکاح کو ایک سادہ، باوقار اور سہل فطری عمل قرار دیتی ہیں، جس میں نہ جبر کی گنجائش ہے، نہ سماجی شرمندگی کی۔ تاہم ہمارے معاشرتی رویے اس تصور سے انحراف کر چکے ہیں، جہاں شادی کو ذاتی فیصلہ نہیں بلکہ

[1] Naila Kabeer, *Reversed Realities: Gender Hierarchies in Development Thought* (London: Verso, 1994), 110.

[2] الحجرات:13

[3] الانعام:164

[4] النيسابوري ،مسلم بن حجاج، الصحيح ، كتاب الصيد والذبائح، باب الأمر بإحسان الذبح، بيروت: دار ابن حزم،ج:3، ص:1548، حديث: 1955

معاشرتی توقعات پر پورا اترنے کا ایک معیار سمجھا جاتا ہے۔ جب اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین یہ محسوس کرتی ہیں کہ ان کی ازدواجی زندگی کا آغاز کسی شعوری انتخاب کے بجائے **خاندانی دباؤ، رسم و رواج، اور سماجی مقابلہ بازی** کی بنیاد پر ہو رہا ہے، تو وہ فطری طور پر گریز کی راہ اپناتی ہیں۔ یہ گریز در حقیقت کسی دینی تعلیم سے انحراف نہیں بلکہ **ایک غیر متوازن اور غیر حساس سماج کے رد عمل** کے طور پر سامنے آتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرتی شعور کو اسلامی اصولوں جیسے **عزت نفس، نرمی، سادگی اور انفرادی آزادی** کی بنیاد پر استوار کیا جائے تاکہ خواتین کو شادی کے فیصلے میں ایک باوقار، محفوظ اور خود مختار فضا میسر آ سکے۔

- **عمر کی پابندیاں**

ہمارے معاشرے میں خواتین کی شادی کے لیے ایک "مخصوص عمر" کا تصور اس قدر راسخ ہو چکا ہے کہ جیسے ہی کوئی لڑکی جوانی کی حدود میں داخل ہوتی ہے، اس پر شادی کے لیے فوری فیصلے کا دباؤ بڑھنے لگتا ہے۔ عمومی طور پر بیس سے پچیس سال کے درمیان کی عمر کو شادی کے لیے "مثالی" قرار دیا جاتا ہے، اور اگر کسی خاتون کی عمر اس حد سے آگے بڑھ جائے تو اُسے "زیادہ عمر کی" یا "رشتوں کے لیے مشکل" سمجھا جانے لگتا ہے۔ یہ تاثر نہ صرف اس کی شخصیت کو متاثر کرتا ہے بلکہ اس کے والدین کے لیے بھی سماجی طور پر شرمندگی اور اضطراب کا باعث بنتا ہے۔

معاشرتی نقطہ نظر سے زیادہ عمر کی خواتین کے لیے رشتے کے امکانات خود بخود محدود ہو جاتے ہیں۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بڑی عمر کی خواتین شاید کم ذہنی لچک رکھتی ہیں، یا اب ان کے ساتھ ایک "خوشحال شادی" ممکن نہیں۔ اس سوچ کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ لڑکی کے والدین جلد بازی میں، صرف عمر کی بنیاد پر، کوئی بھی رشتہ قبول کر لیتے ہیں، چاہے وہ موزوں نہ ہو۔ اس سے نہ صرف ازدواجی زندگی متاثر ہوتی ہے بلکہ مستقبل میں علیحدگی، گھریلو جھگڑوں، یا جذباتی عدم توازن جیسے مسائل بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔[1]

اسلامی تعلیمات میں شادی کے لیے عمر کو قطعی شرط نہیں بنایا گیا، بلکہ بلوغت اور عقل، دین داری، اخلاق، اور باہمی رضامندی کو معیار قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے نکاح کو آسان، باوقار، اور خیر و برکت والا عمل قرار دیا، لیکن کہیں بھی خواتین کی شادی کے لیے کوئی خاص عمر کی حد مقرر نہیں کی۔ حضرت خدیجہؓ کا نبی اکرم ﷺ سے نکاح 40 برس کی عمر میں ہوا، جب کہ آپ ﷺ کی عمر اس وقت 25 برس تھی۔ یہ عمل ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ عمر کا فرق یا حد شادی کی کامیابی میں رکاوٹ نہیں، بلکہ نیت، سمجھداری، اور ہم آہنگی اصل معیار ہیں۔

عمر کے دباؤ سے متاثرہ خواتین اکثر شدید ذہنی الجھن کا شکار ہو جاتی ہیں۔ انہیں معاشرے سے طعن و تشنیع

---

[1]Abid, Shumaila , Bisma Ejaz."Development and Validation of Determinants of Marriage Delay Scale for Women in Pakistan." Annals of Social Sciences and Perspective 5, no. 2 –(جولائی دسمبر2024):335–349۔

سننا پڑتی ہے، جیسے "اب شادی کا وقت نکل گیا ہے"، یا "اب کون رشتہ دے گا؟" یہ الفاظ صرف ظاہری تبصرے نہیں ہوتے بلکہ اندر ہی اندر خواتین کی خود اعتمادی کو توڑنے لگتے ہیں۔ وہ خود کو ناپسندیدہ، ناکام، اور معاشرتی بوجھ تصور کرنے لگتی ہیں۔ کئی بار یہ دباؤ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ وہ شادی کو ایک نفسیاتی خوف سمجھ کر مکمل اجتناب اختیار کر لیتی ہیں۔ [1]

قرآن کریم ہمیں بار بار فرد کی نیت، صلاحیت اور باہمی رضامندی کو اہمیت دینے کی تعلیم دیتا ہے، نہ کہ ظاہری معیار کو۔ قرآن فرماتا ہے:

﴿لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِۦ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُۥ فَلْيُنفِقْ مِمَّآ ءَاتَىٰهُ ٱللَّهُ﴾ [2]

"جس کو اللہ نے کشادگی دی ہے وہ اپنی کشادگی میں سے خرچ کرے، اور جس پر رزق تنگ ہے وہ اسی میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا۔"

اس آیت میں معاشرتی معاملات میں انسان کی استعداد اور حالات کو بنیاد بنانے کی تلقین ہے، نہ کہ سطحی سماجی معیاروں کو۔

نتیجتاً، عمر کے محدود دائرے میں شادی کو قید کرنا، خواتین کو ان کی زندگی کے اس اہم فیصلے میں خود مختار ہونے سے محروم کر دیتا ہے۔ کئی خواتین محض اس لیے شادی نہیں کر پاتیں کہ وہ خود کو اس "معاشرتی ٹائم فریم" سے باہر تصور کرتی ہیں، جب کہ ان میں شعور، ہمدردی، عقل اور مضبوط کردار موجود ہوتا ہے۔ معاشرے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی سوچ کو اسلام کی اصل تعلیمات سے ہم آہنگ کرے، جہاں عورت کی عزت و وقار عمر سے نہیں بلکہ اس کے تقویٰ، نیت، اور صلاحیت سے طے ہوتے ہیں۔

اس دباؤ کو ختم کرنے کے لیے ہمیں شعوری طور پر معاشرتی رویوں میں تبدیلی لانی ہوگی۔ والدین، علما، اساتذہ اور میڈیا کو چاہیے کہ وہ شادی کے تصور کو صرف عمر کی بنیاد پر متعین کرنے کے بجائے اسے ایک باہمی فیصلہ اور بامقصد رشتہ بنانے کی طرف راغب کریں۔ تب ہی خواتین ذہنی سکون، خود اعتمادی، اور آزادی کے ساتھ اپنی زندگی کے اس اہم فیصلے کو لے سکیں گی۔

- **تعلیمی اور پروفیشنل ترجیحات**

اعلیٰ تعلیم کے حصول اور پروفیشنل میدان میں خود کو منوانے کا رجحان خواتین میں تیزی سے بڑھ رہا ہے، جس کے نتیجے میں شادی جیسے اہم سماجی ادارے کو اکثر ثانوی حیثیت دی جاتی ہے۔ بہت سی خواتین اپنی زندگی کی ترجیحات میں تعلیم، ملازمت، مالی خود مختاری، اور ذاتی ترقی کو مقدم رکھتی ہیں، جس کی وجہ سے وہ شادی کے فیصلے کو مؤخر کرنے یا اس سے گریز کرنے کا رجحان اختیار کرتی ہیں۔ اس رویے کے پیچھے موجود عوامل میں معاشی خود کفالت

[1]Mirza, Shahnaz".Changing Trends in the Marriage Patterns of Educated Pakistani Women". Pakistan Journal of Gender Studies 24 (2021): 45–66..

[2] الطلاق:7

کی خواہش، پیشہ ورانہ شناخت کی تلاش، اور ازدواجی زندگی کے ممکنہ مسائل سے بچنے کی کوشش شامل ہیں۔

- **کیریئر کی ترجیحات**

پروفیشنل میدان میں کامیابی کا حصول بھی خواتین کی زندگی کا ایک اہم حصہ بن چکا ہے۔ خواتین اب مختلف شعبوں میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہیں، اور یہ ان کی زندگی کا بڑا مقصد بن چکا ہے۔ پروفیشنل ترجیحات کو مد نظر رکھتے ہوئے، خواتین عموماً شادی کے فیصلے کو مؤخر کرتی ہیں، کیونکہ وہ اپنی پروفیشنل کامیابیوں پر فوکس کرنا چاہتی ہیں۔ [1] بعض اوقات، یہ ترجیحات اتنی اہمیت اختیار کر لیتی ہیں کہ شادی کو مستقبل کا معاملہ سمجھ کر اس سے گریز کیا جاتا ہے۔

- **خود مختاری اور مالی استحکام**

تعلیم اور پروفیشنل کامیابی کی بدولت خواتین خود مختاری اور مالی استحکام حاصل کرتی ہیں۔ اس خود مختاری کے بعد خواتین پر شادی کا وہ دباؤ نہیں رہتا جو پہلے ہوا کرتا تھا۔ وہ اپنے فیصلے خود کرنے میں آزاد ہوتی ہیں اور مالی طور پر کسی پر انحصار نہیں کرتیں۔ [2] اس خود مختاری کے باعث بھی شادی کے حوالے سے ان کی ترجیحات میں تبدیلی آتی ہے، اور بعض اوقات وہ اس فیصلے کو مؤخر کر دیتی ہیں۔

- **شادی اور کیریئر میں توازن کی دشواری**

تعلیم اور کیریئر میں کامیابی حاصل کرنے والی خواتین اکثر یہ سمجھتی ہیں کہ شادی اور پروفیشنل زندگی میں توازن برقرار رکھنا ایک مشکل عمل ہے۔ شادی کے بعد پروفیشنل ترقی کے مواقع محدود ہو سکتے ہیں، اور انہیں اپنے کیریئر میں پیچھے ہٹنا پڑ سکتا ہے۔ [3] اس خیال کے تحت بھی خواتین شادی کو مؤخر کرنے یا اس سے گریز کرنے کا فیصلہ کرتی ہیں تاکہ وہ اپنی پروفیشنل زندگی میں مزید کامیاب ہو سکیں۔

- **خاندان اور والدین کی توقعات**

وہ توقعات جو والدین اور خاندان اپنی بیٹیوں کے رشتے کے حوالے سے رکھتے ہیں۔ والدین اکثر اپنی بیٹیوں کے لیے غیر معمولی خصوصیات کے حامل رشتے کی تلاش میں ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے شادی میں غیر ضروری تاخیر ہو جاتی ہے۔ یہ توقعات کئی طرح کی ہو سکتی ہیں، جن میں سماجی مقام، مالی حیثیت، تعلیمی معیار، اور خاندانی پس منظر

---

[1] Abid, Shumaila اور Bisma Ejaz. "Development and Validation of Determinants of Marriage Delay Scale for Women in Pakistan." Annals of Social Sciences and Perspective 5, no. 2 (جولائی– دسمبر 2024): 335–349۔

[2] احمد، نوشین۔ "پاکستانی معاشرے میں شادی میں تاخیر: تعلیمی اور پیشہ ورانہ ترجیحات کا تجزیہ۔" پاکستان جرنل آف سوشل سائنسز 39، شمارہ 2 (2022): 145-160۔

[3] علی، سارہ، اور شائستہ پروین۔ "اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین اور شادی کے فیصلے: لاہور کی خواتین کا سماجی و نفسیاتی مطالعہ۔" پاکستان سوشیالوجیکل ریویو 5، شمارہ 1 (2021): 33-48۔

شامل ہیں۔ والدین کا یہ رجحان خواتین کے لیے شادی کے امکانات کو مشکل بنا دیتا ہے، اور بعض اوقات خواتین خود بھی والدین کی توقعات کے دباؤ میں آکر شادی سے گریز کرتی ہیں۔ [1]

- **غیر معمولی خصوصیات کی تلاش**

والدین اپنی بیٹی کے لیے ایک مثالی رشتہ تلاش کرنے کی خواہش رکھتے ہیں، جس میں مرد کی مالی حیثیت، تعلیمی پس منظر، سماجی مقام، اور خاندانی اعتبار سے کوئی کمی نہ ہو۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کی بیٹی کا شوہر ہر لحاظ سے قابل اور مثالی ہو۔ اس غیر معمولی معیار کی تلاش میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مناسب رشتہ نہ ملنے پر شادی کو مؤخر کیا جاتا ہے۔ والدین کی یہ توقعات خواتین پر اضافی دباؤ ڈالتی ہیں، اور وہ مناسب وقت پر شادی کرنے سے قاصر رہ جاتی ہیں۔ [2]

- **سماجی اور مالی مقام کی بلند توقعات**

بہت سے والدین اپنے خاندان کے سماجی اور مالی مقام کو برقرار رکھنے کے لیے بیٹی کے رشتہ کا انتخاب کرتے وقت اس بات کو مد نظر رکھتے ہیں کہ رشتہ دار یا سماج میں ان کی عزت اور مقام قائم رہے۔ وہ اپنی بیٹی کے لیے ایسے رشتہ کی تلاش میں ہوتے ہیں جہاں داماد کا سماجی مقام ان سے بہتر ہو یا کم از کم ان کے برابر ہو۔ مالی اور سماجی حیثیت کی یہ بلند توقعات رشتہ کے عمل کو پیچیدہ بنا دیتی ہیں، اور بعض اوقات لڑکیوں کو اس قدر تاخیر کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ وہ شادی کے حوالے سے بے چینی یا دباؤ کا شکار ہو جاتی ہیں۔ [3]

- **تعلیمی معیار کی بڑھتی ہوئی توقعات**

بعض والدین اپنی بیٹی کے لیے صرف ایسے رشتے کی تلاش میں ہوتے ہیں جو تعلیمی میدان میں کامیاب ہو اور اعلیٰ تعلیمی ڈگریاں رکھتا ہو۔ اس معیار کی تلاش میں والدین اکثر ایسے رشتے رد کر دیتے ہیں جن میں داماد کی تعلیمی قابلیت زیادہ نہ ہو، چاہے وہ دوسری خصوصیات میں بہتر ہو۔ تعلیمی معیار کی یہ توقعات بعض اوقات خواتین کی شادی میں تاخیر یا مشکل کا باعث بنتی ہیں۔ [4]

- **خاندان کی خواہشات اور معاشرتی دباؤ**

کچھ والدین اپنی بیٹی کے لیے رشتہ کا انتخاب کرنے میں معاشرتی دباؤ اور خاندان کی خواہشات کو بھی مد نظر

---

[1] رشید، آمنہ، اور ڈاکٹر فائزہ خلیل۔ "شادی سے گریز کے رجحانات: پاکستانی شہری خواتین کے معاشرتی رویے کا تجزیہ۔" جامعہ کراچی جرنل برائے سوشل ریسرچ 28، شمارہ 3(2020):89-105۔

[2] شادی میں تاخیر کے اسباب اور حل"، سمپل رشتہ بلاگ، 25 نومبر 2022

[3] Ji, Yingchun. "Between Tradition and Modernity: 'Leftover' Women in Shanghai." Journal of Marriage and Family 77 (2015): 1057–1060.

[4] شادی میں تاخیر: نکاح آسان بنائیں"، اے آر وائی نیوز اردو بلاگز، 11 دسمبر 2022

رکھتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کی بیٹی کا رشتہ خاندان یا معاشرت میں بہتر مقبولیت حاصل کرے، اور اس کے باعث وہ اپنی بیٹی کی شادی کے فیصلے کو بار بار مؤخر کرتے ہیں۔[1] اس دباؤ کے تحت خواتین کی شادی میں تاخیر ہوتی ہے، کیونکہ مناسب رشتہ ملنے تک انتظار کیا جاتا ہے۔

- **مثالی داماد کی تلاش**

والدین بعض اوقات اپنی بیٹی کے لیے ایک ایسے داماد کی تلاش میں ہوتے ہیں جو ہر لحاظ سے مثالی ہو۔ یہ مثالی داماد نہ صرف مالی حیثیت میں مستحکم ہو بلکہ اخلاقی طور پر بھی بہترین ہو[2]۔ والدین کی یہ توقعات لڑکیوں کو شادی سے گریز پر مجبور کرتی ہیں، کیونکہ ایسے غیر معمولی معیار پر پورا اترنے والا رشتہ تلاش کرنا آسان نہیں ہوتا۔ والدین کی جانب سے مثالی داماد کی تلاش کے باعث لڑکیوں کو کئی مواقع ضائع کرنا پڑتے ہیں، اور وہ مناسب وقت پر شادی کرنے سے محروم رہ جاتی ہیں۔

- **غیر ضروری تاخیر کا نتیجہ**

والدین کی غیر معمولی توقعات اور سماجی دباؤ کی وجہ سے اکثر لڑکیوں کی شادی میں تاخیر ہو جاتی ہے۔ اس تاخیر کے باعث خواتین میں بے چینی، دباؤ، اور شادی سے گریز کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔ وہ اس غیر ضروری دباؤ سے بچنے کے لیے شادی کو مؤخر یا مکمل طور پر رد کر دیتی ہیں، جس کا اثر ان کی زندگی کے دیگر پہلوؤں پر بھی پڑتا ہے۔

- **میڈیا اور جدید طرز زندگی**

عصر حاضر میں کیسے جدید طرز زندگی اور میڈیا پر دکھائے جانے والے مثالی شادیوں کے خواب حقیقی زندگی کی شادیوں کو پیچیدہ اور مشکل بنا دیتے ہیں۔ جدید دور میں میڈیا اور سوشل میڈیا نے شادی کو ایک غیر معمولی خواب بنا دیا ہے، جس میں خوبصورتی، مال و دولت، اور اعلیٰ سماجی معیار کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں، خواتین اور ان کے اہل خانہ حقیقی زندگی کی شادیوں کے فیصلے کرتے وقت ان خیالی تصورات کے زیر اثر آ جاتے ہیں، جو انہیں حقیقت سے دور کر دیتے ہیں۔ میڈیا، خصوصاً ڈرامے، فلمیں اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز شادی کو جس طور پر پیش کرتے ہیں، وہ ایک غیر حقیقی اور مثالی دنیا کی عکاسی کرتا ہے۔ محل نما شادی ہال، مہنگے ملبوسات، قیمتی زیورات، اور پر تکلف تقاریب کو اس انداز سے دکھایا جاتا ہے کہ شادی ایک خوابناک، جادوئی اور پر فیکشن پر مبنی واقعہ محسوس ہونے لگتی ہے۔ نتیجتاً، اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین، جو سوچنے، موازنہ کرنے اور خود تجزیہ کرنے کی زیادہ صلاحیت رکھتی ہیں، حقیقی

---

[1] Sharma, D. "Late Marriage among Muslim Women Increasing." The Milli Gazette, May 2004. 31–32.
[2] Jones, Gavin W. "Changing Marriage Patterns in Asia." Asia Research Institute Working Paper Series No. 131, National University of Singapore, 2010. 12–15.

دنیا کی سادہ اور عملی شادیوں کو کم تر یا غیر قابل قبول سمجھنے لگتی ہیں۔[1]

سوشل میڈیا نے اس اثر کو مزید گہرا کر دیا ہے۔ جب ہر طرف شادی کی تصاویر، ویڈیوز، مہمان نوازی، اور "پرفیکٹ کوپل" کی نمائش دیکھی جاتی ہے تو خواتین اور ان کے اہل خانہ پر ایک نفسیاتی دباؤ جنم لیتا ہے کہ وہ بھی ان معیاروں پر پورا اتریں۔ اس مصنوعی مقابلے کی فضا میں جب مطلوبہ معیار حاصل نہ ہو سکے تو بعض خواتین شادی مؤخر کر دیتی ہیں، یا اس سے دِل برداشتہ ہو کر مکمل طور پر گریز اختیار کر لیتی ہیں۔[2]

یوں میڈیا نہ صرف خواتین کی ازدواجی ترجیحات کو متاثر کر رہا ہے بلکہ شادی جیسے فطری اور دینی عمل کو ایک **مہنگا، نمائشی اور خوفزدہ کر دینے والا تجربہ** بنا رہا ہے، جو براہِ راست شادی سے گریز کے رجحان کو جنم دیتا ہے۔

2. شادی کے خوابناک تصور اور حقیقت کے درمیان فرق

میڈیا پر دکھائے جانے والے خوابناک شادیوں اور حقیقی زندگی کی شادیوں کے درمیان واضح فرق ہوتا ہے۔ میڈیا اور سوشل میڈیا پر دکھائی جانے والی شادیوں میں ہر چیز خوبصورتی اور عیش و آرام سے بھرپور ہوتی ہے، جبکہ حقیقی زندگی میں شادی ایک عملی اور ذمہ داریوں پر مبنی فریضہ ہوتا ہے۔ خواتین ان دونوں کے درمیان فرق کو سمجھنے میں دشواری محسوس کرتی ہیں، اور میڈیا پر دکھائے جانے والے مثالی شادی کے خواب انہیں حقیقت سے دور کر دیتے ہیں۔ اس فرق کی وجہ سے خواتین شادی کو ایک پیچیدہ اور مشکل کام سمجھنے لگتی ہیں۔[3]

سوشل میڈیا نے شادی کو ایک مقابلے کی شکل دے دی ہے، جس میں لوگ اپنی شادی کو دوسروں سے بہتر اور زیادہ شان و شوکت والی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس مقابلے بازی کی فضا میں خواتین اور ان کے اہل خانہ بھی اس دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں، اور وہ شادی کو ایک مالیاتی اور سماجی بوجھ سمجھنے لگتے ہیں۔ اس دباؤ کے تحت شادی کو مؤخر کرنا یا شادی سے گریز کرنا ایک عام رویہ بنتا جا رہا ہے۔

3. مثالی شادی کے خوابوں کی حقیقت سے دوری

شادی ایک سماجی ذمہ داری ہے جس میں مختلف مشکلات اور چیلنجز پیش آتے ہیں۔ لیکن جب خواتین مثالی شادی کے خوابوں میں کھو جاتی ہیں تو وہ حقیقی زندگی کی مشکلات کو نظر انداز کرتی ہیں۔ اس دوری کے باعث خواتین شادی کو ایک مشکل اور غیر ضروری عمل سمجھتی ہیں، اور وہ اس عمل سے گریز کرنے لگتی ہیں۔[4]

---

[1] Sharma, D. "Late Marriage among Muslim Women Increasing." The Milli Gazette, May 2004. 33.

[2] Jones, Gavin W. "Changing Marriage Patterns in Asia." Asia Research Institute Working Paper Series No. 131, National University of Singapore, 2010. 11–12.

[3] علی، زاہد۔ "پاکستانی معاشرے میں تاخیر سے شادیوں کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ۔" الایضاح، جلد 37، شمارہ 2(2019):45-60

[4] Sharma, D. "Late Marriage among Muslim Women Increasing." The Milli Gazette, May 2004. 40–41.

شادی کی نمائش کا منفی اثر یہ ہے کہ لوگوں میں شادی کے بارے میں غیر حقیقی توقعات پیدا ہو جاتی ہیں۔ وہ یہ سوچنے لگتے ہیں کہ شادی صرف ایک بڑے تقریب کا نام ہے، جس میں دولت اور شان و شوکت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اس نمائش کا اثر یہ ہوتا ہے کہ خواتین شادی کو ایک مالیاتی بوجھ سمجھنے لگتی ہیں، اور وہ اپنی شادی کو ایک عام اور سادہ تقریب کے طور پر دیکھنے کے بجائے اسے مؤخر کرنے کا فیصلہ کرتی ہیں [1]۔

جدید طرز زندگی کے اثرات کی وجہ سے خواتین میں حقیقت پسندانہ توقعات کی کمی ہوتی جا رہی ہے۔ وہ شادی کو ایک عام اور عملی فریضہ کے بجائے ایک خاص معیار کے مطابق دیکھنے لگتی ہیں، جس کا حاصل کرنا اکثر ممکن نہیں ہوتا۔ اس کے باعث شادی میں تاخیر اور گریز کے رجحانات پیدا ہوتے ہیں۔

4. معاشی مسائل اور بے روزگاری

جو خواتین اور ان کے خاندانوں کو شادی سے گریز یا تاخیر پر مجبور کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں معاشی مسائل جیسے مہنگائی، بے روزگاری، اور مالیاتی عدم استحکام نے شادی کے فیصلے کو پیچیدہ بنا دیا ہے۔ [2] یہ عوامل نہ صرف خاندانوں پر مالیاتی بوجھ ڈالتے ہیں بلکہ خواتین کو بھی اپنے کیریئر اور مستقبل کی فکر میں مبتلا کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ شادی کو ایک ثانوی حیثیت دے دیتی ہیں۔

- **مہنگائی کا اثر**

مہنگائی کا بڑھتا ہوا رجحان خواتین اور ان کے خاندانوں کو شادی کے فیصلے میں تاخیر کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ شادی ایک اہم سماجی فریضہ ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی اس پر ہونے والے مالیاتی اخراجات کا بوجھ بھی کافی زیادہ ہوتا ہے۔ مہنگائی کی وجہ سے روزمرہ کی ضروریات پوری کرنا مشکل ہوتا جا رہا ہے، اور خاندانوں کے پاس اتنے وسائل نہیں ہوتے کہ وہ شادی جیسی بڑی تقریب کے لیے سرمایہ اکٹھا کر سکیں۔ شادی کے اخراجات میں شامل دلہن کا لباس، زیورات، مہمانوں کی دعوت، شادی ہال کا کرایہ، اور دیگر اخراجات کی وجہ سے والدین اور خواتین دونوں ہی شادی کے معاملے میں پس و پیش کرتے ہیں۔ [3]

- **بے روزگاری کا دباؤ**

بے روزگاری ایک بڑا مسئلہ ہے جو شادی کے فیصلے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جب خاندانوں میں مرد یا

---

[1] علی، زاہد۔ "پاکستانی معاشرے میں تاخیر سے شادیوں کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ۔" الایضاح، جلد 37، شمارہ 2(2019):45

[2] Jones, Gavin W. "Changing Marriage Patterns in Asia." Asia Research Institute Working Paper Series No. 131, National University of Singapore, 2010. 12–15.

[3] Abid, Shumaila اور Bisma Ejaz.“Development and Validation of Determinants of Marriage Delay Scale for Women in Pakistan.” Annals of Social Sciences and Perspective 5, no. 2 (جولائی– دسمبر 2024):335–349۔

خواتین روزگار سے محروم ہوتے ہیں تو انہیں مالیاتی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بے روزگار افراد کے پاس شادی کے اخراجات اٹھانے کی سکت نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے شادی میں تاخیر یا اس سے گریز عام ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ، بے روزگاری کی وجہ سے خواتین بھی اپنے کیریئر کی تلاش میں ہوتی ہیں، اور وہ چاہتی ہیں کہ پہلے اپنے لیے ایک مستحکم مالیاتی بنیاد فراہم کریں، تاکہ شادی کے بعد بھی مالی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ [1]

- **مالیاتی عدم استحکام**

مالیاتی عدم استحکام بھی شادی کے فیصلے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ بہت سے خاندان مالیاتی طور پر غیر مستحکم ہوتے ہیں، اور انہیں یہ خدشہ ہوتا ہے کہ شادی کے بعد ان کی مالی حالت مزید خراب ہو سکتی ہے۔ اس عدم استحکام کی وجہ سے خاندان اور خواتین دونوں شادی کو مؤخر کر دیتے ہیں، تاکہ پہلے مالی حالت بہتر ہو جائے اور پھر شادی کے بارے میں سوچا جائے۔ [2] خواتین بھی اس مالیاتی عدم استحکام کے پیش نظر شادی سے گریز کرتی ہیں، کیونکہ انہیں یہ فکر ہوتی ہے کہ شادی کے بعد مالی مشکلات ان کے تعلقات پر منفی اثرات ڈال سکتی ہیں۔

- **خواتین کی خود مختاری اور مالیاتی تحفظ**

موجودہ دور میں خواتین کی خود مختاری اور مالیاتی تحفظ کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ بہت سی خواتین اپنے مالی تحفظ کے لیے تعلیم حاصل کرتی ہیں اور کیریئر بنانے کی کوشش کرتی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ شادی سے پہلے مالی طور پر خود مختار ہو جائیں تاکہ شادی کے بعد انہیں مالیاتی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس کے نتیجے میں، وہ شادی کو مؤخر کر دیتی ہیں اور کیریئر اور مالی تحفظ کو اپنی پہلی ترجیح بناتی ہیں۔ [3] یہ سوچ انہیں شادی کے عمل سے دور کر دیتی ہے اور وہ اپنی خود مختاری کو برقرار رکھنا چاہتی ہیں۔ اسی طرح خاندانوں پر بھی معاشی دباؤ ہوتا ہے، اور وہ شادی کے اخراجات کی فکر میں مبتلا ہوتے ہیں۔ والدین کو یہ خدشہ ہوتا ہے کہ شادی کے بعد ان کی بیٹی کو مالی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے، اسی لیے وہ اس بات کو یقینی بنانا چاہتے ہیں کہ پہلے ان کی بیٹی کے پاس ایک مضبوط مالیاتی بنیاد ہو۔ [4] اسی طرح، شادی کے دوران ہونے والے مالیاتی بوجھ جیسے جہیز، مہنگے تحائف، اور تقریب کے اخراجات والدین کے لیے ایک بڑا مسئلہ بن جاتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ شادی میں تاخیر کرتے ہیں۔

---

[1] علی، زاہد۔ "پاکستانی معاشرے میں تاخیر سے شادیوں کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ۔" الایضاح، جلد 37، شمارہ 2(2019):45-60

[2] رشید، آمنہ، اور ڈاکٹر فائزہ خلیل۔ "شادی سے گریز کے رجحانات: پاکستانی شہری خواتین کے معاشرتی رویے کا تجزیہ۔" جامعہ کراچی جرنل برائے سوشل ریسرچ 28، شمارہ 3(2020):89-105۔

[3] افتخار، حرا، اور اقرا بشیر۔ "اسلامی نقطہ نظر سے شادی میں تاخیر: پاکستان میں ایک نظریاتی مطالعہ۔" اسلامک اسٹڈیز جرنل، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی 59، شمارہ 1(2022):117-132۔

[4] علی، زاہد۔ "پاکستانی معاشرے میں تاخیر سے شادیوں کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ۔" الایضاح، جلد 37، شمارہ 2(2019):45-60

بہت سے خاندانوں کو شادی کے لیے قرض لیناپڑتا ہے، اور یہ ایک بڑامالیاتی بوجھ ہوتا ہے۔ قرضوں کا دباؤ خاندانوں کو مجبور کرتا ہے کہ وہ شادی کے فیصلے میں احتیاط برتیں، کیونکہ شادی کے بعد قرضوں کی واپسی ایک بڑی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ اسی لیے بہت سے خاندان قرضے لینے کے بجائے شادی کو مؤخر کر دیتے ہیں، تاکہ پہلے مالی حالت بہتر ہو اور پھر شادی کا اہتمام کیا جائے۔

- **مالیاتی توقعات اور شادی کا معیار**

بعض اوقات خاندان اور خواتین کے مالیاتی توقعات بھی شادی میں تاخیر کا باعث بنتی ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ شادی کا معیار بہت بلند ہو اور اس کے لیے مالی وسائل بھی موجود ہوں۔ اس توقع کی وجہ سے وہ اس وقت تک شادی کے فیصلے کو مؤخر کرتے ہیں جب تک ان کے مالی وسائل اس معیار کے مطابق نہ ہو جائیں۔ یہ توقعات بھی شادی میں تاخیر کا ایک اہم سبب بنتی ہیں۔ [1]

5. پروفیشنل ترقی اور شادی میں تاخیر

خواتین کی پروفیشنل ترقی بھی شادی میں تاخیر کا سبب بنتی ہے۔ موجودہ دور میں خواتین اپنے کیریئر کو زیادہ اہمیت دیتی ہیں اور پروفیشنل ترقی کو ترجیح دیتی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ پہلے اپنے کیریئر میں کامیابی حاصل کریں اور مالی طور پر مستحکم ہو جائیں، تاکہ شادی کے بعد انہیں کوئی مالیاتی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس وجہ سے وہ شادی کو ایک ثانوی حیثیت دے دیتی ہیں اور اپنی پروفیشنل ترجیحات کو اولین درجہ دیتی ہیں۔ [2]

6. ثقافتی فرق اور طبقاتی تفریق

ثقافتی اختلافات اور سماجی رسم و رواج شادی کے عمل میں نمایاں رکاوٹیں بنتے ہیں۔ مختلف طبقات اور ثقافتوں کے مابین موجود یہ فرق اس بات کا تعین کرتا ہے کہ کس طرح کی شادی کو ترجیح دی جائے گی۔ کچھ طبقات میں شادی کی تقریبات کو زیادہ رسم و رواج کے ساتھ منانے کا رواج ہے، جب کہ دیگر میں سادگی کو اہمیت دی جاتی ہے۔ یہ فرق خاندانوں کے درمیان مسائل پیدا کر سکتا ہے، جس کی وجہ سے رشتے طے کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔

خاندان طبقاتی حیثیت کو مد نظر رکھتے ہوئے رشتہ ڈھونڈتے ہیں۔ جب ایک خاندان اپنی بیٹی کے لیے ایک اعلیٰ طبقے کا رشتہ چاہتا ہے تو اس تلاش میں طویل وقت لگ جاتا ہے۔ یہ سماجی توقعات اور طبقاتی دباؤ شادی کے عمل میں مزید تاخیر کا سبب بنتے ہیں۔

---

[1] Physical, Mental, and Psychological Effects and Disadvantages of Delayed Marriage on Pakistani Women, Their Solution in the Light of Quran and Sunnah".Journal of Semitic Religions 2, no. 2 (2023).

[2] الندا، د. فرحاد اللہ، اور د. فضل عمر۔ "پاکستانی معاشرے میں تاخیر سے شادیوں کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ۔" Al-Idah 34, no. 1 (جولائی 2017): 85–97.

اس عنوان کے تحت ہم ان ثقافتی اور طبقاتی فرق کا جائزہ لیں گے جو معاشرت میں شادی کے حوالے سے مسائل پیدا کرتے ہیں۔ مختلف ثقافتوں اور طبقوں سے تعلق رکھنے والے افراد کی شادی کے معاملات پر مختلف اثرات ہوتے ہیں، جو خواتین کو شادی کے فیصلے میں تاخیر کرنے یا گریز کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اس قسم کی تفریق نہ صرف رشتوں کی تشکیل میں مشکلات پیدا کرتی ہے بلکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے لیے مناسب رشتے کی تلاش میں بھی رکاوٹ بنتی ہے۔[1]

- **ثقافتی اختلافات کا اثر**

ثقافتی اختلافات کی وجہ سے خاندانوں میں رشتوں کے حوالے سے مختلف رویے پائے جاتے ہیں۔ بعض ثقافتوں میں خواتین کی آزادی اور خود مختاری کو ترجیح دی جاتی ہے جبکہ دیگر ثقافتوں میں روایتی اصول وضوابط اہم سمجھے جاتے ہیں۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین ایسی ثقافت میں رشتہ طے کرنے سے گریز کرتی ہیں جہاں ان کی خود مختاری یا آزادی کو کم اہمیت دی جاتی ہو۔

طبقاتی تفریق بھی شادی کے فیصلے پر اثرانداز ہوتی ہے۔ مختلف معاشرتی طبقات کے خاندان اپنی مالی حالت، معیارِ زندگی اور طرزِ فکر کے مطابق رشتہ تلاش کرتے ہیں۔ خواتین کو یہ فکر لاحق ہوتی ہے کہ اگر وہ اپنے طبقے سے نیچے یا اوپر کے کسی طبقے میں شادی کریں گی، تو انہیں سماجی یا مالی مسائل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اس تفریق کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین اکثر شادی میں تاخیر کرتی ہیں۔[2]

- **رشتے کے معیار کے حوالے سے توقعات**

اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین اپنی سماجی حیثیت کو برقرار رکھنا چاہتی ہیں۔ طبقاتی تفریق کی وجہ سے انہیں یہ خدشہ ہوتا ہے کہ شادی کے بعد ان کی سماجی حیثیت متاثر ہو سکتی ہے۔ اسی وجہ سے وہ ایسے خاندانوں میں رشتہ طے کرنے سے گریز کرتی ہیں جہاں ان کی تعلیمی یا سماجی حیثیت کو کم اہمیت دی جاتی ہو۔[3]

ثقافتی اور طبقاتی فرق کی وجہ سے رشتے کے معیار کے حوالے سے توقعات بھی بڑھ جاتی ہیں۔ خواتین اور ان

---

[1] خان، مفتی محمد التماس، عطاءاللہ، اور عبداللہ منصور۔ "شادی میں تاخیر کے پاکستانی خواتین پر ذہنی، جسمانی اور نفسیاتی اثرات اور نقصانات، قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا حل: Physical, Mental, and Psychological Effects and Disadvantages of Delayed Marriage on Pakistani Women, Their Solution in the Light of Quran and Sunnah".Journal of Semitic Religions 2, no. 2 (2023).

[2] Khubaib, Muhammad, Syed Bacha Agha, and Sabeen Akber. "Delayed marriage in pakistan and its impacts on society: a critical study in the light of seerah of the prophet (PBUH)." The Scholar Islamic Academic Research Journal 6, no. 1 (2020): 163-188.

[3] خان، مفتی محمد التماس، عطاءاللہ، اور عبداللہ منصور۔ "شادی میں تاخیر کے پاکستانی خواتین پر ذہنی، جسمانی اور نفسیاتی اثرات اور نقصانات، قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا حل: Physical, Mental, and Psychological Effects and Disadvantages of Delayed Marriage on Pakistani Women, Their Solution in the Light of Quran and Sunnah".Journal of Semitic Religions 2, no. 2 (2023).

کے خاندان یہ چاہتے ہیں کہ ان کی شادی ایسے خاندان میں ہو جو ان کے معیار اور سماجی حیثیت کے مطابق ہو۔ یہ بلند توقعات شادی کے فیصلے میں تاخیر کا باعث بنتی ہیں، کیونکہ مناسب رشتے کا حصول مشکل ہو جاتا ہے۔ [1]

خلاصہ

خواتین میں شادی سے گریز کے رجحان کے پیچھے کئی سماجی، معاشی، ثقافتی، اور نفسیاتی عوامل کارفرما ہیں، جو ان کے لیے شادی کے عمل کو مشکل اور پیچیدہ بنا دیتے ہیں۔ معاشرتی دباؤ اور رسومات، جیسے مہنگی شادی کی تقریبات، جہیز کے تقاضے، طبقاتی فرق، اور عمر کی پابندیاں، خواتین اور ان کے والدین پر غیر ضروری بوجھ ڈالتی ہیں، جس کے نتیجے میں وہ شادی کو مؤخر کرنے یا اس سے گریز کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ تعلیم اور پروفیشنل ترجیحات بھی ایک اہم وجہ ہیں، جہاں خواتین اعلیٰ تعلیم اور کیریئر کو ترجیح دیتے ہوئے شادی کو ثانوی حیثیت دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ، مہنگائی، بے روزگاری، اور مالیاتی عدم استحکام جیسی معاشی مشکلات بھی شادی کے اخراجات کو ناقابل برداشت بنا دیتی ہیں، جس کی وجہ سے شادی میں تاخیر یا گریز کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ ثقافتی اور طبقاتی فرق بھی خواتین کی شادی کے فیصلے پر اثرانداز ہوتا ہے، کیونکہ مختلف سماجی طبقات اور رسم و رواج کی وجہ سے رشتے کی تلاش مزید مشکل ہو جاتی ہے۔ مزید برآں، میڈیا اور سوشل میڈیا پر دکھائے جانے والے خیالی اور مثالی شادیوں کے تصورات حقیقت سے دور ہوتے ہیں، جو خواتین میں غیر حقیقی توقعات پیدا کرتے ہیں اور شادی کو ایک مشکل کام بنا دیتے ہیں۔

---

[1] Mirza, Shahnaz".Changing Trends in the Marriage Patterns of Educated Pakistani Women".Pakistan Journal of Gender Studies 24 (2021): 45–66.

فصل دوم:

خواتین میں شادی سے گریز کے محرکات

شادی سے گریز کے رجحان کو صرف ایک انفرادی رویہ سمجھنا اس مسئلے کی اصل گہرائی کو نظرانداز کرنے کے مترادف ہے۔ درحقیقت، یہ رجحان متعدد سماجی، نفسیاتی، معاشی، ثقافتی اور تعلیمی عوامل کا مرکب ہے، جنہوں نے آج کی خواتین کی ازدواجی ترجیحات میں واضح تبدیلی پیدا کی ہے۔ ایک جانب جہاں جدید تعلیم نے خواتین کو شعور، خود اعتمادی، اور آزادیِ فکر عطا کی ہے، وہیں دوسری طرف بدلتے ہوئے سماجی رویے، خاندانی نظام کی پیچیدگیاں، اور رشتہ داریوں میں درپیش چیلنجز نے انہیں شادی کے فیصلے پر سنجیدگی سے غور کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ بعض خواتین شادی کو ایک رکاوٹ کے طور پر دیکھتی ہیں جو ان کے کیریئر، ذاتی آزادی، یا زندگی کے دیگر اہداف کی راہ میں حائل ہو سکتی ہے، جب کہ بعض دیگر خواتین کے ذہنوں میں شادی کے بعد پیش آنے والی ذمہ داریوں، گھریلو جھگڑوں، اور خواتین پر مسلط روایتی کرداروں کا خوف پایا جاتا ہے۔

اس رجحان کو مزید پیچیدہ بنانے والا عنصر یہ ہے کہ بہت سی خواتین ذاتی سطح پر ایسے نفسیاتی تجربات یا ماضی کی تلخ یادوں کا شکار ہوتی ہیں جن کی بنیاد پر وہ شادی سے ہچکچاتی ہیں۔ مثلاً والدین کے درمیان جھگڑے، طلاق، یا کسی قریبی کی ازدواجی ناکامی کا اثر ان کے ذہن پر اتنا گہرا ہوتا ہے کہ وہ خود کو شادی کے قابل یا اس کے لیے موزوں محسوس نہیں کرتیں۔ دوسری طرف، معاشرے کی طرف سے "مثالی بہو" یا "فرماں بردار بیوی" جیسی غیر حقیقی توقعات بھی انہیں پریشانی میں مبتلا کر دیتی ہیں، خاص طور پر جب ان کا مزاج یا نظریہ ان روایتی سانچوں میں فٹ نہ آتا ہو۔

لہٰذا، شادی سے گریز کا یہ رویہ محض ایک وقتی رجحان نہیں بلکہ ایک سنجیدہ معاشرتی مظہر ہے، جس کے اسباب کو گہرائی سے سمجھنے اور ان پر سائنسی، دینی، سماجی اور نفسیاتی بنیادوں پر تحقیق کرنے کی ضرورت ہے۔ اس حصے میں ہم ان تمام اہم محرکات کا تفصیل سے تجزیہ کریں گے جو تعلیم یافتہ خواتین کو شادی سے گریز کی طرف مائل کرتے ہیں، تاکہ ایک وسیع اور جامع فہم حاصل کی جا سکے۔

1. شادی کے متعلق منفی تجربات یا خوف

شادی کا تصور اکثر خواتین کے لیے خوشی اور تکمیلِ ذات کا پیغام نہیں بلکہ خوف، اضطراب اور غیر یقینی کی علامت بن چکا ہے۔ یہ خوف محض خیالی نہیں بلکہ اس کی بنیاد ان حقیقی مشاہدات اور تجربات پر ہوتی ہے جن کا سامنا انہوں نے اپنے قریب ترین ماحول میں کیا ہوتا ہے۔

• خاندانی ازدواجی مسائل کا مشاہدہ

بہت سی خواتین خود شادی شدہ نہ ہونے کے باوجود، والدین، بہن بھائیوں یا قریبی رشتہ داروں کی ازدواجی زندگیوں میں مسلسل تنازعات، اختلافات، اور تلخیوں کی گواہ ہوتی ہیں۔ جب ایک لڑکی اپنے بچپن سے ہی والدین کے درمیان جھگڑے، عدم اعتماد، اور بے سکونی کا ماحول دیکھتی ہے، تو وہ فطری طور پر یہ تصور کر لیتی ہے کہ ازدواجی زندگی سراسر کشمکش اور اذیت کا نام ہے۔

ایسے خاندانی ماحول میں پلنے والی لڑکیاں لاشعوری طور پر شادی سے گریز کرنے لگتی ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک شادی محض قربانی، برداشت اور رنجشوں کا تسلسل بن جاتی ہے۔ یہ رویہ نفسیاتی طور پر "کلاسیکل کنڈیشنگ" (Classical Conditioning) کی مثال پیش کرتا ہے، جہاں انسان ماضی کے منفی تجربے کو آئندہ ممکنہ صورتِ حال سے وابستہ کر لیتا ہے۔[1]

• ازدواجی تشدد کا مشاہدہ

ازدواجی تعلقات میں جسمانی، جذباتی، یا مالیاتی تشدد کا مشاہدہ بھی خواتین کے دل میں شادی سے متعلق گہرے خدشات اور منفی خیالات پیدا کرتا ہے۔ جب کوئی عورت دیکھتی ہے کہ اس کی والدہ، بہن، یا دوست ازدواجی زندگی میں تشدد، بے اعتنائی یا تحقیر کا شکار ہیں، تو وہ غیر ارادی طور پر یہی سوچنے لگتی ہے کہ شادی ایک غیر محفوظ بندھن ہے، جس میں عورت کو ہر حال میں دباؤ اور ظلم کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اس حوالے سے سوشل میڈیا، ڈراموں اور خبروں کا کردار بھی ناقابلِ انکار ہے، جہاں خواتین کی مظلومیت کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے۔ ان مشاہدات کی وجہ سے بہت سی خواتین اپنے ذہن میں شادی کو **"تشدد کا خطرناک دائرہ "** تصور کرنے لگتی ہیں اور تحفظ کی خاطر شادی سے دوری اختیار کرتی ہیں۔[2]

یہ مشاہدات ان کے ذہن میں شادی کو ایک ایسا رشتہ بنا دیتے ہیں جس میں عورت کو جبر و تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسی خواتین کے لیے شادی کا فیصلہ ایک خطرناک اور ناپسندیدہ قدم بن جاتا ہے۔ وہ یہ سوچنے لگتی ہیں کہ شادی کے بعد ان کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جا سکتا ہے اور اس خوف کے تحت وہ شادی سے کنارہ کشی اختیار کر لیتی ہیں۔

---

[1] Khubaib, Muhammad, Syed Bacha Agha, and Sabeen Akber. "Delayed marriage in pakistan and its impacts on society: a critical study in the light of seerah of the prophet (PBUH)." The Scholar Islamic Academic Research Journal 6, no. 1 (2020): 163-188.

[2] زبیر، نور فاطمہ، اور سیدہ مہوش کاظمی۔ "شادی سے گریز اور خاندانی دباؤ: تعلیم یافتہ خواتین کا نکتہ نظر۔" وومن اسٹڈیز جرنل آف پاکستان 12، شمارہ 2 (2019): 8-66.

غیر یقینی جذباتی مستقبل کا خوف

کچھ خواتین کو شادی کے بعد اپنے جذباتی اور نفسیاتی مستقبل کے بارے میں خدشات لاحق ہوتے ہیں۔ انہیں ڈر ہوتا ہے کہ شادی کے بعد وہ اپنے شوہر کے ساتھ جذباتی تعلقات قائم نہیں کر پائیں گی یا ان کے جذباتی مسائل کا حل نہ نکلے گا۔ یہ خواتین اکثر اپنی ذاتی زندگی میں جذباتی عدم استحکام کا شکار رہتی ہیں اور انہیں ڈر ہوتا ہے کہ شادی سے ان کی مشکلات میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔[1]

یہ خوف اس بات پر مبنی ہوتا ہے کہ انہیں اپنے جذباتی مسائل کے لیے کوئی حل نظر نہیں آتا اور وہ سوچتی ہیں کہ شادی اس بات کا علاج نہیں بلکہ مزید پیچیدگیاں پیدا کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شادی کے فیصلے کو ٹال دیتی ہیں یا اس سے گریز کرتی ہیں۔

2. خود مختاری اور آزادانہ زندگی کی خواہش

کئی خواتین میں آزادانہ زندگی گزارنے کی خواہش شدت اختیار کر چکی ہے۔ وہ اپنی زندگی کے فیصلے خود کرنے اور اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کی خواہشمند ہوتی ہیں۔ وہ یہ سمجھتی ہیں کہ شادی کے بعد انہیں اپنی زندگی کے کئی پہلوؤں پر سمجھوتہ کرنا پڑے گا، جیسے کہ کیریئر، ذاتی ترجیحات، یا روزمرہ کے معاملات میں آزادی۔

آزادانہ زندگی کا یہ تصور ان کی شخصیت کا حصہ بن جاتا ہے اور وہ شادی کے ادارے کو اس آزادی کے لیے ایک ممکنہ رکاوٹ سمجھتی ہیں۔ ان کے نزدیک شادی کرنے کا مطلب اپنی ذاتی خود مختاری کو کھونا ہے، جس کی بنا پر وہ شادی سے دوری اختیار کرتی ہیں۔ معاشرے میں ایسے خیالات کو میڈیا اور مغربی طرز زندگی کے اثرات نے مزید تقویت دی ہے، جہاں انفرادی آزادی کو بنیادی اہمیت دی جاتی ہے۔[2]

بہت سی اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے لیے خود مختاری اور ذاتی فیصلوں پر مکمل اختیار ایک بنیادی قدر کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کے ہر اہم معاملے، جیسے تعلیم، کیریئر، طرزِ زندگی، نقل و حرکت، اور سماجی روابط کے حوالے سے خود فیصلے کرنا چاہتی ہیں۔ ان کے نزدیک خود مختاری صرف ایک ذہنی یا نظریاتی تصور نہیں، بلکہ ایک عملی حقیقت ہے جسے وہ اپنی آزادی، وقار، اور خود اعتمادی کی بنیاد سمجھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شادی کو بعض اوقات ایک ایسا بندھن تصور کرتی ہیں جو ان کی آزادی کو محدود کر سکتا ہے۔ ان کے ذہن میں یہ خدشہ ہوتا ہے کہ شادی کے بعد ان کی

---

[1] احمد، نوشین۔ "پاکستانی معاشرے میں شادی میں تاخیر: تعلیمی اور پیشہ ورانہ ترجیحات کا تجزیہ۔" پاکستان جرنل آف سوشل سائنسز 39، شمارہ 2 (2022): 145-160

[2] Relationship Between Communication Patterns and Distress Tolerance: The Mediating Role of Family Emotional Atmosphere in a Sample of Married Women." Alzahra Journal, 2024, 10.

زندگی کے بڑے فیصلے کسی اور کے اختیار میں چلے جائیں گے، اور انہیں شوہر یا سسرال کے فیصلوں کے تابع ہونا پڑے گا۔[1]

یہ خدشہ صرف ذاتی اختیارات تک محدود نہیں ہوتا، بلکہ مالی خود مختاری بھی اس میں شامل ہوتی ہے۔ ایسی خواتین جو خود کمار ہی ہوتی ہیں اور مالی طور پر خود کفیل ہوتی ہیں، وہ اپنی آمدنی اور وسائل پر مکمل اختیار رکھنا چاہتی ہیں۔ ان کے لیے مالی آزادی، ذاتی آزادی سے جڑی ہوئی ہوتی ہے۔ انہیں یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ شادی کے بعد نہ صرف انہیں اپنی کمائی دوسروں کے مشورے یا حکم سے خرچ کرنی پڑے گی، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ان پر خرچ کرنے یا کمائی روکنے جیسے سماجی یا گھریلو دباؤ ڈالے جائیں۔ ان عوامل کے باعث وہ یہ محسوس کرتی ہیں کہ شادی ان کے آزادانہ طرزِ زندگی، ذاتی فیصلوں کے اختیار، اور مالی خود مختاری کے لیے ایک ممکنہ خطرہ بن سکتی ہے۔[2] یہی احساس اکثر انہیں شادی کے فیصلے سے دور رکھتا ہے اور وہ اپنے انفرادی وجود اور خود ارادیت کو ترجیح دیتے ہوئے غیر شادی شدہ زندگی کو زیادہ محفوظ اور قابلِ قبول سمجھتی ہیں۔

- **کیریئر اور پروفیشنل زندگی میں استحکام**

بعض خواتین کیریئر میں ترقی اور پروفیشنل زندگی میں کامیابی کو اپنی اولین ترجیح سمجھتی ہیں۔ وہ یہ خیال کرتی ہیں کہ شادی کرنے سے ان کی پروفیشنل زندگی میں رکاوٹیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ وہ شادی کو ایک ایسا رشتہ سمجھتی ہیں جس میں انہیں اپنے کیریئر یا کام میں توازن پیدا کرنا پڑے گا، اور شاید انہیں کچھ مواقع قربان بھی کرنے پڑیں گے۔[3]
یہ خواتین اپنے کیریئر میں استحکام اور ترقی کو ترجیح دیتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ شادی کی ذمہ داریاں ان کے کیریئر کے لیے مسائل پیدا کر سکتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں وہ اپنی پروفیشنل زندگی میں مزید ترقی کرنے کی خواہش میں شادی کے فیصلے سے گریز کرتی ہیں تاکہ وہ اپنی پروفیشنل ذمہ داریوں کو بغیر کسی رکاوٹ کے پورا کر سکیں۔

- **سماجی توقعات سے بغاوت**

[1] خان، مفتی محمد التماس، عطاءاللہ، اور عبداللہ منصور۔ "شادی میں تاخیر کے پاکستانی خواتین پر ذہنی، جسمانی اور نفسیاتی اثرات اور نقصانات، قرآن و سنت کی روشنی میں ان کا حل: Physical, Mental, and Psychological Effects and Disadvantages of Delayed Marriage on Pakistani Women, Their Solution in the Light of Quran and Sunnah" Journal of Semitic Religions 2, no. 2 (2023).

[2] Relationship Between Communication Patterns and Distress Tolerance: The Mediating Role of Family Emotional Atmosphere in a Sample of Married Women." Alzahra Journal, 2024, 10.

[3] رشید، آمنہ، اور ڈاکٹر فائزہ خلیل۔ "شادی سے گریز کے رجحانات: پاکستانی شہری خواتین کے معاشرتی رویے کا تجزیہ۔" جامعہ کراچی جرنل برائے سوشل ریسرچ 28، شمارہ 3(2020):89-105۔

کچھ خواتین معاشرتی روایات اور توقعات سے بغاوت کرتے ہوئے اپنی خود مختاری کو برقرار رکھنا چاہتی ہیں۔ وہ یہ محسوس کرتی ہیں کہ شادی کے بعد انہیں ایک خاص قسم کے سماجی کردار میں ڈھلنا ہوگا جس میں ان کے فیصلوں پر معاشرتی دباؤ کا اثر ہوگا۔

یہ خواتین سمجھتی ہیں کہ شادی کرنے سے انہیں اپنے خوابوں، اہداف اور ذاتی ترجیحات پر سمجھوتہ کرنا پڑے گا۔[1] وہ شادی کو ایک معاشرتی فرض کے طور پر دیکھتی ہیں جس کے ساتھ بہت سی روایات اور پابندیاں وابستہ ہوتی ہیں، اور اس لیے وہ ان روایات سے بچنے کے لیے شادی کے بجائے آزادانہ زندگی گزارنے کو ترجیح دیتی ہیں۔

- **شخصی عدم اعتمادی یا کمی کا احساس**

کچھ خواتین میں خود اعتمادی کی کمی یا اپنے آپ کو دوسروں کے برابر نہ سمجھنے کا احساس شدت اختیار کر لیتا ہے، جس کی وجہ سے وہ خود کو شادی کے قابل نہیں سمجھتیں۔[2] یہ احساسات مختلف وجوہات سے پیدا ہو سکتے ہیں، جیسے سماجی دباؤ، ذاتی تجربات، یا معاشرتی معیارات کے مطابق اپنی ذات کی ناپسندیدگی۔

- **ظاہری خوبصورتی اور جسمانی معیارات**

معاشرے میں خوبصورتی کے بارے میں سخت معیارات کا رواج خواتین کو اپنی ظاہری شکل و صورت کے بارے میں منفی خیالات میں مبتلا کر دیتا ہے۔ وہ سمجھتی ہیں کہ اگر وہ ان معیارات پر پورا نہیں اتریں گی، تو ان کی شادی میں مشکلات پیش آئیں گی یا ان کا رشتہ کامیاب نہیں ہو پائے گا۔ بعض اوقات خواتین خود کو معاشرتی خوبصورتی کے پیمانے پر پرکھ کر کمتر محسوس کرتی ہیں[3]، اور یہ احساس شادی سے گریز کا باعث بنتا ہے۔

- **تعلیمی اور پروفیشنل کامیابیوں کا دباؤ**

کچھ خواتین تعلیمی یا پروفیشنل میدان میں مطلوبہ کامیابیاں حاصل نہ کرنے کی صورت میں خود کو ناکام تصور کرنے لگتی ہیں۔ وہ یہ سوچتی ہیں کہ جب تک وہ اپنی تعلیم یا کیریئر میں مکمل کامیابی حاصل نہیں کر لیتیں، وہ شادی کے لیے موزوں نہیں ہیں۔[4] اس سوچ کی وجہ سے وہ اپنی ذات کو مسلسل کمتر محسوس کرتی ہیں، اور یہ خود اعتمادی کی کمی

---

[1] افتخار، حرا، اور اقرا بشیر۔ "اسلامی نقطہ نظر سے شادی میں تاخیر: پاکستان میں ایک نظریاتی مطالعہ۔" اسلامک اسٹڈیز جرنل، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی 59، شمارہ 1(2022):117-132۔

[2] علی، زاہد۔ "پاکستانی معاشرے میں تاخیر سے شادیوں کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ۔" الایضاح، جلد 37، شمارہ 2(2019):45-60۔

[3] رشید، آمنہ، اور ڈاکٹر فائزہ خلیل۔ "شادی سے گریز کے رجحانات: پاکستانی شہری خواتین کے معاشرتی رویے کا تجزیہ۔" جامعہ کراچی جرنل برائے سوشل ریسرچ 28، شمارہ 3(2020):89-105۔

[4] زبیر، نور فاطمہ، اور سیدہ مہوش کاظمی۔ "شادی سے گریز اور خاندانی دباؤ: تعلیم یافتہ خواتین کا نکتہ نظر۔" ویمن اسٹڈیز جرنل آف پاکستان 12، شمارہ 2 (2019):66-81۔

شادی سے گریز کا باعث بنتی ہے۔

- **ماضی کے ناکام تعلقات**

بعض خواتین نے ماضی میں ایسے تعلقات کا سامنا کیا ہوتا ہے جہاں انہیں ناکامی یا مسترد کیے جانے کا سامنا کرنا پڑا ہو۔اس کے نتیجے میں وہ سمجھتی ہیں کہ شاید وہ محبت یا رشتے کے قابل نہیں ہیں۔[1] یہ تجربات ان کے دل میں شک اور خود سے ناامیدی کے جذبات پیدا کرتے ہیں، اور وہ یہ سوچنے لگتی ہیں کہ دوبارہ شادی کی کوشش کرنا بے معنی ہوگا، کیونکہ انہیں پھر سے ناکامی کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

- **خاندانی اور سماجی دباؤ**

کچھ خواتین اپنے خاندان یا سماج کی جانب سے ملنے والے منفی پیغامات کی وجہ سے اپنی ذات پر اعتماد کھو بیٹھتی ہیں۔انہیں بتایا جاتا ہے کہ وہ خوبصورت نہیں ہیں، یا انہیں اتنی تعلیم یافتہ یا پروفیشنل حیثیت حاصل نہیں ہے کہ وہ ایک مناسب رشتہ ڈھونڈ سکیں۔[2] ایسے حالات میں خواتین اپنی ذاتی صلاحیتوں اور قابلیت پر شک کرنے لگتی ہیں، جس کی وجہ سے وہ خود کو شادی کے لیے مناسب نہیں سمجھتیں۔

- **شخصی خود مختاری کی کمی**

بعض خواتین اپنی زندگی کے تجربات کی بنا پر یہ محسوس کرتی ہیں کہ انہیں اپنی ذات پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ وہ اپنے فیصلے خود کرنے کی صلاحیت سے محروم رہتی ہیں اور انہیں یہ سوچنا مشکل لگتا ہے کہ شادی کے بعد ان کی زندگی پر اور زیادہ کنٹرول ختم ہو جائے گا۔ یہ احساس بھی ان کی شخصیت میں اعتماد کی کمی پیدا کرتا ہے، اور وہ شادی کو ایک مشکل یا ناممکن مرحلہ سمجھنے لگتی ہیں۔

خود اعتمادی کی کمی اور اپنے آپ کو شادی کے قابل نہ سمجھنے کا یہ احساس ان خواتین کو ایک ایسے دائرے میں مقید کر دیتا ہے جہاں وہ اپنی ذات کو بہتر بنانے یا شادی کے فیصلے کے لیے تیار کرنے میں ناکام رہتی ہیں۔[3] یہ اندرونی کمزوریاں انہیں شادی سے گریز کی طرف مائل کرتی ہیں، اور وہ شادی کے عمل کو ایک پیچیدہ اور غیر یقینی مرحلہ سمجھنے لگتی ہیں۔

3. شادی کے بعد کی ذمہ داریوں کا خوف

کچھ خواتین کے اندر شادی کے بعد کی زندگی کی ذمہ داریوں کا خوف ایک اہم محرک بن جاتا ہے جس کی وجہ

---

[1] شادی میں تاخیر کرنے کا گناہ کس پر ہے؟" جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن، 18 مئی 2022۔

[2] ابن رشید، ہارون۔ "تاخیر سے شادی کے منفی نتائج۔" کشمیر عظمیٰ، 26 اکتوبر 2022۔

[3] علی، زاہد۔ "پاکستانی معاشرے میں تاخیر سے شادیوں کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ۔" الایضاح، جلد 37، شمارہ 2 (2019):45-60

سے وہ شادی سے گریز کرتی ہیں۔ اس خوف کی جڑیں مختلف عوامل میں پیوست ہو سکتی ہیں، جیسے گھر کے انتظامات، بچوں کی پرورش، اور ازدواجی زندگی کے تقاضے۔

گھر کے انتظامات کی ذمہ داری شادی کے بعد گھر کی دیکھ بھال اور انتظام کی ذمہ داری اکثر خواتین پر آتی ہے۔ معاشرتی توقعات کے مطابق ایک خاتون کو نہ صرف ایک مثالی بیوی بلکہ ایک اچھی گھریلو خاتون بھی بننا ہوتا ہے۔ گھر کے انتظامات، جیسے روزانہ کے کام، کھانے پکانا، صفائی ستھرائی، اور خاندان کے دیگر افراد کی دیکھ بھال کرنا، بعض خواتین کے لیے بے حد دباؤ کا باعث بن سکتا ہے۔ وہ یہ سوچتی ہیں کہ کیا وہ یہ سب ذمہ داریاں بحسن وخوبی نبھا پائیں گی؟ یہ خیال ان کے دل میں خوف پیدا کر دیتا ہے اور انہیں شادی کے فیصلے سے گریز کرنے پر مائل کر سکتا ہے۔

بچوں کی پرورش اور تربیت کی فکر بچوں کی پرورش اور تربیت ایک اہم ذمہ داری ہے جو شادی کے بعد سامنے آتی ہے۔ خواتین کو یہ فکر لاحق ہو سکتی ہے کہ کیا وہ ایک اچھی ماں بن پائیں گی؟ کیا وہ بچوں کی ضروریات کو سمجھ پائیں گی اور انہیں اچھی تربیت دے سکیں گی؟ یہ سوالات ان کے اندر ایک غیر یقینی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ شادی اور بچوں کی ذمہ داریوں سے خوفزدہ ہو جاتی ہیں۔ بعض اوقات خواتین کو اس بات کا بھی ڈر ہوتا ہے کہ اگر وہ اپنی پروفیشنل زندگی میں مصروف ہوئیں تو بچوں کی پرورش پر کیسے توجہ دے سکیں گی۔ [1]

ازدواجی زندگی اور شوہر کی توقعات ازدواجی تعلق میں شوہر کی توقعات کو پورا کرنا بھی بعض خواتین کے لیے دباؤ کا باعث بنتا ہے۔ شادی کے بعد شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے میں مختلف چیلنجز پیش آ سکتے ہیں، جیسے تعلقات میں سمجھوتے کرنا، شوہر کے جذباتی اور مادی تقاضوں کو پورا کرنا، اور دونوں کے درمیان بہتر تفہیم پیدا کرنا۔ خواتین کو یہ خوف لاحق ہو سکتا ہے کہ کیا وہ ان توقعات پر پورا اتر پائیں گی؟ کیا وہ شوہر کی ضروریات کو سمجھنے اور انہیں پورا کرنے میں کامیاب ہوں گی؟ اس عدم اعتماد کی وجہ سے وہ شادی کو ایک بڑا بوجھ سمجھنے لگتی ہیں۔ [2]

ذاتی وقت اور آزادی کا ختم ہونا شادی کے بعد کی زندگی میں ذاتی وقت اور آزادی کی کمی کا احساس بھی ایک اہم محرک ہوتا ہے۔ بعض خواتین شادی کے بعد اپنی ذاتی زندگی کے خاتمے کا خوف محسوس کرتی ہیں۔ انہیں یہ فکر لاحق ہوتی ہے کہ شادی کے بعد ان کی ترجیحات ثانوی حیثیت اختیار کر جائیں گی، اور انہیں اپنے لیے وقت نکالنا مشکل ہو جائے گا۔ شوہر، بچے اور خاندان کی ضروریات پوری کرنے کے بعد شاید ان کے پاس خود کے لیے کوئی وقت نہ بچے، اور وہ اپنی پسند کی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لے پائیں گی۔ یہ خوف بھی انہیں شادی کے فیصلے سے گریز کرنے پر مجبور کر

---

[1] Buran, G., and BT Acar. "The Effect of Social Emotional Capacities of Infertile Individuals on Their Ability at Coping Strategy and Infertility Stress." TechRxiv Preprints, 2024, 23.

[2] علی، سارہ، اور شائستہ پروین۔ "اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین اور شادی کے فیصلے: لاہور کی خواتین کا سماجی ونفسیاتی مطالعہ۔ "پاکستان سوشیالوجیکل ریویو 5، شمارہ 1 (2021): 33-48۔

سکتا ہے۔[1]

معاشرتی دباؤ اور ناکامی کا خوف کچھ خواتین کو یہ بھی ڈر ہوتا ہے کہ اگر وہ شادی کے بعد کی ذمہ داریوں کو ٹھیک سے نہ نبھا سکیں تو معاشرت میں ان کی عزت پر حرف آ سکتا ہے۔ وہ یہ سوچتی ہیں کہ اگر وہ گھر یا بچوں کی دیکھ بھال میں ناکام رہیں تو ان کے خاندان یا معاشرتی حلقے میں ان کی بدنامی ہو سکتی ہے۔ اس دباؤ کی وجہ سے وہ ازدواجی زندگی کو ایک بڑا چیلنج سمجھنے لگتی ہیں اور اس خوف سے شادی کرنے سے کتراتی ہیں۔[2]

شادی کے بعد کی ذمہ داریوں کا یہ خوف خواتین کے ذہن پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے اور انہیں ازدواجی زندگی کے حوالے سے منفی سوچ اپنانے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اس خوف کی وجہ سے وہ شادی کو ایک بوجھ سمجھنے لگتی ہیں، اور اس سے گریز کرنے کی کوشش کرتی ہیں تاکہ وہ خود کو ممکنہ چیلنجز اور ناکامی سے بچا سکیں۔

4. شادی کو زندگی کی ترجیحات میں شامل نہ کرنا

کچھ خواتین کے لیے زندگی میں ترجیحات کا تعین مختلف ہو سکتا ہے، اور بعض اوقات شادی ان کی زندگی کی اہم ترجیحات میں شامل نہیں ہوتی۔ یہ صورتحال اس وقت پیدا ہوتی ہے جب خواتین اپنی زندگی میں دیگر مقاصد، جیسے تعلیم، کیریئر، یا ذاتی ترقی کو زیادہ اہمیت دیتی ہیں۔ ان کی توجہ خود کی ترقی اور حصول علم پر مرکوز ہوتی ہے، اور وہ شادی کو ایک ذاتی یا معاشرتی ضرورت کے بجائے ایک ثانوی امر سمجھتی ہیں۔[3]

آج کی باشعور اور تعلیم یافتہ خواتین میں ایک نمایاں رجحان یہ دیکھا جا رہا ہے کہ وہ زندگی کے اہم فیصلوں، خصوصاً شادی کے معاملے کو پہلے کی نسبت مختلف زاویے سے دیکھتی ہیں۔ جہاں ماضی میں شادی کو خواتین کی زندگی کا ناگزیر مرحلہ سمجھا جاتا تھا، وہاں اب بہت سی خواتین اسے اپنی ذاتی ترقی، آزادی، اور خود ساختہ زندگی کی راہ میں ممکنہ رکاوٹ کے طور پر محسوس کرتی ہیں۔ ان کے لیے تعلیم اور کیریئر صرف ایک ذریعہ معاش نہیں بلکہ ایک شناخت، خود اعتمادی اور سماجی مقام کا ذریعہ بن چکا ہے۔ چنانچہ وہ تعلیم مکمل کرنے اور پروفیشنل دنیا میں قدم جمانے کو اپنی پہلی ترجیح بناتی ہیں، اور شادی کو ایک بعد از وقت فیصلہ سمجھتی ہیں۔

ان خواتین کی سوچ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ شادی کے بعد زندگی کی ترجیحات اور ذمہ داریاں یکسر تبدیل ہو جاتی ہیں، جس کا اثر ان کی ذاتی دلچسپیوں، شوق، اور ترقیاتی مواقع پر پڑتا ہے۔ لہٰذا، وہ اپنی شخصیت کو

---

[1] احمد، نوشین۔ "پاکستانی معاشرے میں شادی میں تاخیر: تعلیمی اور پیشہ ورانہ ترجیحات کا تجزیہ۔" پاکستان جرنل آف سوشل سائنسز 39، شمارہ 2(2022): 145-160۔

[2] علی، زاہد۔ "پاکستانی معاشرے میں تاخیر سے شادیوں کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ۔" الایضاح، جلد 37، شمارہ 2(2019):45-60۔

[3] افتخار، حرا، اور اقرا بشیر۔ "اسلامی نقطہ نظر سے شادی میں تاخیر: پاکستان میں ایک نظریاتی مطالعہ۔" اسلامک اسٹڈیز جرنل، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی 59، شمارہ 1(2022):117-132۔

نکھارنے، نئے ہنر سیکھنے، اور دنیا کو اپنے انداز میں دیکھنے کی خواہاں ہوتی ہیں، اور انہیں اندیشہ ہوتا ہے کہ شادی کی روایتی ذمہ داریاں ان کے اس سفر کو محدود کر سکتی ہیں۔

مزید برآں، کچھ خواتین خاندانی یا سماجی توقعات کے تحت جلد بازی میں شادی کرنے کو ناپسند کرتی ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ شادی کسی دباؤ یا روایتی رسم کی پیروی میں نہیں بلکہ شعوری اور آزاد فیصلے کے طور پر ہونی چاہیے۔ وہ اپنی زندگی کے فیصلوں میں خود مختار ہونا چاہتی ہیں اور اس آزادی کو برقرار رکھنے کے لیے شادی کو موخر کرتی ہیں یا اس سے گریز کرتی ہیں۔

بعض خواتین کے نزدیک شادی کا عمل وقت طلب اور توانائی سلب کرنے والا مرحلہ محسوس ہوتا ہے، جسے وہ اپنے علمی، پیشہ ورانہ یا تخلیقی اہداف کے لیے رکاوٹ تصور کرتی ہیں۔ ان کے لیے وقت ایک قیمتی اثاثہ ہے، اور وہ اسے ایسی سرگرمیوں میں صرف کرنا چاہتی ہیں جو ان کی ترقی، خودی اور شناخت کو مستحکم کریں۔

یہ تمام محرکات اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ شادی سے گریز کا رجحان محض ذاتی انانیت یا سماجی بغاوت کا اظہار نہیں بلکہ ایک شعوری انتخاب ہے، جو جدید دور کی خواتین کے بدلتے ہوئے رویوں، ترجیحات اور سماجی تناظر کی بھرپور ترجمانی کرتا ہے۔[1]

- **خاندانی یا معاشرتی توقعات سے انکار**

بعض اوقات خواتین پر خاندان یا معاشرت کی طرف سے شادی کے لیے دباؤ ڈالا جاتا ہے، لیکن وہ اس دباؤ کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی زندگی کے مقاصد کو ترجیح دیتی ہیں۔ یہ خواتین شادی کو ایک ضروری ذمہ داری نہیں سمجھتیں بلکہ اسے اپنی آزادانہ زندگی کے فیصلے کے طور پر دیکھتی ہیں۔ وہ اپنی مرضی اور پسند کے مطابق اپنی زندگی گزارنا چاہتی ہیں اور کسی دباؤ یا توقع کے تحت شادی کرنے سے گریز کرتی ہیں۔ ان کے لیے شادی ایک انتخاب ہوتا ہے، نہ کہ زندگی کا مقصد۔[2]

- **خود مختار زندگی گزارنے کی خواہش**

کچھ خواتین میں خود مختاری اور آزادانہ زندگی گزارنے کی شدید خواہش ہوتی ہے۔ وہ اپنی زندگی کے فیصلے خود کرنے اور اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کو ترجیح دیتی ہیں۔ شادی کو وہ ایک ایسا بندھن سمجھتی ہیں جو ان کی آزادی اور خود مختاری کو محدود کر سکتا ہے۔ وہ یہ سوچتی ہیں کہ شادی کے بعد انہیں اپنی زندگی کے فیصلے خود کرنے میں مشکلات

[1] خان، عمارہ۔ "شادی میں تاخیر کے پاکستانی خواتین پر نفسیاتی اثرات۔" دی ٹاک، 26 مئی 2023

[2] احمد، نوشین۔ "پاکستانی معاشرے میں شادی میں تاخیر: تعلیمی اور پیشہ ورانہ ترجیحات کا تجزیہ۔" پاکستان جرنل آف سوشل سائنسز 39، شمارہ 2 (2022): 145۔

پیش آئیں گی اور ان کی آزادی ختم ہو جائے گی۔[1] اس وجہ سے وہ شادی کو اپنی زندگی کی ترجیحات میں شامل نہیں کرتیں اور اپنی آزادانہ زندگی گزارنے پر توجہ مرکوز رکھتی ہیں۔

- **شادی ضیاع وقت سمجھنا**

بعض خواتین شادی کو ایک ایسے کام کے طور پر دیکھتی ہیں جو ان کے دیگر اہم کاموں میں رکاوٹ پیدا کرے گا۔ ان کے لیے شادی ایک طویل مدتی عمل ہے جس کے لیے وقت اور توانائی کی ضرورت ہوتی ہے[2]، اور وہ اس وقت کو اپنی تعلیم، کیریئر، یا دیگر ذاتی مقاصد پر خرچ کرنے کو ترجیح دیتی ہیں۔ وہ یہ سوچتی ہیں کہ اگر وہ شادی کرتی ہیں تو انہیں اپنے دوسرے اہم مقاصد کے لیے وقت نہیں ملے گا، اور وہ اپنی زندگی کے اہداف حاصل نہیں کر پائیں گی۔

5. ذہنی دباؤ یا ڈپریشن

ذہنی دباؤ، اضطراب، اور ڈپریشن جیسے نفسیاتی مسائل خواتین میں زندگی کے مختلف پہلوؤں پر گہرا اثر ڈال سکتے ہیں، جن میں شادی کے بارے میں فیصلے بھی شامل ہیں۔ یہ مسائل نہ صرف ان کی ذہنی اور جسمانی صحت پر اثرانداز ہوتے ہیں بلکہ ان کے لیے زندگی کے اہم معاملات میں درست فیصلہ کرنا بھی مشکل بنا دیتے ہیں۔[3] خواتین جو ذہنی دباؤ یا ڈپریشن کا شکار ہوتی ہیں، ان میں اکثر شادی سے گریز کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ ان کی زندگی میں پہلے سے موجود مشکلات انہیں شادی کے عمل میں شامل ہونے سے روکتی ہیں۔

- **نفسیاتی مسائل اور شادی کا خوف**

ذہنی دباؤ یا ڈپریشن میں مبتلا خواتین کے لیے شادی کا تصور ایک اضافی بوجھ محسوس ہو سکتا ہے۔ وہ پہلے ہی اپنی ذہنی صحت کے مسائل سے نبرد آزما ہوتی ہیں، اور انہیں یہ خوف ہوتا ہے کہ شادی کے بعد ان کی ذمہ داریاں مزید بڑھ جائیں گی، جو ان کے لیے ناقابل برداشت ہو سکتی ہیں[4]۔ اس طرح، وہ یہ تصور کرتی ہیں کہ شادی کے بعد ان کی زندگی میں مزید مشکلات آ جائیں گی، اور یہ ان کی موجودہ نفسیاتی حالت کو مزید بگاڑ سکتی ہے۔ یہ خوف انہیں شادی کے فیصلے سے دور رکھتا ہے اور وہ اس سے بچنے کی کوشش کرتی ہیں۔

- **ذہنی دباؤ کی شدت اور فیصلہ سازی کی صلاحیت**

---

[1] خان، عمارہ۔ "شادی میں تاخیر کے پاکستانی خواتین پر نفسیاتی اثرات۔" دی ٹاک، 26 مئی 2023

[2] زبیر، نور فاطمہ، اور سیدہ مہوش کاظمی۔ "شادی سے گریز اور خاندانی دباؤ: تعلیم یافتہ خواتین کا نکتہ نظر۔" *وومن اسٹڈیز جرنل آف پاکستان* 12، شمارہ 2 (2019):66-81۔

[3] خان، عمارہ۔ "شادی میں تاخیر کے پاکستانی خواتین پر نفسیاتی اثرات۔" دی ٹاک، 26 مئی 2023

[4] Chowdhury, F. I., and F. Trovato. "The Role and Status of Women and the Timing of Marriage in Five Asian Countries." Journal of Comparative Family Studies 25 (1994): 141–142.

ذہنی صحت کی خرابی، خصوصاً ڈپریشن اور اضطراب، خواتین میں شادی سے گریز کے رجحان کو گہرے طور پر متاثر کرتی ہے۔ ایسی خواتین جو شدید ذہنی دباؤ یا ڈپریشن کا شکار ہوتی ہیں، ان کی فیصلہ سازی کی صلاحیت کمزور پڑ جاتی ہے۔ وہ روزمرہ زندگی کے عام معاملات میں بھی واضح اور پُراعتماد فیصلے کرنے سے قاصر ہوتی ہیں، چہ جائیکہ شادی جیسے بڑے اور زندگی بدل دینے والے فیصلے کا سامنا کریں۔ جب ان پر ذمہ داری، سماجی توقعات، اور مستقبل کے خدشات کا بوجھ بڑھتا ہے تو ان کے لیے ازدواجی زندگی کا تصور مزید پیچیدہ اور خوفناک بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اکثر شادی کو غیر معینہ مدت کے لیے مؤخر کر دیتی ہیں یا مکمل طور پر رد کر دیتی ہیں۔ [1]

اسی طرح اضطراب کی کیفیت بھی خواتین میں شادی کے حوالے سے شدید الجھن پیدا کرتی ہے۔ مستقل بے چینی، آئندہ زندگی کے حوالے سے غیر یقینی سوچ، اور نئے ماحول سے مطابقت کی فکر انہیں ذہنی طور پر غیر مستحکم رکھتی ہے۔ وہ شادی کو اضافی بوجھ سمجھنے لگتی ہیں جو ان کے اضطراب کو مزید شدید کر سکتا ہے۔ انہیں یہ ڈر رہتا ہے کہ وہ ازدواجی تعلقات کو بہتر طور پر نہیں نبھا پائیں گی، نئے خاندان میں خود کو قبول نہیں کروا سکیں گی، یا ذمہ داریوں کا بوجھ ان کی ذہنی حالت کو مزید خراب کر دے گا۔ [2]

اس کے ساتھ ساتھ ڈپریشن کی ایک بڑی علامت خوداعتمادی میں کمی بھی ہے، جو خواتین کو یہ یقین ہی نہیں کرنے دیتی کہ وہ ایک اچھی شریک حیات ثابت ہو سکتی ہیں۔ وہ خود کو ناکام، نااہل یا غیر پسندیدہ محسوس کرتی ہیں، اور یہ احساس کہ وہ دوسروں کی توقعات پر پورا نہیں اتر سکیں گی، انہیں شادی کے عمل سے مزید دُور کر دیتا ہے۔ اس ذہنی کیفیت میں وہ خود کو ازدواجی زندگی کے قابل نہیں سمجھتیں، اور یوں وہ شادی سے گریز کو ایک محفوظ راستہ تصور کرنے لگتی ہیں، تاکہ مزید ذہنی دباؤ سے بچ سکیں۔

- **علاج اور مدد کی عدم دستیابی**

کچھ خواتین جو ذہنی دباؤ یا ڈپریشن کا شکار ہوتی ہیں، انہیں مناسب علاج یا مدد میسر نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے ان کی حالت مزید بگڑ جاتی ہے۔ جب انہیں اپنی ذہنی صحت بہتر بنانے کے لیے کوئی مدد نہیں ملتی تو ان کے لیے زندگی کے اہم فیصلے کرنا مزید مشکل ہو جاتا ہے۔ ان میں سے بہت سی خواتین یہ سوچتی ہیں کہ شادی ان کی زندگی میں مزید مسائل پیدا کرے گی، اور وہ اس خیال سے بچنے کی کوشش کرتی ہیں۔ [3]

---

[1] Qian, Zhenchao, and Daniel T. Lichter. "Out-of-Wedlock Childbearing, Marital Prospects, and Mate Selection." Social Forces 84 (2005): 473

[2] Chowdhury, F. I., and F. Trovato. "The Role and Status of Women and the Timing of Marriage in Five Asian Countries." Journal of Comparative Family Studies 25 (1994): 143–147.

[3] Chowdhury, F. I., and F. Trovato. "The Role and Status of Women and the Timing of Marriage in Five Asian Countries." Journal of Comparative Family Studies 25 (1994): 143–144

اس طرح، ذہنی دباؤ اور ڈپریشن جیسے نفسیاتی مسائل خواتین کی شادی کے حوالے سے فیصلوں پر منفی اثر ڈالتے ہیں۔ یہ مسائل انہیں شادی سے دور رکھتے ہیں اور وہ اپنے ذہنی مسائل کی وجہ سے شادی کو ایک مشکل اور پیچیدہ معاملہ سمجھتی ہیں۔

خلاصہ

خواتین میں شادی سے گریز کے محرکات مختلف سماجی، نفسیاتی، اور ذاتی عوامل پر مبنی ہو سکتے ہیں، جو انہیں شادی کے فیصلے سے دور کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ ان محرکات میں شادی کے متعلق ماضی کے منفی تجربات، ازدواجی زندگی میں مشکلات کا خوف، یا خاندانی مسائل کا مشاہدہ شامل ہیں، جن سے خواتین کے دل و دماغ میں شادی کے خلاف منفی تصورات پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح، خود مختاری اور آزادانہ زندگی کی خواہش بھی ایک اہم محرک ہے، جہاں خواتین اپنی آزادی اور خود مختاری کو شادی کے بعد متاثر ہونے کا خدشہ سمجھتی ہیں۔ وہ کیریئر، مالی آزادی، اور ذاتی فیصلوں میں مکمل اختیار کو شادی کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دیتی ہیں۔

مزید برآں، ازدواجی زندگی کی ذمہ داریوں کا خوف، جیسے گھر کے انتظامات، بچوں کی پرورش، اور شوہر کی توقعات، خواتین کو ازدواجی زندگی کو بوجھ سمجھنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس کے علاوہ، تعلیم، کیریئر، اور ذاتی ترقی کی ترجیحات بھی خواتین کو شادی سے گریز کی طرف مائل کرتی ہیں، کیونکہ وہ اپنی زندگی کے دیگر اہم مقاصد کو شادی سے زیادہ اہمیت دیتی ہیں۔ نفسیاتی مسائل، جیسے ذہنی دباؤ، ڈپریشن، یا خوداعتمادی کی کمی بھی خواتین میں شادی کے فیصلے کو مؤخر کرنے یا ترک کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ ان مسائل کی وجہ سے وہ خود کو ازدواجی زندگی کے لیے موزوں نہیں سمجھتیں اور شادی کو مزید مشکلات کا ذریعہ تصور کرتی ہیں۔ ان تمام محرکات کے باعث خواتین شادی کے بجائے اپنی زندگی کے دیگر پہلوؤں پر توجہ مرکوز کرتی ہیں اور ازدواجی زندگی کو اپنے لیے غیر ضروری یا پیچیدہ سمجھتی ہیں۔

باب سوم: خواتین میں شادی سے گریز کے اسباب و محرکات کا شماریاتی تجزیہ

فصل اول: اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین سے سروے اور اس کا تجزیہ

فصل دوم: والدین اور مذہبی سکالرز سے سوالات اور ان کا تجزیہ

باب سوم: خواتین میں شادی سے گریز کے اسباب و محرکات کا شماریاتی تجزیہ

عصرِ حاضر میں **نکاح**، جو کہ اسلامی معاشرے کا ایک مقدس، فطری اور ضروری امر ہے، رفتہ رفتہ جدید معاشی، سماجی، نفسیاتی اور ثقافتی پیچیدگیوں کا شکار ہوتا جارہا ہے۔ بالخصوص **اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین** میں شادی سے گریز یا اس میں غیر معمولی تاخیر کا رجحان، نہ صرف فرد کی نجی زندگی کا معاملہ ہے بلکہ یہ پورے معاشرتی نظام کو متاثر کرنے والا ایک **نیا سماجی پیٹرن** بنتا جارہا ہے۔ یہ رجحان خاندانی ادارے کی مضبوطی، نسلِ انسانی کے تسلسل، اخلاقی نظام کی پائیداری اور اسلامی اقدار کے تحفظ کے لیے ایک **چیلنج** بنتا جارہا ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے **نکاح** محض ایک معاشرتی معاہدہ نہیں بلکہ ایک **دینی اور روحانی فریضہ** ہے، جو فرد اور معاشرے کو فتنہ و فساد، بے راہ روی اور انتشار سے بچانے کا مؤثر ذریعہ ہے۔ قرآن مجید میں نکاح کو سہل اور بابرکت عمل قرار دیا گیا ہے:

"وَمِنْ آيَاتِهِۦٓ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا لِّتَسْكُنُوٓا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً[1]"

"اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کی۔"

حضور نبی کریم ﷺ نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي[2]"

"نکاح میری سنت ہے، اور جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں۔

بد قسمتی سے جدید معاشرے میں نکاح جیسے فطری، دینی اور سماجی عمل کو متعدد سماجی، نفسیاتی اور ثقافتی رکاوٹوں نے غیر ضروری طور پر پیچیدہ بنادیا ہے۔ خاص طور پر اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین ایسے حقیقی و تصوراتی مسائل سے دوچار ہیں جو ان کے لیے شادی جیسے اہم فیصلے کو الجھا دیتے ہیں۔ ان مسائل میں معاشی دباؤ (جیسے مہنگائی، غیر یقینی ملازمتیں، مہنگی رسومات، اور جہیز)، سماجی توقعات (مثالی شوہر، خاندانی معیار)، شخصی آزادی کا تحفظ، میڈیا کے منفی اثرات، نفسیاتی خوف (ناکام شادی، گھریلو تشدد)، اور رشتے کے انتخاب میں طبقاتی تفاوت شامل ہیں۔ یہ تمام عناصر مل کر نہ صرف شادی کے عمل کو غیر متوازن بناتے ہیں بلکہ بعض اوقات خواتین کے اندر نکاح کے بارے میں خوف، بے اعتمادی اور اجتناب کا رویہ بھی پیدا کرتے ہیں۔

یہ مسائل محض نظریاتی یا عمومی شکایات نہیں، بلکہ ان کی جڑیں سماج کے اندر موجود گہرے اور جڑ پکڑتے ہوئے رویوں میں پیوست ہیں۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی تھی کہ ان مسائل کو محض بیان کرنے پر اکتفانہ کیا جائے،

---

[1] الروم، 21

[2] ابن ماجه، ابو عبدالله، السنن، كتاب النكاح، باب ما جاء في فضل النكاح، ج:1،ص:592، ح:1846.حكمه صحيح

بلکہ ان کی اصل نوعیت، شدت، اور اسباب کو جاننے کے لیے **براہِ راست مشاہدہ اور فیلڈ اسٹڈی** کی جائے، تاکہ ایسے نتائج سامنے لائے جا سکیں جو نہ صرف علمی اہمیت کے حامل ہوں بلکہ معاشرتی اصلاح کی بنیاد بھی بن سکیں۔

سروے کا مقصد:

اس باب میں **شماریاتی تجزیے** (Statistical Analysis) پر مبنی تحقیقی مطالعہ درج ذیل مقاصد کے تحت پیش کیا گیا ہے:

1. **معاشی، نفسیاتی، دینی، اور سماجی اسباب** کا تفصیلی جائزہ لینا جو تعلیم یافتہ خواتین کو شادی سے گریز کی طرف مائل کرتے ہیں۔
2. **مختلف زاویوں** سے اس رجحان کو سمجھنے کے لیے تین اہم گروہوں کی آراء اور **مشاہدات** کو جمع کرنا۔ یعنی:
    - اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین
    - والدین و سرپرست
    - مذہبی اسکالرز
3. حاصل شدہ ڈیٹا کو **چارٹس، ٹیبلز، اور گرافکس** کی صورت میں پیش کرنا تاکہ تحقیق کے نتائج کو مقداری (Quantitative) بنیادوں پر بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔
4. **اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان اسباب کا تقابلی جائزہ لینا** اور شادی کے عمل کو سہل، بابرکت، اور قابل قبول بنانے کے لیے **اصلاحی سفارشات** پیش کرنا۔

سروے کا طریقہ کار:

اس باب میں **Mixed Method Approach** کو اپنایا گیا ہے جس میں **Quantitative** اور **Qualitative** دونوں طریقوں کا امتزاج ہے:

- **Close ended Questionnaire:**

اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے لیے سروے فارم تیار کیا گیا تاکہ انفرادی رجحانات اور اسباب کا ڈیٹا حاصل ہو سکے۔

- **Semi-structured Interview:**

اس تحقیق میں والدین و سرپرستوں سے ان کے ذاتی تجربات، ترجیحات، اور شادی سے متعلق سماجی رکاوٹوں کے حوالے سے سوالات کیے گئے، جب کہ مذہبی اسکالرز سے اسلامی تعلیمات، جدید دور کے ازدواجی چیلنجز اور ان کے ممکنہ حل پر مبنی مکالمہ کیا گیا۔ ہر گروہ کے لیے الگ الگ سوالنامے تشکیل دیے گئے تاکہ ہر فریق کی مخصوص بصیرت، زاویہ نگاہ، اور علمی پس منظر کو مد نظر رکھتے ہوئے زمرہ وار تجزیہ ممکن ہو سکے اور مسئلے کو مختلف سماجی، مذہبی اور نفسیاتی پہلوؤں سے جامع انداز میں سمجھا جا سکے۔

سوالنامہ (اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے لیے)

اس باب میں پیش کردہ سوالات ایک باقاعدہ تحقیقی سوالنامے کا حصہ تھے، جو اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین سے کیے گئے، تاکہ شادی سے گریز کے رجحانات کے اسباب و محرکات کا شماریاتی اور تجزیاتی مطالعہ کیا جا سکے۔ یہ سوالات علمی و تحقیقی مقاصد کے لیے مرتب کیے گئے تھے، اور شرکاء کی شناخت کو مکمل رازداری میں رکھا گیا۔ ہر شرکاء سے یہی سوالات کیے گئے تاکہ یکساں ڈیٹا حاصل ہو اور نتائج کا باہم تقابل ممکن ہو سکے۔ **سوالنامے کی مکمل تفصیل ضمیمہ الف (Annex-A) میں منسلک کی گئی ہے۔**

یہ سوالنامہ خواتین میں شادی سے گریز کے رجحان کو متاثر کرنے والے مختلف عوامل کی شناخت اور تجزیہ کے لیے مرتب کیا گیا تھا۔ اس کا مقصد درج ذیل موضوعاتی نکات کا احاطہ کرنا تھا:

1. **کیریئر اور ذاتی ترقی:**
   - آیا تعلیم یافتہ خواتین شادی کے بجائے پیشہ ورانہ ترقی کو ترجیح دیتی ہیں۔
   - ذاتی آزادی اور خود مختاری کے تحفظ کی خواہش کس حد تک فیصلہ سازی پر اثرانداز ہوتی ہے۔
2. **شادی سے وابستہ توقعات اور اقدار:**
   - شادی کے روایتی تقاضے خواتین کے انفرادی عقائد سے کس قدر متصادم ہوتے ہیں۔
3. **نفسیاتی عوامل:**
   - شادی سے متعلقہ ذہنی خوف، عدم تحفظ، یا ذمہ داری کے احساسات کس حد تک شادی سے گریز کی وجہ بن سکتے ہیں۔
4. **مثالی رشتہ کی تلاش:**
   - موزوں یا ہم خیال شریکِ حیات کی عدم دستیابی شادی سے اجتناب کا سبب بنتی ہے یا نہیں۔
5. **طبّی اور جسمانی مسائل:**
   - بانجھ پن، نفسیاتی امراض یا دیگر طبّی رکاوٹیں شادی کے فیصلے پر اثرانداز ہوتی ہیں یا نہیں۔
6. **معاشرتی و معاشی اثرات:**
   - جہیز، طبقاتی فرق، یا معاشی دباؤ کس حد تک رکاوٹ بنتے ہیں۔

7. **میڈیا کا اثر اور سماجی تاثر:**

- فلموں و ڈراموں میں شادی کی منفی تصویر کشی، اور دیگر لوگوں کی ناکام شادیاں کیا تاثر چھوڑتی ہیں۔

اس میں سوالنامے کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے، جس میں تمام شرکاء سے ایک جیسے ترتیب وار سوالات کیے گئے تاکہ معلومات کی معیاری اور یکساں نوعیت کو یقینی بنایا جا سکے۔ یہ طریقہ شماریاتی تجزیے میں سہولت فراہم کرتا ہے اور حاصل شدہ ڈیٹا کو گراف اور ٹیبلز کی شکل میں پیش کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔

سوالنامہ (والدین کے لیے)

یہ سوالنامہ خاص طور پر ان والدین کے لیے ترتیب دیا گیا تھا جن کی بیٹیاں اعلیٰ تعلیم یافتہ تھیں، اور جو ان کی شادی میں تاخیر یا شادی سے گریز جیسے رجحانات سے متاثر تھے۔ ان سوالات کے ذریعے والدین کی آراء، ترجیحات، اور سماجی، معاشی و نفسیاتی عوامل کو جاننے کی کوشش کی گئی جو بیٹی کی شادی کے فیصلے پر اثر انداز ہو سکتے تھے۔ تمام معلومات صرف علمی و تحقیقی مقاصد کے لیے استعمال کی گئیں اور شرکاء کی شناخت کو مکمل رازداری میں رکھا گیا۔ **سوالنامے کی مکمل تفصیل ضمیمہ ب (Annex-B) میں منسلک ہے۔**

اس سوالنامے کا مقصد والدین کے نقطہ نظر سے شادی سے گریز کے اسباب کو سمجھنا تھا، تاکہ یہ جانا جا سکے کہ:

- **رشتہ تلاش کرنے میں مشکلات:**

والدین کس حد تک اس بات سے متفق ہیں کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ بیٹی کے لیے موزوں رشتہ تلاش کرنا مشکل ہوتا ہے، اور کیا طبقاتی فرق یا سماجی معیار اس میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

- **تعلیم اور کیریئر کی ترجیح:**

کیا والدین بیٹی کی تعلیم اور کیریئر کو شادی پر ترجیح دیتے ہیں، اور کیا وہ بیٹی کی خود مختاری و معاشی خود کفالت کو شادی سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔

- **مالی دباؤ اور شادی کی رسومات:**

کیا شادی کی تقریبات کی لاگت والدین کے لیے پریشانی کا باعث بنتی ہے اور آیا یہ بیٹی کی شادی میں تاخیر کا سبب بنتی ہے۔

- **مثالی داماد کی تلاش:**

کیاوالدین ایک مخصوص معیار کے داماد کی تلاش میں ہوتے ہیں،اور کیا یہ تلاش شادی میں تاخیر کا سبب بنتی ہے۔

- **بیٹی کے خواب واہداف:**

کیاوالدین چاہتے ہیں کہ بیٹی شادی سے پہلے اپنے خواب پورے کرے اور کیا انہیں یقین ہے کہ شادی کے بعد وہ ان خوابوں کی تکمیل میں مشکلات کا سامنا کرے گی۔

- **خاندانی اثرات:**

کیاخاندان کے دوسرے افراد کی آراء یا دباؤ بیٹی کی شادی میں تاخیر پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

اس سوالنامے میں بھی **انٹرویو** کی تکنیک استعمال کی گئی ہے، تاکہ تمام والدین سے یکساں سوالات کے ذریعے معیاری اور قابلِ موازنہ ڈیٹا حاصل کیا جا سکے۔ اس طریقے سے حاصل شدہ معلومات کو شماریاتی گراف اور جدولوں کی شکل میں ترتیب دیا جائے گا تاکہ تجزیہ واضح اور مدلل ہو۔

سوالنامہ (مذہبی اسکالرز کے لیے)

یہ سوالنامہ مذہبی اسکالرز کے لیے مرتب کیا گیا تھا، تاکہ اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں شادی سے گریز کے رجحانات، ان کے اسباب، اور موجودہ معاشرتی و ثقافتی عوامل پر ان کی علمی رائے حاصل کی جا سکے۔ اس تحقیقی سروے کا مقصد ان دینی و اصلاحی پہلوؤں کو اجاگر کرنا تھا جو خواتین کی شادی میں حائل رکاوٹوں کے حل میں مؤثر ہو سکتے ہیں۔ تمام معلومات صرف علمی و تحقیقی مقاصد کے لیے استعمال کی گئیں، اور شرکاء کی شناخت کو مکمل رازداری کے ساتھ رکھا گیا۔ **سوالنامے کی مکمل تفصیل ضمیمہ ج (Annex-C) میں منسلک ہے۔**

اس سوالنامے کے ذریعے درج ذیل تحقیقی نکات کا جائزہ لینا مقصود تھا:

- **اسلام میں شادی کی شرعی حیثیت:**

یہ جانچنا کہ مذہبی اسکالرز شادی کو اسلامی نظامِ حیات میں کس درجہ پر رکھتے ہیں، اور ان کے نزدیک یہ زندگی کا فطری اور لازمی تقاضا کیوں ہے۔

- **غیر شرعی رسوم جیسے جہیز:**

جہیز جیسے غیر اسلامی عوامل پر علماء کی رائے معلوم کرنا، اور یہ جاننا کہ یہ کس حد تک اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کی شادی میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

- **شادی کے پیچیدہ مراحل:**

موجودہ معاشرے میں شادی کو غیر ضروری طور پر مشکل بنانے کے اسباب (مثلاً اخراجات، توقعات، سماجی دباؤ) کو علماء کی نظر سے پرکھنا۔

- **خواتین کی ملازمت اور ازدواجی زندگی:**

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں خواتین کی ملازمت اور گھریلو زندگی میں توازن کے امکانات اور حدود کا تجزیہ۔

- **سماجی تفاوت اور طبقاتی رکاوٹیں:**

سماجی و معاشی درجہ بندی کے اثرات پر مذہبی نقطہ نظر سے گفتگو تاکہ سماجی انصاف کی بنیاد پر ممکنہ حل تلاش کیا جا سکے۔

- **مغربی اثرات اور میڈیا کا کردار:**

میڈیا اور مغربی تہذیب کی یلغار کس حد تک اسلامی خاندانی نظام پر اثر انداز ہو رہی ہے اور اس سے نمٹنے کے لیے مذہبی حکمت عملی کی تجویز۔

یہ سوالنامہ اس تحقیقی باب کی ایک کلیدی جہت ہے، جو **اسلامی نقطہ نظر کو سائنسی اور شماریاتی تجزیے کے ساتھ جوڑنے** کی کوشش کرتا ہے تاکہ شادی سے گریز جیسے حساس مسئلے کا دینی و سماجی حل تجویز کیا جا سکے۔

فصل اول:

اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے شادی سے گریز کا رجحان کا شماریاتی تجزیہ

اس فصل کا بنیادی مقصد اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے ان انفرادی، نفسیاتی، سماجی اور معاشی محرکات کو واضح کرنا ہے جو انہیں شادی جیسے فطری، شرعی اور معاشرتی ادارے سے گریز یا تاخیر پر آمادہ کرتے ہیں۔اس مقصد کے تحت سوالنامے اور شماریاتی تجزیے کے ذریعے ان عوامل کو عددی بنیادوں پر جانچنے اور ان کا مدلل تجزیہ پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

جدید دور میں خواتین کی تعلیم، سماجی شعور، اور خود ارادی میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ یہ ارتقاء جہاں ایک جانب خواتین کی خود اعتمادی اور فیصلہ سازی کی صلاحیت کو مضبوط کرتا ہے، وہیں دوسری جانب ازدواجی زندگی کے بارے میں ان کی ترجیحات، توقعات اور رویوں کو بھی تبدیل کر رہا ہے۔ خاص طور پر اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین میں شادی سے گریز یا اس میں تاخیر کا رجحان نہ صرف معاشرتی و نفسیاتی تحقیق کا قابل توجہ موضوع بن چکا ہے بلکہ یہ رجحان دینی، معاشی اور سماجی زاویوں سے بھی بحث و تنقید کا مرکز بنتا جا رہا ہے۔

عصری معاشرے میں خواتین کی بدلتی ہوئی ترجیحات کو سمجھنے کے لیے جرمن ماہرین عمرانیات **اولرش بیک اور الزبتھ بیک۔ گرنشائم** لکھتے ہیں:

"In the individualized society, love and marriage are increasingly seen as choices based on personal fulfillment, not on social obligation or tradition."[1]

"انفرادیت پر مبنی معاشرے میں محبت اور شادی کو اب زیادہ تر ذاتی تسکین اور خود مختاری پر مبنی فیصلے کے طور پر دیکھا جاتا ہے، نہ کہ کسی سماجی فریضے یا روایتی رسم کے طور پر۔"

یہی رجحان پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں بھی خاص طور پر شہری و تعلیم یافتہ طبقات میں دیکھنے کو مل رہا ہے۔ ایک حالیہ مطالعہ کے مطابق:

"Urban educated women in Pakistan increasingly delay marriage as they prioritize career advancement, emotional compatibility, and personal autonomy over traditional timelines."[2]

"پاکستان میں شہری تعلیم یافتہ خواتین اب روایتی شادی کے اوقات سے ہٹ کر شادی میں تاخیر کر رہی ہیں کیونکہ وہ کیریئر میں ترقی، جذباتی ہم آہنگی اور ذاتی خود مختاری کو ترجیح دیتی ہیں۔"

---

[1] Beck, Ulrich, and Elisabeth Beck-Gernsheim. Individualization: Institutionalized Individualism and its Social and Political Consequences. London: Sage Publications, 2002

[2] Haq, Rukhshan, and Aqsa Akram. "Women's Autonomy and Marital Decisions in Urban Pakistan." *Pakistan Journal of Gender Studies* 21, no. 2 (2021): 45–67

یہ بدلتا ہوا رویہ صرف خارجی عوامل کا نتیجہ نہیں بلکہ داخلی شعور و شعورِ ذات کا بھی مظہر ہے۔ معروف سماجی مفکر **گوران تھربورن** لکھتے ہیں:

"Modern education does not merely train the mind, it cultivates the will. For women, it fosters a consciousness of self-worth that challenges subservient roles."[1]

"جدید تعلیم محض ذہن کو تربیت نہیں دیتی بلکہ ارادے کو بھی پختہ کرتی ہے۔ خواتین کے لیے یہ تعلیم ذاتی قدر و وقار کا ایسا شعور پیدا کرتی ہے جو روایتی ماتحت کرداروں کو چیلنج کرتا ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ موجودہ تحقیق میں **"اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین میں شادی سے گریز کے اسباب و محرکات"** کو ایک منظم شماریاتی تجزیے کے ذریعے جانچنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس مقصد کے لیے اسلام آباد اور راولپنڈی کی 150 اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین، 30 والدین اور 20 اسلامی اسکالرز پر مشتمل ایک متنوع نمونہ منتخب کیا گیا تاکہ مختلف زاویوں سے مسئلے کا تجزیہ ممکن ہو سکے۔

تحقیق میں خواتین میں شادی سے گریز کے اسباب اور ان کے پس منظر میں کارفرما عوامل کا شماریاتی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ سوالنامے اور انٹرویوز کے ذریعے جمع کیے گئے ڈیٹا کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ ہر سوال کے ساتھ ایک مکمل تجزیاتی عمل شامل ہو، جس میں شماریاتی جدول، بصری گراف، اور مفصل وضاحت شامل ہے۔

اس مسئلے کی دینی جہت کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن مجید میں شادی کو سکون و رحمت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ نے نکاح کی اہمیت کو یوں بیان فرمایا:

"يا معشر الشباب! من استطاع منكم الباءة فليتزوج، فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج[2]"

"اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہو وہ شادی کر لے، کیونکہ یہ نگاہ نیچی رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کے لیے زیادہ مؤثر ذریعہ ہے۔"

تاہم آج کی تعلیم یافتہ خواتین جب شادی کے رشتے کو صرف دینی فریضہ یا سماجی رسم کے بجائے ذاتی سکون، ہم آہنگی، اور احترامِ ذات کی بنیاد پر دیکھتی ہیں تو ان کے فیصلے میں تبدیلی آتی ہے۔ ماہر عمرانیات **باربرا رِزمین** کے بقول:

"When women are educated and economically independent, they begin to question the institution of marriage and its unequal expectations."[3]

"جب خواتین تعلیم یافتہ اور معاشی طور پر خود مختار ہو جاتی ہیں تو وہ شادی کے ادارے اور اس سے وابستہ غیر مساوی توقعات پر سوال اٹھانا شروع کر دیتی ہیں۔"

---

[1] Göran Therborn, *Between Sex and Power: Family in the World 1900–2000* (London: Routledge, 2004), 265.

2 البخاري ، محمد بن اسماعيل، الجامع الصحيح ، كتاب النكاح، باب من استطاع الباءة فليتزوج،ج:7، ص:3، ح: 5066

[3] Barbara Risman, Gender Vertigo: American Families in Transition (New Haven: Yale University Press, 1998), 89

اس تحقیقی تجزیے میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ کس طرح مختلف سماجی، تعلیمی، انفرادی، مذہبی اور نفسیاتی عوامل شادی سے گریز کے رجحان پر اثرانداز ہو رہے ہیں۔ ہر سوال کے نتیجے کو الگ سے جانچ کر ان عوامل کی شدت اور اہمیت کا تعین کیا گیا ہے تاکہ ایک واضح، غیر جانبدار اور علمی رائے سامنے لائی جا سکے۔ تحقیق کا یہ منظم انداز نہ صرف مسئلے کی پیچیدگی کو اجاگر کرتا ہے بلکہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کے حل کی ممکنہ راہیں بھی فراہم کرتا ہے۔

اس فصل کا بنیادی مقصد خواتین کے ان انفرادی، نفسیاتی، سماجی اور معاشی محرکات کو اجاگر کرنا ہے جو انہیں شادی جیسے فطری اور معاشرتی ادارے سے گریز پر مجبور کرتے ہیں۔ اس ضمن میں سوالنامہ کے ذریعے ان عوامل کو عددی طور پر جانچنے اور ان کا تجزیہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

طریقۂ تحقیق اور سوالنامہ

جیسا کہ ابتدائی ابواب میں وضاحت کی جا چکی ہے، اس تحقیق کا پہلا مرحلہ ایک مقداری مطالعے (Quantitative Study) پر مشتمل ہے، جس میں **اسلام آباد** اور **راولپنڈی** کی اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کو بطور نمونہ شامل کیا گیا۔ اس مرحلے میں خواتین کے ساتھ ساتھ ان کے والدین اور اسلامی اسکالرز کی آراء کو بھی تحقیق کا حصہ بنایا گیا، تاکہ مسئلے کے مختلف سماجی، مذہبی، اور خاندانی پہلوؤں کا ہمہ جہتی تجزیہ ممکن ہو سکے۔

مطلوبہ ڈیٹا اکٹھا کرنے کے لیے **خود وضاحتی سوالنامہ (Self-Administered Questionnaire)** استعمال کیا گیا، جو مقداری تحقیق کا ایک مؤثر اور سائنسی طور پر تسلیم شدہ طریقہ ہے۔ اس سوالنامے میں کل **15 سوالات** شامل تھے، جنہیں دو کلیدی پہلوؤں کے تجزیے کے لیے ترتیب دیا گیا:

1. شادی سے گریز کی **اندرونی (ذاتی/نفسیاتی) وجوہات**
2. شادی سے گریز کے **بیرونی (معاشرتی/معاشی/ثقافتی) عوامل**

سوالات کے جوابات کو **Likert Scale** پر جانچا گیا، جس میں پانچ درجات شامل تھے:

1. شدید متفق
2. متفق
3. غیر جانبدار
4. غیر متفق
5. شدید غیر متفق

سوالنامے میں شامل دیگر معلومات جیسے عمر، تعلیمی میدان، اور پیشہ ورانہ وابستگی بھی شامل کی گئیں، تاکہ مختلف سماجی و پیشہ ورانہ زمروں میں رجحانات کا تجزیہ کیا جا سکے۔

راولپنڈی اور اسلام آباد کو تحقیق کے لیے اس لیے منتخب کیا گیا کہ یہ دونوں شہر نہ صرف پاکستان کے تمام بڑے صوبوں سے آنے والی آبادی کی نمائندگی کرتے ہیں بلکہ ان میں بین الاقوامی اثرات، تعلیمی ادارے، کارپوریٹ کلچر، سفارتی حلقے، اور شہری طرزِ زندگی کے وہ تمام عوامل موجود ہیں جو خواتین کے سماجی شعور، خود ارادیت اور ازدواجی ترجیحات کو متاثر کر سکتے ہیں۔ یہاں اعلیٰ تعلیم یافتہ، متوسط اور بالاتر طبقوں سے تعلق رکھنے والی خواتین کی بڑی تعداد موجود ہے، جو جدید سماجی تحریکات مثلاً **"میرا جسم میری مرضی "** جیسے نعرے اور رجحانات سے متاثر ہو سکتی ہیں۔ ان عوامل کو سمجھنا عصر حاضر کی تحقیق کے لیے ضروری تھا۔

ڈیٹا اکٹھا کرنے کے لیے روایتی ذرائع استعمال کیے گئے تاکہ زیادہ سے زیادہ اور متنوع آراء حاصل کی جا سکیں۔ حاصل شدہ جوابات کا تجزیہ (Statistical Package for the Social Sciences) **SPSS** کے ذریعے کیا گیا۔ ہر سوال کی مناسبت سے جوابات کی درجہ بندی کی گئی، اور ان کے نتائج کو جدولوں اور گرافوں کی صورت میں پیش کیا گیا تاکہ تجزیہ بصری اور سادہ انداز میں قابل فہم ہو۔

ہر سوال کے تجزیے کے آخر میں مختصر مگر جامع **نتائج (Findings)** بھی بیان کیے گئے، جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کس حد تک مخصوص اندرونی یا بیرونی عوامل شادی سے گریز کے رجحان کو تقویت دیتے ہیں۔ اس طرح یہ تحقیقی طریقۂ کار نہ صرف سائنسی اعتبار سے معتبر ہے بلکہ مسئلے کو عددی و تجزیاتی طور پر بھی مؤثر انداز میں واضح کرتا ہے۔

1. "تعلیم یافتہ خواتین کی ایک بڑی تعداد کیریئر کی ترقی کو شادی پر ترجیح دیتی ہے۔ "اس بیان کے حوالے سے شرکاء کی رائے کو جانچنے کے لیے درج ذیل جدول مرتب کی گئی:

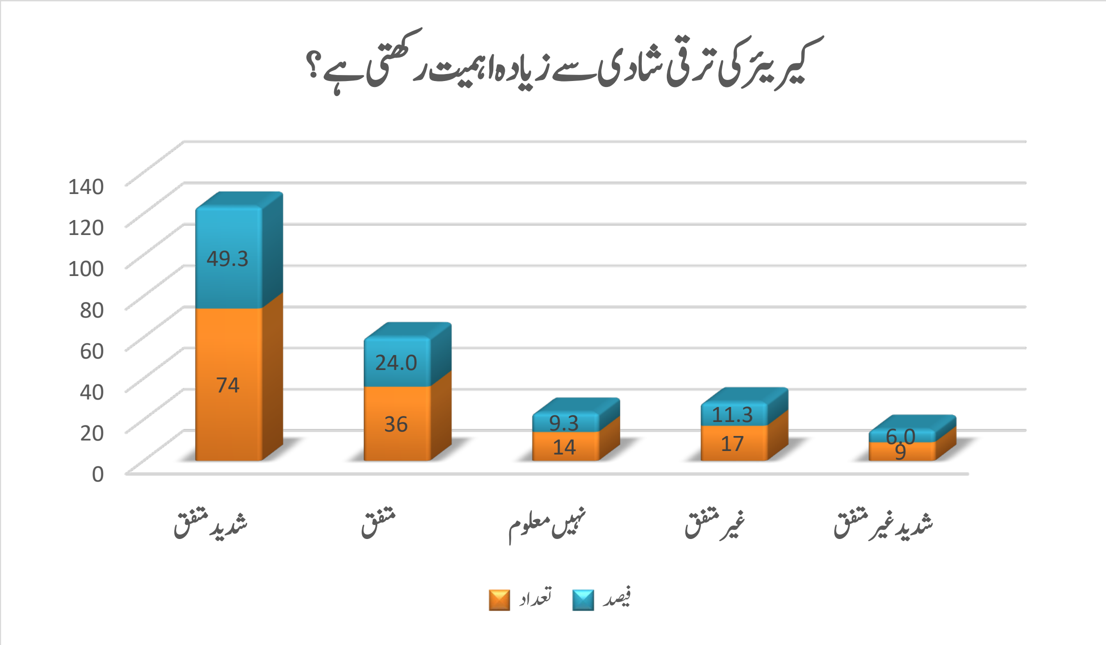

فیصد	تعداد	رائے
49.3	74	شدید متفق
24.0	36	متفق
9.3	14	نہیں معلوم
11.3	17	غیر متفق
6.0	9	شدید غیر متفق

❖ **اکثریت کا رجحان کیریئر کی طرف**

تقریباً **تین چوتھائی (73.3%) خواتین** اس بات سے متفق ہیں کہ ان کے لیے **کیریئر کی ترقی شادی سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔** اس کا مطلب ہے کہ وہ ذاتی خودمختاری، مالی آزادی اور پروفیشنل شناخت کو ترجیح دیتی ہیں۔

❖ **اختلاف کرنے والوں کی اہمیت**

اگرچہ **17.3% خواتین** اس بیان سے اختلاف کرتی ہیں، جو ظاہر کرتا ہے کہ ایک خاص طبقہ اب بھی **روایتی خیالات** رکھتا ہے یا شادی کو زندگی کا لازمی مرحلہ سمجھتا ہے۔

❖ **غیر جانبدار رائے کا مطلب**

9.3% خواتین نے ''نہیں معلوم'' یا غیر جانبدار کا انتخاب کیا، جو یا تو **اس معاملے پر غیر یقینی** کو ظاہر کرتا ہے یا ان کا تجربہ و سوچ ابھی واضح نہیں ہوئی۔

یہ تجزیہ واضح کرتا ہے کہ جدید تعلیم یافتہ خواتین میں **کیریئر کی اہمیت میں اضافہ** ہوا ہے، جو کہ ان کے **شادی کے فیصلوں** پر براہِ راست اثر ڈال رہا ہے۔ تاہم، اختلاف کرنے والے افراد کی موجودگی معاشرتی تنوع اور روایتی اقدار کی بقا کی بھی نشاندہی کرتی ہے۔

2. **"شادی سے وابستہ توقعات خواتین کی ذاتی اقدار یا عقائد سے متصادم ہوتی ہیں۔"** جدید تعلیم یافتہ خواتین کی سوچ میں خودی، آزادی اور ذاتی ترجیحات کی اہمیت بڑھتی جا رہی ہے۔ اس بیان کا مقصد یہ جانچنا تھا کہ آیا شادی سے جُڑی روایتی توقعات ان کی ذاتی اقدار سے ہم آہنگ ہیں یا متضاد۔

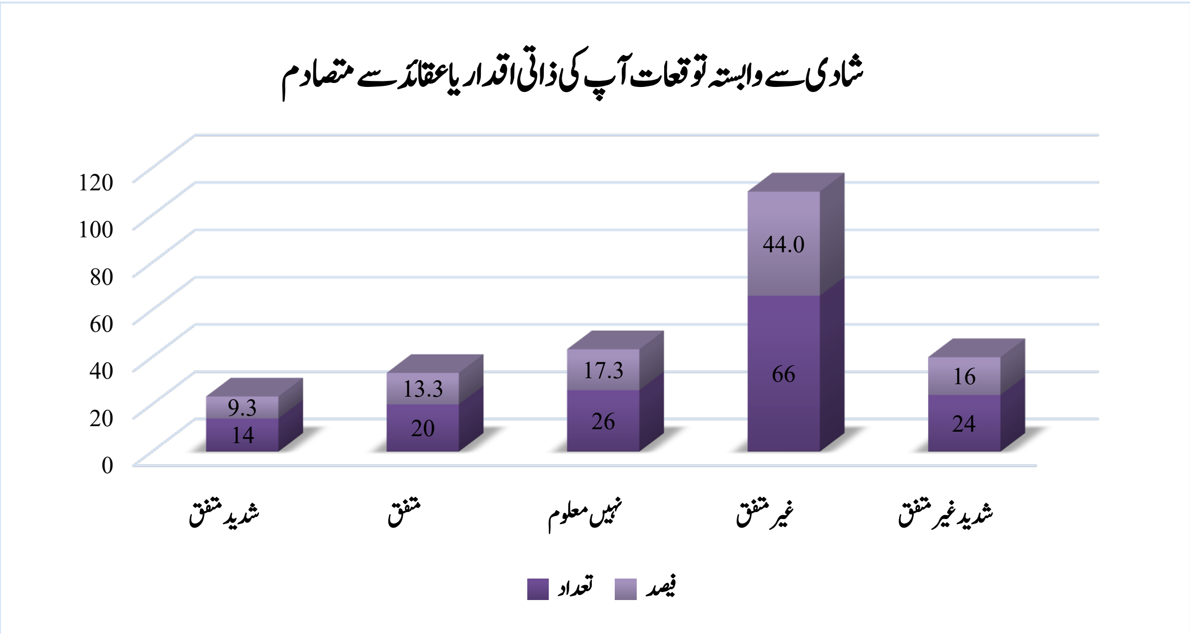

فیصد	تعداد	رائے
9.3	14	شدید متفق
13.3	20	متفق
17.3	26	نہیں معلوم
44.0	66	غیر متفق
16	24	شدید غیر متفق

❖ **زیادہ تر خواتین متفق نہیں:**

60% شرکاء نے واضح طور پر اس بیان سے اختلاف کیا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک شادی کی توقعات ان کی ذاتی اقدار سے متصادم نہیں۔

❖ **کچھ خواتین کا اختلافِ رائے:**

22.6% خواتین نے اس بیان سے اتفاق کیا، جو اس جانب اشارہ کرتا ہے کہ ایک خاص طبقہ شادی سے متعلق توقعات کو ذاتی آزادی اور نظریات کے خلاف سمجھتا ہے۔

❖ **غیر جانبدار رائے:**

17.3% خواتین نے "نہیں معلوم" کا انتخاب کیا، جو اس مسئلے پر ذہنی تذبذب یا بے یقینی کو ظاہر کرتا ہے۔

یہ نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ زیادہ تر خواتین کی رائے میں شادی سے وابستہ توقعات ان کے ذاتی عقائد یا اقدار کے ساتھ متصادم نہیں ہیں۔ تاہم، ایک نمایاں تعداد نے اس بیان سے اتفاق کیا، جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ کچھ خواتین کے لیے شادی کی توقعات ان کے ذاتی خیالات سے متصادم ہو سکتی ہیں۔ غیر جانبدار افراد کی موجودگی اس موضوع پر عمومی ذہنی الجھن کو ظاہر کرتی ہے۔ مجموعی طور پر، یہ تجزیہ واضح کرتا ہے کہ شادی کی توقعات خواتین کے ذاتی خیالات پر محدود اثر ڈالتی ہیں۔

3. **"خواتین شادی سے گریز اس لیے کرتی ہیں تاکہ اپنی ذاتی آزادی اور خود مختاری برقرار رکھ سکیں۔"** جدید تعلیم یافتہ خواتین میں انفرادی خود مختاری اور ذاتی فیصلوں کا رجحان روز بروز بڑھ رہا ہے۔ اس بیان کا مقصد یہ جانچنا تھا کہ کیا ذاتی آزادی کا تحفظ شادی سے گریز کا ایک کلیدی سبب ہے۔

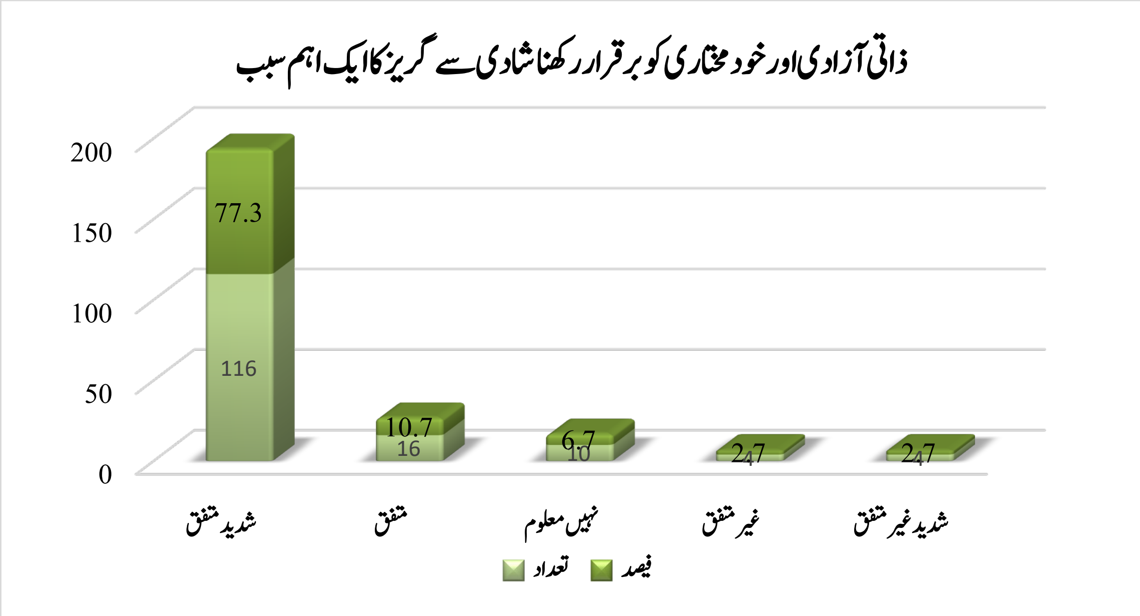

فیصد	تعداد	رائے
77.3	116	شدید متفق
10.7	16	متفق
6.7	10	نہیں معلوم
2.7	4	غیر متفق
2.7	4	شدید غیر متفق

❖ **واضح اکثریت کا اتفاق:**

تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ 88% شرکاء نے ذاتی آزادی اور خود مختاری کو شادی سے گریز کی ایک بنیادی وجہ تسلیم کیا۔ یہ نتیجہ اس رجحان کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خواتین اب اپنی زندگی کے فیصلوں میں آزادی کو مرکزی حیثیت دینا چاہتی ہیں۔

❖ **اختلاف کی معمولی سطح:**

صرف 5.4% افراد نے اس بیان سے اختلاف کیا، جو ظاہر کرتا ہے کہ اس خیال سے انکار کرنے والا طبقہ بہت محدود ہے۔

❖ **غیر جانبدار آراء:**

6.7% خواتین نے "نہیں معلوم" کا انتخاب کیا، جو اس بات کی علامت ہے کہ کچھ افراد ابھی تک اس موضوع پر واضح مؤقف اختیار نہیں کر پائے یا وہ سماجی دباؤ یا ذاتی الجھن کا شکار ہو سکتے ہیں۔

یہ نتائج واضح طور پر اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ خواتین کی اکثریت کے لیے ذاتی آزادی اور خود مختاری ایک اہم عنصر ہے جو شادی سے گریز کے فیصلے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اختلاف کرنے والوں کی قلیل تعداد ظاہر کرتی ہے کہ یہ نظریہ تقریباً تمام افراد میں مقبول ہے، جبکہ غیر جانبدار افراد اس موضوع پر عمومی ذہنی الجھن یا وضاحت کی کمی کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مجموعی طور پر، یہ تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ ذاتی آزادی اور خود مختاری کو برقرار رکھنا خواتین کے شادی کے فیصلوں میں ایک اہم محرک کے طور پر کام کرتا ہے۔

4. **"نفسیاتی خوف اور ذہنی دباؤ شادی سے گریز کا ایک اہم سبب بن چکے ہیں۔"** خواتین کے نفسیاتی اور جذباتی عوامل اکثر اُن کے زندگی کے بڑے فیصلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس سوال کے ذریعے یہ جاننے کی کوشش کی گئی کہ کیا شادی سے متعلقہ خوف، ماضی کے تلخ تجربات، یا ذہنی دباؤ خواتین کو شادی سے دور رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

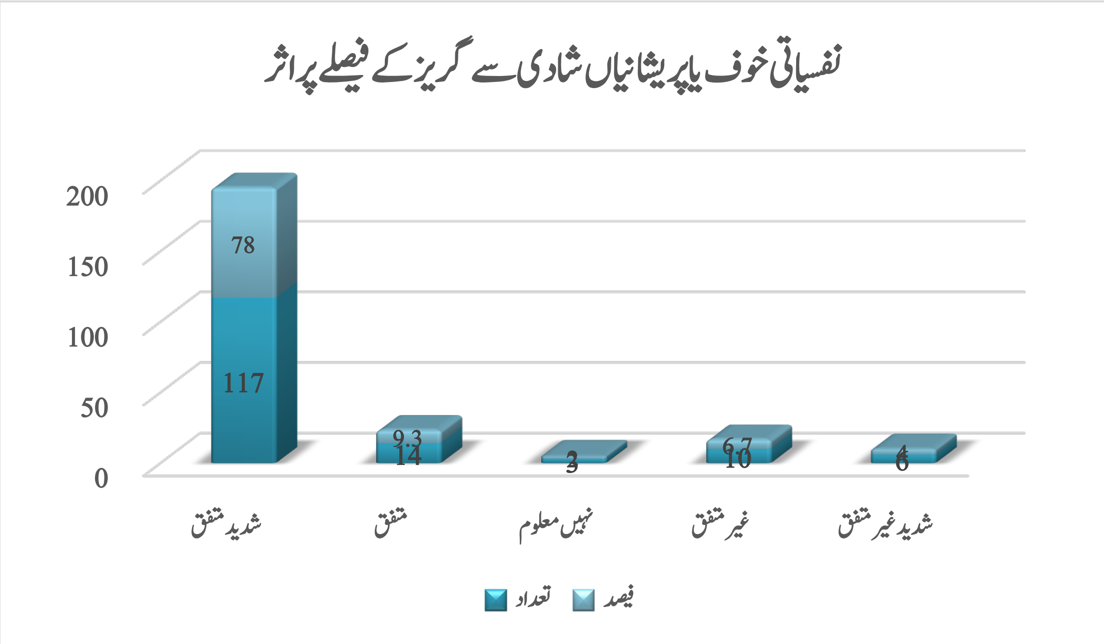

فیصد	تعداد	رائے
78	117	شدید متفق
9.3	14	متفق
2	3	نہیں معلوم
6.7	10	غیر متفق
4	6	شدید غیر متفق

- ❖ 87.3% شرکاء نے **اس** بات سے اتفاق کیا کہ نفسیاتی خوف اور پریشانیاں شادی سے گریز کا ایک مؤثر محرک ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواتین کی ایک بڑی اکثریت ذہنی دباؤ کو ایک سنجیدہ رکاوٹ سمجھتی ہے۔
- ❖ صرف 10.7% شرکاء نے اس **نظریے** سے اختلاف کیا، جو معاشرتی یا مذہبی بنیادوں پر شادی کے حق میں رجحان رکھنے والے طبقے کی نمائندگی کرتا ہے۔
- ❖ 2.0% خواتین نے "نہیں معلوم" کا انتخاب کیا، جو اس موضوع پر فکری الجھن یا ذاتی تجربے کی کمی کو ظاہر کرتا ہے۔

یہ نتائج واضح طور پر اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ نفسیاتی خوف اور پریشانیاں خواتین کے شادی سے گریز کے فیصلے پر گہرے اثرات ڈالتی ہیں۔ اختلاف کرنے والوں کی بہت کم تعداد اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ زیادہ تر افراد نفسیاتی عوامل کے اثر کو تسلیم کرتے ہیں۔ مجموعی طور پر، یہ تجزیہ اس بات کو اجاگر کرتا ہے کہ نفسیاتی خوف اور پریشانیاں خواتین کے شادی سے متعلق فیصلوں میں ایک اہم محرک کے طور پر کام کرتی ہیں۔

5. **"شادی کی ذمہ داریوں کے لیے تیار نہ ہونا شادی سے گریز کا ایک اہم سبب ہے۔"** یہ سوال اس بات کا تجزیہ کرنے کے لیے پیش کیا گیا کہ کیا خواتین شادی سے متعلق ذمہ داریوں (جیسے گھریلو نظم، خاندانی زندگی، بچوں کی پرورش) کے لیے خود کو تیار نہ پانے کی وجہ سے شادی سے گریز کرتی ہیں۔

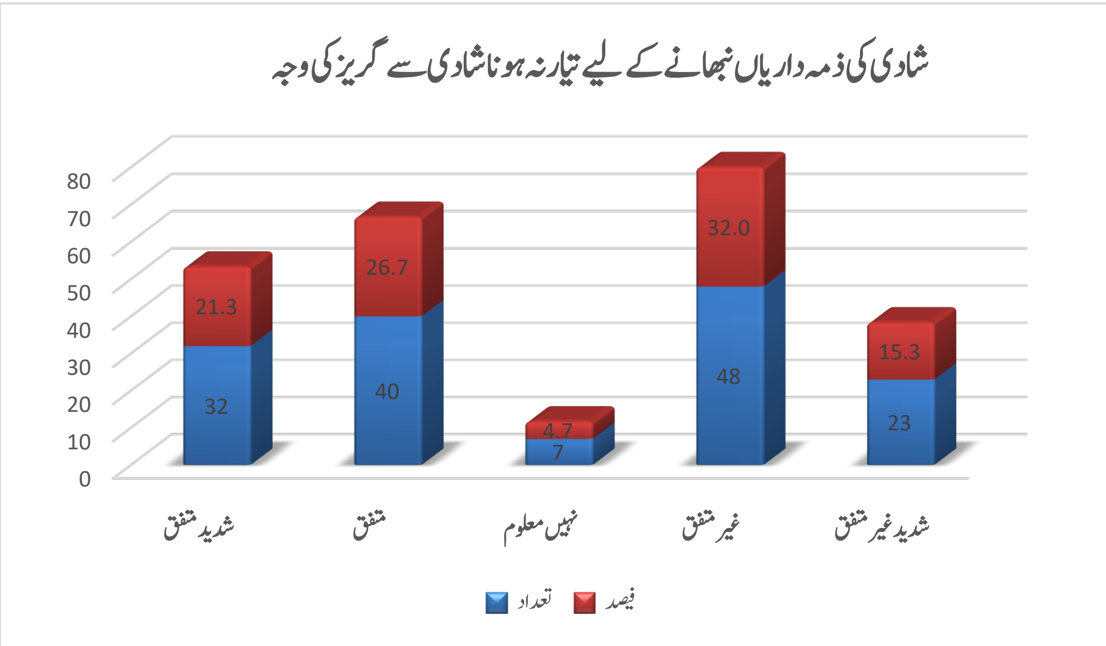

فیصد	تعداد	رائے
21.3	32	شدید متفق
26.7	40	متفق
4.7	7	نہیں معلوم
32.0	48	غیر متفق
15.3	23	شدید غیر متفق

- ❖ مجموعی طور پر رائے تقریباً منقسم ہے **48.0%** — شرکاء نے بیان سے اتفاق کیا، جب کہ **47.3%** نے اختلاف کیا۔ یہ اس بات کا مظہر ہے کہ یہ موضوع واضح اکثریت کے بغیر متنازعہ ہے۔
- ❖ اختلاف کرنے والوں کی نمایاں موجودگی (تقریباً نصف) اس جانب اشارہ کرتی ہے کہ بہت سی خواتین شادی کی ذمہ داریوں سے گریز کو خود پر لاگو نہیں کرتیں یا اسے بنیاد نہیں سمجھتیں۔
- ❖ صرف **4.7%** خواتین نے "نہیں معلوم" کا انتخاب کیا، جو اس موضوع پر ذہنی الجھن یا واضح مؤقف نہ ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔

یہ نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ ایک نمایاں تعداد اس بات سے متفق ہے کہ شادی کی ذمہ داریوں کے لیے عدم تیاری شادی سے گریز کے فیصلے پر اثر انداز ہوتی ہے، لیکن تقریباً نصف افراد اس بیان سے اختلاف کرتے ہیں۔ غیر جانبدار افراد کی موجودگی اس موضوع پر عمومی ذہنی الجھن کی نشاندہی کرتی ہے۔ مجموعی طور پر، یہ تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ شادی کی ذمہ داریوں کے حوالے سے تیاری کی کمی ایک اہم، لیکن متنازعہ، عنصر کے طور پر سامنے آتی ہے۔

6. **مثالی ہمسفر کی تلاش میں ناکامی شادی سے گریز کی ایک اہم وجہ ہے۔**" یہ سوال اس مقصد کے لیے ترتیب دیا گیا کہ یہ جانا جاسکے کہ کیا مثالی شریکِ زندگی کے تصور اور اس کی عدم دستیابی خواتین کے شادی کے فیصلے پر اثر انداز ہوتی ہے۔

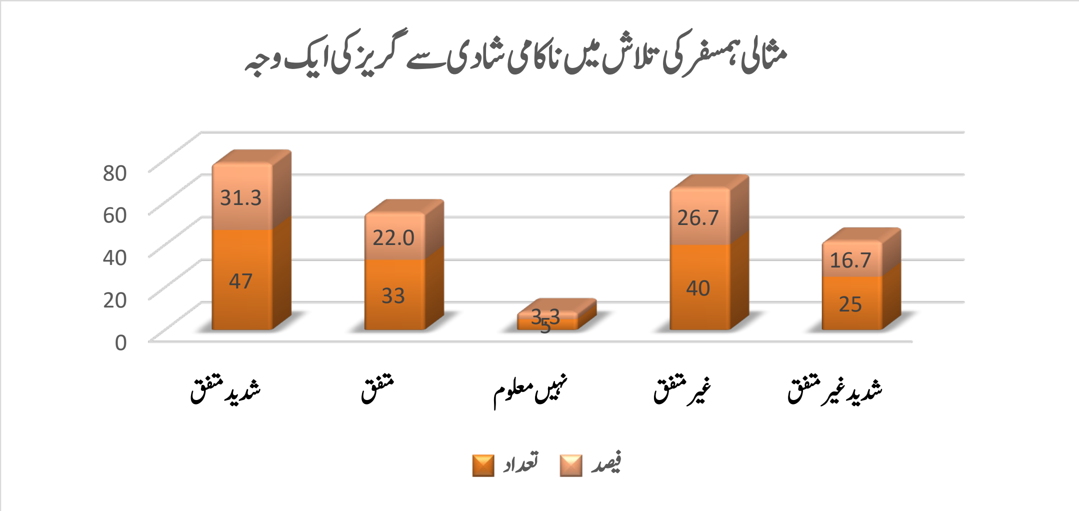

فیصد	تعداد	رائے
31.3	47	شدید متفق
22.0	33	متفق
3.3	5	نہیں معلوم
26.7	40	غیر متفق
16.7	25	شدید غیر متفق

- 53.3% شرکاء اس بات سے متفق ہیں کہ مثالی شریکِ حیات کی تلاش میں ناکامی شادی سے گریز کی ایک ممکنہ وجہ ہو سکتی ہے۔
- 43.4% نے اس بیان سے اختلاف کیا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ بہت سی خواتین اس خیال کو شادی سے گریز کی بنیادی وجہ نہیں سمجھتیں۔
- صرف 3.3% شرکاء نے "نہیں معلوم" کا انتخاب کیا، جو اس بات کی علامت ہے کہ اس موضوع پر اکثریت کا ذہن واضح ہے۔

یہ نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ مثالی ہمسفر کی تلاش میں ناکامی ایک اہم عنصر ہے جو شادی سے گریز کے فیصلے پر اثر انداز ہو سکتی ہے، لیکن ایک نمایاں تعداد اس نقطہ نظر سے اختلاف بھی کرتی ہے۔ یہ اختلاف اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ معاشرتی اور ذاتی توقعات اس موضوع پر متنوع خیالات کو جنم دیتی ہیں۔ مجموعی طور پر، یہ تجزیہ واضح کرتا ہے کہ مثالی ہمسفر کی تلاش ایک اہم، لیکن متنازعہ، مسئلہ ہے جو شادی کے فیصلے پر اثر ڈال سکتا ہے۔

رائے	تعداد	فیصد
شدید متفق	68	45.3
متفق	42	28.0
نہیں معلوم	3	2.0

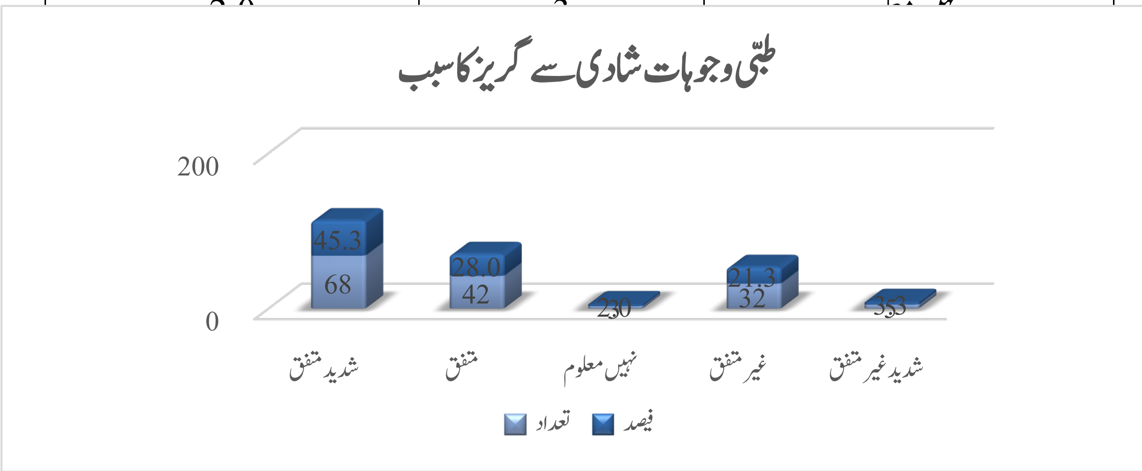

7. **"طبّی وجوہات (جیسے ہارمونی نظام کی خرابی، بانجھ پن، جینیاتی بیماریاں، نفسیاتی مسائل یا دائمی جسمانی کمزوریاں) شادی سے گریز کی ایک اہم وجہ ہو سکتی ہیں۔"** یہ سوال اس مقصد کے تحت شامل کیا گیا تھا کہ آیا جسمانی و ذہنی صحت سے جڑے عوامل خواتین کے شادی کے فیصلوں پر اثرانداز ہو رہے ہیں یا نہیں۔

- ❖ 73.3% خواتین نے طبّی وجوہات کو شادی سے گریز کی ایک ممکنہ وجہ تسلیم کیا، جو اس عنصر کی شدت کو ظاہر کرتا ہے۔
- ❖ 24.6% شرکاء نے اس سے اختلاف کیا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ خواتین طبّی وجوہات کو فیصلہ کن عنصر نہیں سمجھتیں۔
- ❖ صرف 2.0% نے "نہیں معلوم" کا انتخاب کیا، جو عمومی طور پر اس موضوع پر واضح رائے کے موجود ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔

یہ نتائج واضح طور پر اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ طبّی وجوہات شادی سے گریز کے فیصلے میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اختلاف کرنے والوں کی موجودگی یہ ظاہر کرتی ہے کہ کچھ افراد طبّی مسائل کو اس رجحان کا بنیادی سبب نہیں سمجھتے، لیکن مجموعی طور پر، زیادہ تر افراد اس موضوع پر متفق ہیں۔ مجموعی طور پر، یہ تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ طبّی وجوہات کو شادی سے گریز کے اہم عوامل میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

8. **"کیا شادی کے بعد ذاتی آزادی میں کمی کا خدشہ خواتین کے شادی سے گریز کی ایک اہم وجہ ہو سکتا ہے؟"** یہ بیان اس نقطے کو جانچنے کے لیے شامل کیا گیا کہ آیا شادی کے بعد آزادی کے محدود ہونے کا تصور خواتین کے فیصلوں پر اثر انداز ہو رہا ہے یا نہیں۔

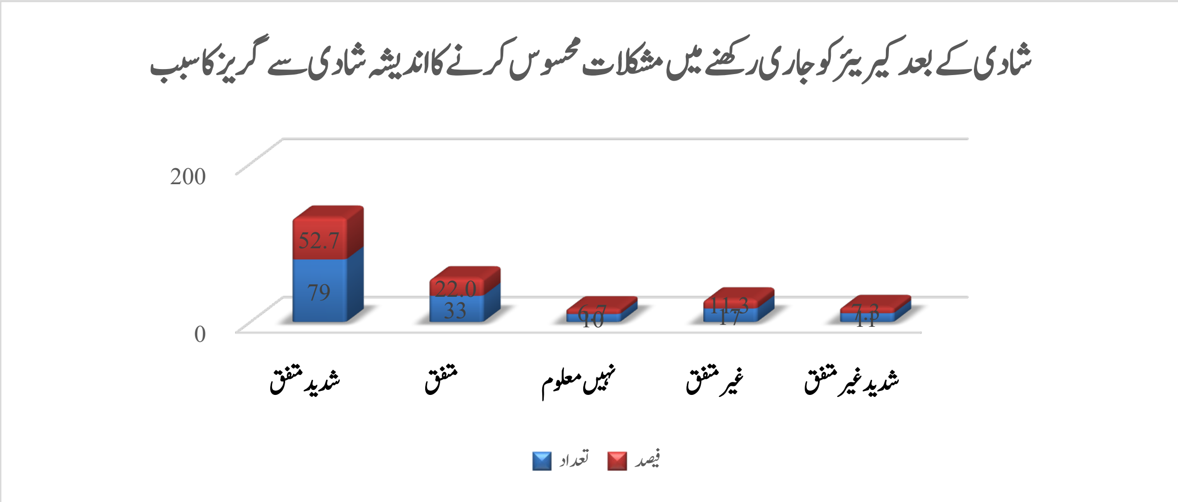

فیصد	تعداد	رائے
52.7	79	شدید متفق
22.0	33	متفق
6.7	10	نہیں معلوم
11.3	17	غیر متفق
7.3	11	شدید غیر متفق

- **76%** شرکاء نے اس خیال سے اتفاق کیا کہ شادی کے بعد ذاتی آزادی محدود ہو سکتی ہے، جو شادی سے گریز کا ایک ممکنہ محرک بن رہا ہے۔
- **17.3%** نے اس سے اختلاف کیا، جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کچھ افراد ذاتی آزادی کو شادی میں رکاوٹ نہیں سمجھتے۔
- **6.7%** نے "نہیں معلوم" کا انتخاب کیا، جو اس موضوع پر ذہنی الجھن یا رائے کی غیر یقینی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے۔

یہ نتائج واضح طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ شادی کے بعد کیریئر کو جاری رکھنے کے حوالے سے خدشات خواتین کے شادی کے فیصلوں پر گہرے اثرات ڈال سکتے ہیں۔ اختلاف کرنے والوں کی موجودگی یہ ظاہر کرتی ہے کہ کچھ افراد ان خدشات کو زیادہ اہم نہیں سمجھتے، لیکن مجموعی طور پر، اکثریت اس نقطہ نظر سے متفق ہے۔ یہ تجزیہ اس بات کو اجاگر کرتا ہے کہ کیریئر کی تسلسل کی خواہش خواتین کے شادی کے فیصلے پر نمایاں اثر ڈال سکتی ہے۔

9. **"کیادوستوں اور رشتہ داروں کے مشورے شادی سے گریز کے فیصلے پر اثر انداز ہوتے ہیں؟"** یہ بیان اس نقطے کو جانچنے کے لیے شامل کیا گیا کہ آیا قریبی حلقے کے مشورے خواتین کے شادی سے متعلق فیصلے میں اثر انداز ہوتے ہیں یا نہیں۔

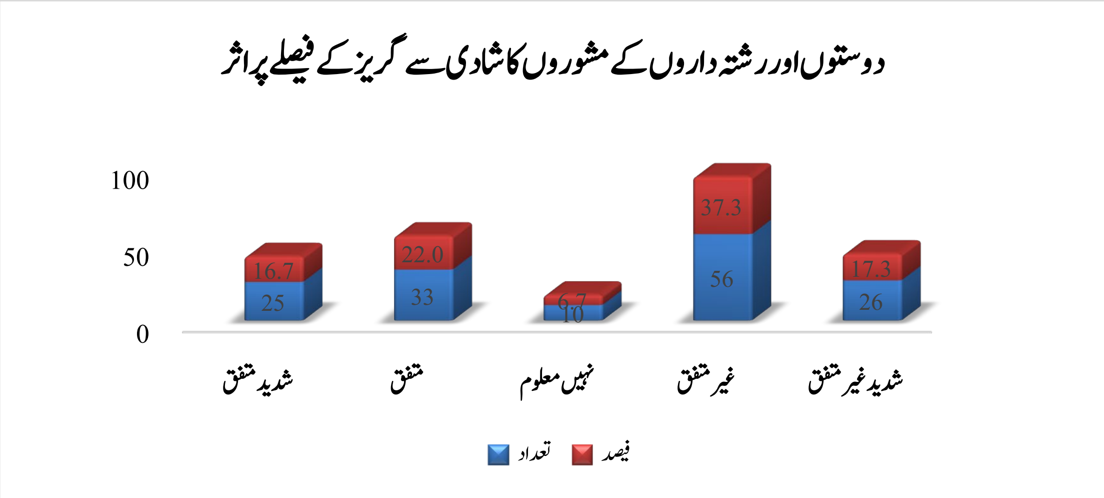

فیصد	تعداد	رائے
16.7	25	شدید متفق
22.0	33	متفق
6.7	10	نہیں معلوم
37.3	56	غیر متفق
17.3	26	شدید غیر متفق

- **54.6%** شرکاء نے اس بات سے اختلاف کیا کہ دوستوں اور رشتہ داروں کے مشورے ان کے شادی کے فیصلے پر اثر انداز ہوتے ہیں، جو ان کی خود مختار سوچ کی عکاسی کرتا ہے۔
- **38.7%** نے اس بیان سے اتفاق کیا، جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ایک خاص طبقہ اب بھی سماجی مشوروں کو اہمیت دیتا ہے۔
- **6.7%** نے "نہیں معلوم" کا انتخاب کیا، جو اس موضوع پر ذاتی الجھن یا غیر یقینی کی نشاندہی کرتا ہے۔

یہ نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ زیادہ تر افراد کے نزدیک دوستوں اور رشتہ داروں کے مشورے ان کے شادی سے گریز کے فیصلے میں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے۔ تاہم، ایک قابل ذکر تعداد نے اس بات سے اتفاق کیا، جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ کچھ افراد پر ان کے سماجی تعلقات اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ مجموعی طور پر، یہ تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ دوستوں اور

رشتہ داروں کے مشورے کا اثر محدود، لیکن قابل ذکر، ہو سکتا ہے۔

10. **"کیا ناکام شادیوں کے واقعات افراد کو شادی سے گریز کی طرف مائل کرتے ہیں؟"** اس سوال کا مقصد یہ جانچنا تھا کہ آیا معاشرے میں نظر آنے والی ناکام شادیوں کی مثالیں خواتین کے ذہنوں پر منفی اثر ڈالتی ہیں اور وہ

رائے	تعداد	فیصد

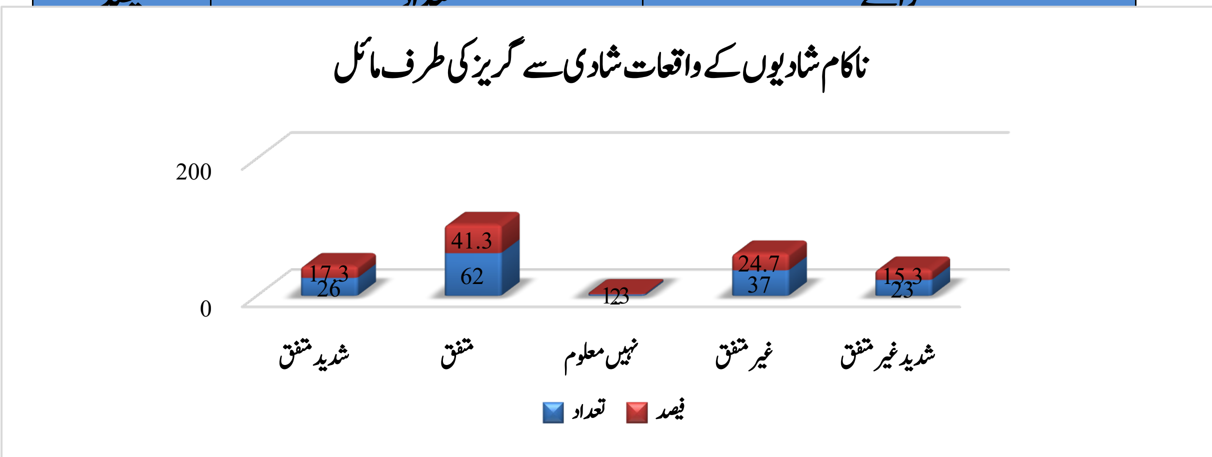

شادی جیسے بندھن سے گریز کی طرف مائل ہو جاتی ہیں یا نہیں۔

❖ 58.6% شرکاء نے اس بات سے اتفاق کیا کہ ناکام شادیوں کے واقعات شادی سے گریز کی طرف رجحان پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ وہ افراد ہو سکتے ہیں جو ارد گرد کی منفی مثالوں سے متاثر ہوتے ہیں یا مستقبل کی زندگی کے حوالے سے محتاط سوچ رکھتے ہیں۔

❖ 40% نے اس بات سے اختلاف کیا، جو اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ایک بڑی تعداد ناکامیوں کو ذاتی فیصلہ سازی پر اثر انداز نہیں ہونے دیتی۔

❖ صرف 1.3% نے "نہیں معلوم" کا انتخاب کیا، جو اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ شرکاء کی رائے اس سوال پر کافی واضح تھی۔

یہ نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ ناکام شادیوں کے واقعات ایک اہم عنصر ہو سکتے ہیں جو افراد کو شادی کے فیصلے سے گریز کی طرف مائل کرتے ہیں، خاص طور پر ان افراد کے لیے جو ان واقعات کے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں۔ تاہم، اختلاف کرنے والوں کی ایک نمایاں تعداد یہ ظاہر کرتی ہے کہ کچھ افراد اس عنصر کو اتنا زیادہ اہم نہیں سمجھتے۔ مجموعی طور پر، یہ تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ ناکام شادیوں کے واقعات شادی کے فیصلے پر گہرے اثرات ڈال سکتے ہیں، لیکن ان کا اثر تمام افراد پر یکساں نہیں ہوتا۔

11. **"کیا میڈیا یا فلموں میں شادی کے منفی پہلوؤں کا تاثر شادی سے گریز کے فیصلے پر اثر انداز ہوتا ہے؟"** اس سوال کا مقصد یہ جاننا تھا کہ کیا جدید میڈیا، ڈراموں اور فلموں میں دکھائی جانے والی شادی کی منفی تصاویر خواتین کے ذہن میں اس رشتے سے متعلق شکوک پیدا کرتی ہیں یا نہیں۔

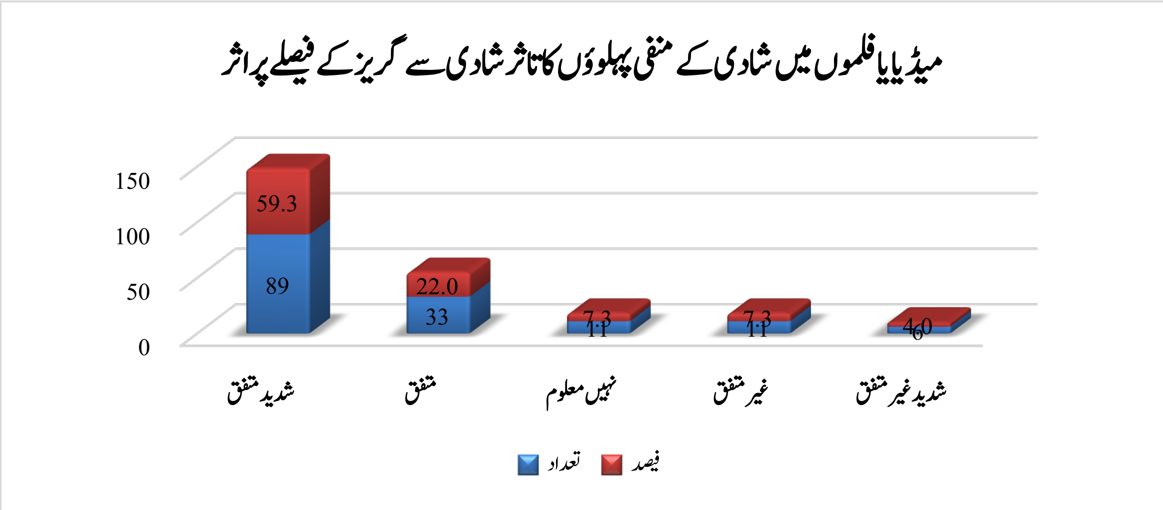

فیصد	تعداد	رائے
59.3	89	شدید متفق
22.0	33	متفق
7.3	11	نہیں معلوم
7.3	11	غیر متفق
4.0	6	شدید غیر متفق

- 81.3% شرکاء اس بات سے متفق ہیں کہ میڈیا یا فلموں میں دکھائے جانے والے منفی پہلو شادی سے گریز کے فیصلے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ رجحان اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ میڈیا خواتین کے ذہن پر گہرے نقوش چھوڑتا ہے۔
- صرف 11.3% افراد نے اس بیان سے اختلاف کیا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ افراد میڈیا کے اثر کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے یا وہ اسے ایک ذاتی معاملہ سمجھتے ہیں۔
- 7.3% افراد نے "نہیں معلوم" کا انتخاب کیا، جو اس معاملے پر ذہنی تذبذب یا مکمل فہم نہ ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔

یہ نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ میڈیا اور فلموں میں دکھائے گئے شادی کے منفی پہلو زیادہ تر افراد کے خیالات اور فیصلوں پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ اختلاف کرنے والوں کی قلیل تعداد یہ ظاہر کرتی ہے کہ کچھ افراد اس اثر کو اتنا اہم نہیں سمجھتے۔ مجموعی طور پر، یہ تجزیہ اس بات کو اجاگر کرتا ہے کہ میڈیا اور فلموں کا تاثر خواتین کے شادی سے متعلق خیالات اور فیصلوں پر نمایاں اثر ڈال سکتا ہے۔

12. **"کیا معاشی مشکلات شادی سے گریز کی ایک اہم وجہ ہو سکتی ہیں؟"** اس سوال کا مقصد یہ جانچنا تھا کہ کیا موجودہ دور کی معاشی غیر یقینی اور مالی دباؤ خواتین کے شادی سے متعلق فیصلوں پر اثر انداز ہو رہے ہیں یا نہیں۔

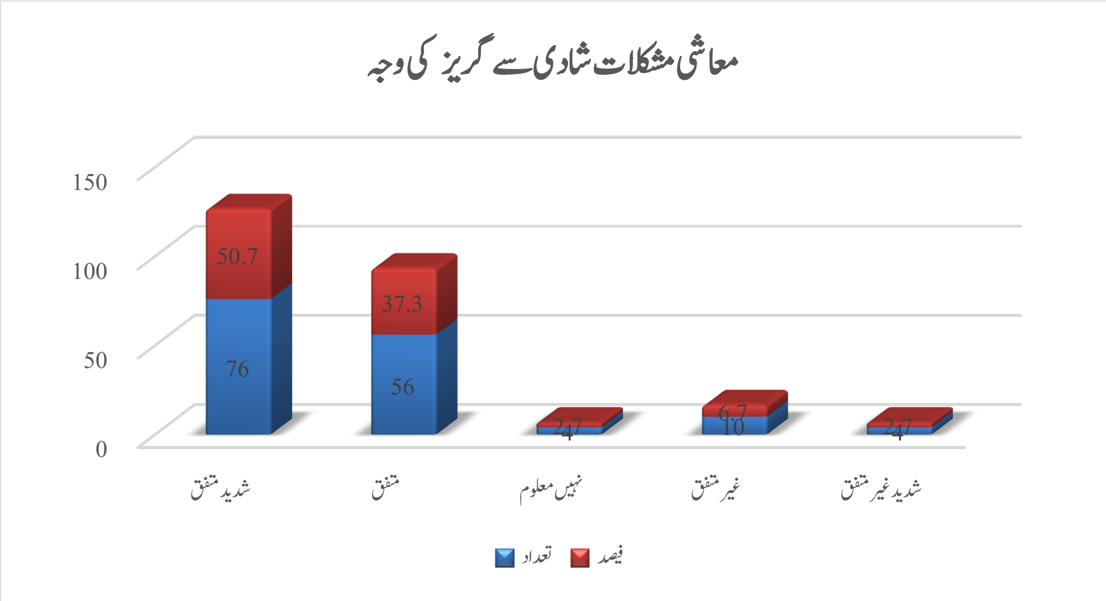

فیصد	تعداد	رائے
50.7	76	شدید متفق
37.3	56	متفق
2.7	4	نہیں معلوم
6.7	10	غیر متفق
2.7	4	شدید غیر متفق

- 88% شرکاء اس بات سے متفق ہیں کہ معاشی مشکلات شادی سے گریز کی ایک اہم وجہ بن سکتی ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ مہنگائی، روزگار کی کمی اور مالی غیر یقینی خواتین کے ذہن میں ایک بڑا رکاوٹ بن کر موجود ہے۔
- صرف 9.4% شرکاء نے اس خیال سے اختلاف کیا، جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ کچھ افراد معاشی مشکلات کو شادی سے گریز کی بنیادی وجہ نہیں مانتے۔
- 2.7% افراد نے "نہیں معلوم" کہا، جو اس موضوع پر یا تو مکمل فہم نہ ہونے یا ذاتی غیر دلچسپی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

یہ نتائج واضح طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ معاشی مشکلات ایک اہم عنصر ہیں جو شادی سے گریز کے رجحان میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اختلاف کرنے والوں کی قلیل تعداد یہ ظاہر کرتی ہے کہ کچھ افراد اس مسئلے کو اتنا اہم نہیں سمجھتے۔ مجموعی طور پر، یہ تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ معاشی مشکلات خواتین کے شادی کے فیصلے پر نمایاں اثر ڈال سکتی ہیں اور ان کے شادی سے گریز کی بنیادی وجوہات میں شامل ہو سکتی ہیں۔

13. " **کیا جہیز کے مطالبے کا رجحان شادی سے بیزاری کا سبب بنتا ہے؟**" یہ سوال اس مقصد کے تحت پیش کیا گیا تھا کہ معلوم ہو سکے آیا معاشرتی طور پر پھیلتے ہوئے **جہیز کے مطالبات** خواتین کے شادی سے متعلق فیصلوں پر منفی اثر ڈال رہے ہیں یا نہیں۔

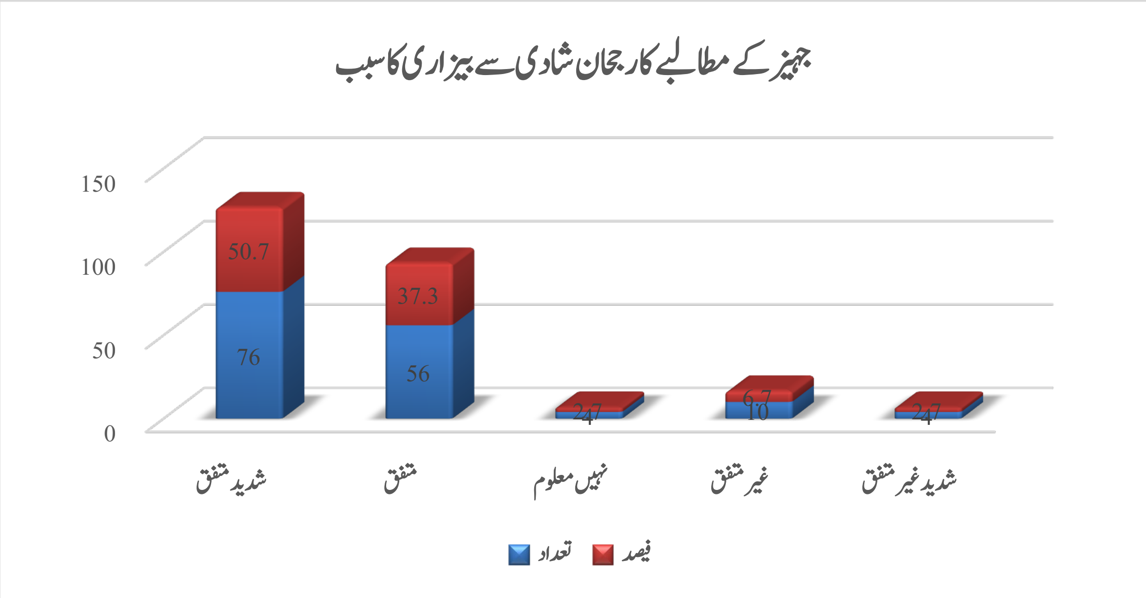

فیصد	تعداد	رائے
50.7	76	شدید متفق
37.3	56	متفق
2.7	4	نہیں معلوم
6.7	10	غیر متفق
2.7	4	شدید غیر متفق

- **88%** شرکاء اس بات سے متفق ہیں کہ **جہیز کے مطالبے** کا رجحان خواتین میں شادی سے بیزاری یا انکار کا بڑا سبب بنتا ہے، جو معاشرتی دباؤ اور استحصال کا اظہار ہے۔
- صرف **9.4%** افراد اس خیال سے متفق نہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہیز کو عمومی طور پر ایک **منفی سماجی رجحان** کے طور پر دیکھا جا رہا ہے۔
- **2.7%** شرکاء نے "نہیں معلوم" کا انتخاب کیا، جو اس موضوع پر یا تو بے یقینی یا شعور کی کمی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

یہ نتائج واضح طور پر اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ جہیز کے مطالبے کا رجحان شادی سے بیزاری کے رجحان پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ اختلاف کرنے والوں کی قلیل تعداد اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ کچھ

افراد اس مسئلے کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ مجموعی طور پر، یہ تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ جہیز کے مطالبے کا رجحان خواتین کے شادی کے فیصلوں پر نمایاں اثر ڈال سکتا ہے اور ان کے شادی سے گریز کے فیصلے میں ایک اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

14. **"کیا طبقاتی تفاوت اور سماجی حیثیت کے مسائل شادی کے فیصلے میں رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں؟"** یہ سوال اس غرض سے پیش کیا گیا تھا کہ یہ جانا جا سکے آیا معاشرے میں موجود طبقاتی فرق اور سماجی اسٹیٹس کے دباؤ خواتین کے شادی سے متعلق فیصلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں یا نہیں۔

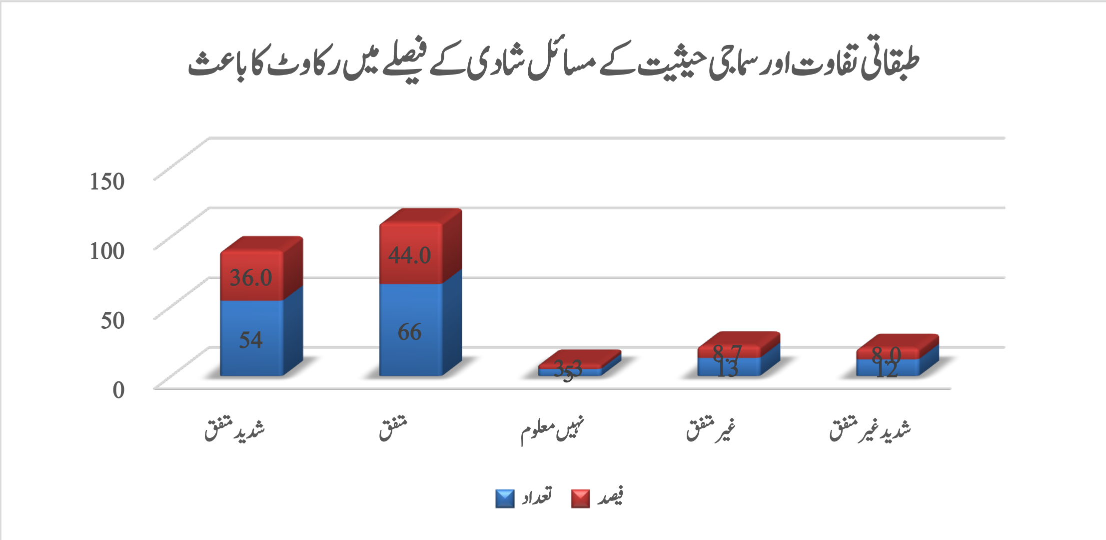

فیصد	تعداد	رائے
36.0	54	شدید متفق
44.0	66	متفق
3.3	5	نہیں معلوم
8.7	13	غیر متفق
8.0	12	شدید غیر متفق

❖ 80% افراد اس بات پر متفق ہیں کہ **طبقاتی تفاوت**، معاشرتی اسٹیٹس اور برابری کا تصور شادی کے فیصلے پر براہِ راست اثر ڈالتے ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے معاشرتی ڈھانچے میں **برادری، خاندانی حیثیت اور مالی معیار** کو شادی کے لیے ایک بڑی رکاوٹ کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

❖ 16.7% افراد نے اس بیان سے اختلاف کیا، جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اگرچہ اکثریت طبقاتی فرق کو اہم مسئلہ سمجھتی ہے، کچھ افراد اسے اتنا سنجیدہ عنصر تصور نہیں کرتے۔

❖ 3.3% افراد نے "نہیں معلوم" کا انتخاب کیا، جو اس موضوع پر یا تو معلومات کی کمی یا ذاتی غیر وابستگی کو ظاہر کرتا ہے۔

یہ نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ طبقاتی تفاوت اور سماجی حیثیت کے مسائل شادی کے فیصلوں پر نمایاں اثر ڈال سکتے ہیں،اور زیادہ تر افراد انہیں شادی میں رکاوٹ کا ایک اہم سبب سمجھتے ہیں۔اختلاف کرنے والوں کی موجودگی یہ ظاہر کرتی ہے کہ کچھ افراد ان مسائل کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ مجموعی طور پر، یہ تجزیہ اس بات کو اجاگر کرتا ہے کہ طبقاتی اور سماجی حیثیت کے مسائل خواتین کے شادی کے فیصلوں میں ایک بڑا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

تجزیہ: خواتین سے سروے

مندرجہ بالا پائی چارٹ اور تجزیاتی نتائج اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ خواتین کے شادی سے گریز کے فیصلے میں کن عوامل نے کتنی نمایاں حیثیت اختیار کی۔ یہ تمام عوامل درج ذیل دو بنیادی زمرہ جات میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں:

❖ اندرونی (ذاتی/نفسیاتی) محرکات

یہ وہ عوامل ہیں جو خواتین کی ذاتی سوچ، جذبات، صحت یا نفسیاتی کیفیت سے متعلق ہیں:

1. ذاتی آزادی اور خود مختاری 8.53%
2. نفسیاتی خوف یا پریشانیاں 8.47%
3. شادی کی ذمہ داریوں کے لیے عدم تیاری 4.66%
4. مثالی ہمسفر کی تلاش میں ناکامی 5.17%
5. طبّی وجوہات 7.11%
6. آزادی میں کمی کا خدشہ 7.36%
7. کیریئر میں مشکلات کا اندیشہ 7.23%
8. کیریئر کی ترقی کو ترجیح 7.11%

9. شادی کی توقعات اور ذاتی اقدار کا تصادم 2.19%

ان عوامل کی مجموعی شرح 65.88% ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ زیادہ تر خواتین شادی سے گریز کے فیصلے میں اپنی نفسیاتی، فکری اور ذاتی خود مختاری کو مرکزی حیثیت دیتی ہیں۔ یہ اندرونی محرکات ذاتی آزادی کے تحفظ، کامیاب پیشہ ورانہ زندگی، اور نفسیاتی سکون کی جستجو کی نمائندگی کرتے ہیں۔

❖ **بیرونی (سماجی/معاشی) محرکات**

یہ وہ عوامل ہیں جو بیرونی دباؤ، معاشرتی توقعات یا معاشی حالات سے متعلق ہیں:

1. دوستوں اور رشتہ داروں کے مشورے 3.74%
2. ناکام شادیوں کے واقعات 5.67%
3. میڈیا/فلموں کا منفی تاثر 7.86%
4. معاشی مشکلات 8.53%
5. جہیز کے مطالبات 8.53%
6. طبقاتی تفاوت اور سماجی حیثیت 7.75%

ان عوامل کی مجموعی شرح 34.12% ہے۔ یہ بیرونی محرکات معاشرتی دباؤ، رسم و رواج، طبقاتی فرق، اور مالیاتی غیر یقینی صورتحال کی عکاسی کرتے ہیں۔ گو یہ عوامل نسبتاً کم شرح رکھتے ہیں، تاہم ان کا اثر کئی خواتین کے فیصلوں پر گہرا ہے۔

یہ تمام عوامل ظاہر کرتے ہیں کہ خواتین کے شادی سے گریز کے فیصلے میں سب سے بڑا کردار اندرونی یا ذاتی عوامل کا ہے، جو کہ 65.88% پر محیط ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خواتین نہ صرف اپنی ذاتی آزادی، فکری خودمختاری اور پیشہ ورانہ ترقی کو ترجیح دیتی ہیں، بلکہ نفسیاتی تحفظ کو بھی مرکزی حیثیت دیتی ہیں۔ جبکہ سماجی دباؤ، رسم و رواج، ناکام شادیوں اور معاشی چیلنجز بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں، تاہم ان کی شدت قدرے کم ہے۔

فصل دوم:

والدین اور مذہبی سکالرز سے انٹرویو اور شماریاتی تجزیہ

کسی بھی معاشرے میں بیٹی کی شادی ایک ایسا سماجی و خاندانی مرحلہ ہے جو نہ صرف انفرادی زندگیوں پر اثر انداز ہوتا ہے بلکہ اس کے دور رس اثرات پورے معاشرتی ڈھانچے میں محسوس کیے جاتے ہیں۔ اس عمل میں والدین کی حیثیت محض سرپرستوں کی نہیں بلکہ فیصلے ساز عناصر کی ہوتی ہے، جو بیٹی کے مستقبل کے بارے میں انتہائی فکرمندی، جذباتی وابستگی، اور عملی بصیرت کے ساتھ فیصلے کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں ایک طرف مذہبی تعلیمات اور خاندانی اقدار کی پاسداری کا تقاضا ہوتا ہے، اور دوسری طرف بدلتے ہوئے سماجی رجحانات، معاشی تقاضے، طبقاتی دباؤ اور سماجی وقار جیسے عوامل کی گونج سنائی دیتی ہے۔ یہی پیچیدگی شادی کے فیصلے کو سادہ فطری مرحلے کے بجائے ایک گہرے فکری اور عملی چیلنج میں بدل دیتی ہے۔

اس تحقیقی فصل کے پہلے حصے میں 30 والدین سے کیے گئے انٹرویوز کو بنیاد بنایا گیا ہے تاکہ ان کے خیالات، ترجیحات، تشویشات اور عملی رویّوں کو براہِ راست اور غیر مداخلتی انداز میں سمجھا جا سکے۔ ان والدین کا تعلق راولپنڈی اور اسلام آباد جیسے شہری، نیم شہری اور تعلیم یافتہ طبقات سے تھا، جہاں جدید طرزِ زندگی، تعلیمی رجحانات، معاشرتی ظاہر داری، اور طبقاتی حساسیت خاصی گہرائی کے ساتھ موجود ہیں۔ ایسے معاشروں میں والدین کو ایک طرف بیٹی کی خود مختاری، تعلیم، اور پیشہ ورانہ استحکام کے امکانات کا سامنا ہوتا ہے، اور دوسری طرف روایتی خاندانی اقدار، سماجی دباؤ، اور مذہبی و ثقافتی ترجیحات کو بھی ملحوظ رکھنا ہوتا ہے۔

ان انٹرویوز کا مقصد محض چند عمومی آراء کو اکٹھا کرنا نہیں تھا بلکہ ایک منظم تحقیقی کاوش کے تحت ان رویّوں اور نظریات کو دریافت کرنا تھا جو بیٹی کی شادی کے فیصلوں کو تشکیل دیتے ہیں، یا اُن میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ مثالی رشتے کی تلاش، رسومات کی مالی لاگت، سماجی و طبقاتی ہم آہنگی، بیٹی کی خود مختاری و ملازمت، اور خاندان کے دیگر افراد کی رائے جیسے موضوعات ان انٹرویوز کا مرکزی محور رہے۔ یہ تمام پہلو نہ صرف بیٹی کی شادی میں تاخیر کے عوامل کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں بلکہ والدین کے ذہنی تناؤ، فکری تذبذب، اور ترجیحاتی ترتیب کو بھی نمایاں کرتے ہیں۔

یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ اکثر والدین نے جہاں اپنی بیٹیوں کی تعلیم، خواب اور خود مختاری کو اہم قرار دیا، وہیں اُن کی بنیادی ترجیح بیٹی کے لیے ایک ایسا رشتہ تلاش کرنا تھی جو خاندانی وقار، سماجی ہم آہنگی، اور ازدواجی استحکام کے تقاضوں پر پورا اترے۔ ان انٹرویوز نے یہ واضح کیا کہ والدین کے فیصلے صرف انفرادی نہیں بلکہ سماجی دباؤ، روایتی توقعات، اور عملی مصلحتوں سے مشروط ہوتے ہیں۔ یہی والدین کی سوچ اور رویے اس مطالعے کے اہم تجزیاتی زاویے فراہم کرتے ہیں۔

یوں یہ تمہیدی حصہ انٹرویوز کے اس تفصیلی تجزیے کا مقدمہ ہے جس میں ہر سوال کے جواب کی تہہ میں چھپی ہوئی نفسیاتی، سماجی اور مذہبی پرتوں کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

1. کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ بیٹی کے لیے مناسب رشتہ ڈھونڈنا مشکل ہوتا ہے؟

والدین سے کیے گئے اس سوال کا مقصد یہ جاننا تھا کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ بیٹی کے لیے مناسب رشتہ تلاش کرنا کتنا مشکل ہو سکتا ہے۔ اکثر والدین نے اس امر سے اتفاق کیا کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ بیٹی کے لیے رشتہ تلاش کرنا واقعی ایک دشوار مرحلہ بن چکا ہے۔ ان کے مطابق، معاشرتی طور پر ایسے مردوں کی کمی ہے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کی صلاحیت، خود مختاری، اور پیشہ ورانہ ترقی کو قبول کر سکیں۔ اکثر خاندانوں کی ترجیح ایک ایسی لڑکی ہوتی ہے جو شادی کے بعد ملازمت نہ کرے اور صرف گھریلو ذمے داریوں پر توجہ دے، جس سے ایسے رشتوں کی تلاش مزید پیچیدہ ہو جاتی ہے۔

ایک والدہ نے کہا:

"جب لڑکی ایم فل یا پی ایچ ڈی کرے، تو رشتے والے پوچھتے ہیں کہ یہ گھر سنبھالے گی یا لیکچر دینے جائے گی؟"

کچھ والدین نے رائے دی کہ اگر والدین خود تعلیمی اور معاشرتی معیار پر کم زور دیں، تو ممکنہ رشتوں کی تلاش نسبتاً آسان ہو سکتی ہے۔ چند والدین نے غیر جانبدارانہ رویہ اپنایا اور کہا کہ رشتہ تلاش کرنے میں اصل کردار تعلیم کے بجائے سماجی تعلقات اور خاندانی پس منظر ادا کرتے ہیں۔

مجموعی طور پر والدین کی غالب اکثریت اس بات پر متفق تھی کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ بیٹی کے لیے رشتہ تلاش کرنے میں معاشرتی توقعات، کردار کے بارے میں غلط فہمیاں، اور لڑکی کی خود مختاری سے متعلق تحفظات سب سے بڑی رکاوٹیں ہیں۔

2. کیا آپ کے نزدیک بیٹی کی تعلیم اور کیریئر کو شادی سے پہلے ترجیح دینی چاہیے؟

زیادہ تر والدین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ بیٹی کی تعلیم اور کیریئر کو شادی سے پہلے ترجیح دینا نہایت ضروری ہے۔ ان کے مطابق، تعلیم نہ صرف لڑکی کی شخصیت سازی میں مددگار ہے بلکہ اسے خود مختار، باشعور اور زندگی کے فیصلے خود کرنے کے قابل بناتی ہے۔ والدین کا ماننا ہے کہ ایک تعلیم یافتہ لڑکی شادی کے بعد زندگی کو بہتر انداز میں سنبھال سکتی ہے اور مشکل حالات کا سامنا سمجھداری سے کر سکتی ہے۔

ایک والدہ نے کہا:

"تعلیم لڑکی کا زیور ہی نہیں، اس کا ہتھیار بھی ہے۔ اگر وہ خود کھڑی ہو سکتی ہے، تو کوئی بھی مشکل رشتہ اس کے لیے زنجیر نہیں بنتا۔"

تاہم، کچھ والدین نے اس نقطہ نظر سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ تعلیم اور پیشہ ورانہ زندگی پر ضرورت سے زیادہ زور دینے سے شادی میں تاخیر ہوتی ہے، اور بعض اوقات معاشرتی دباؤ میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ چند والدین نے غیر جانبدار رویہ اختیار کیا اور کہا کہ تعلیم اور کیریئر ضرور اہم ہیں، لیکن ان کے ساتھ ساتھ شادی کے لیے مناسب وقت اور حالات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

مجموعی طور پر، والدین کی اکثریت اس بات پر متفق نظر آئی کہ بیٹی کی تعلیم اور کیریئر اس کے روشن مستقبل کے لیے اہم ستون ہیں، تاہم، ان دونوں کے ساتھ شادی کی منصوبہ بندی میں توازن قائم رکھنا ضروری ہے۔

3. معاشرتی حیثیت یا طبقاتی فرق کی وجہ سے رشتہ ڈھونڈنے میں مشکلات پیش آتی ہیں؟

زیادہ تر والدین نے اس بات پر زور دیا کہ معاشرتی حیثیت اور طبقاتی فرق رشتہ تلاش کرنے میں ایک بڑی رکاوٹ ہیں۔ ان کے مطابق، اکثر خاندان ایسے رشتوں کے خواہاں ہوتے ہیں جو ان کی مالی، سماجی اور ثقافتی سطح سے ہم آہنگ ہوں۔ اس ترجیح کی وجہ سے نہ صرف ممکنہ رشتے مسترد ہو جاتے ہیں بلکہ بیٹیوں کے لیے مناسب اور وقت پر رشتہ تلاش کرنا بھی ایک چیلنج بن جاتا ہے۔

ایک والد نے کہا:

"ہم اپنی بیٹی کے لیے ایسا رشتہ چاہتے ہیں جو نہ صرف اسے خوش رکھے بلکہ ہمارے خاندانی وقار کو بھی برقرار رکھے۔"

والدین نے یہ بھی بتایا کہ طبقاتی فرق اکثر شادی کے بعد کے تعلقات پر منفی اثر ڈالتا ہے، کیونکہ مختلف سماجی پس منظر رکھنے والے افراد کے درمیان توقعات، عادات اور روایات کا ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں ازدواجی زندگی میں کشیدگی اور غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں۔

کچھ والدین نے اس بات سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ طبقاتی فرق کو زیادہ اہمیت نہیں دی جانی چاہیے، اور اخلاقیات، دینداری اور خاندانی قدروں کو ترجیح دی جائے تو بہتر نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ ان کے خیال میں، سادگی اور اخلاص ہی ایک کامیاب ازدواجی رشتے کی بنیاد ہیں۔

چند والدین نے یہ بھی نشاندہی کی کہ طبقاتی مسائل شہری علاقوں میں زیادہ نمایاں ہوتے ہیں، جہاں مادی نمائش، ظاہری چمک دمک، اور مالی حیثیت کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، جبکہ دیہی علاقوں میں سادگی اور رشتہ داری کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے۔

مجموعی طور پر والدین کی اکثریت اس بات پر متفق تھی کہ معاشرتی حیثیت اور طبقاتی فرق نہ صرف رشتہ تلاش کرنے کو مشکل بناتے ہیں بلکہ شادی کے بعد رشتے کی کامیابی پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں، لہٰذا سماجی شعور کی اصلاح اور اسلامی اخوت کے تصور کو فروغ دینا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

4. مثالی داماد کی تلاش شادی میں تاخیر کا باعث بن سکتی ہے؟

زیادہ تر والدین اس بات پر متفق تھے کہ مثالی داماد کی تلاش اکثر شادی میں تاخیر کا سبب بنتی ہے۔ ان کے مطابق، وہ بیٹی کے لیے ایسا شوہر چاہتے ہیں جو نہ صرف تعلیم یافتہ اور مالی طور پر مستحکم ہو، بلکہ اخلاق و کردار اور خاندانی پس منظر کے لحاظ سے بھی معیاری ہو۔ والدین کا مؤقف یہ تھا کہ بیٹی کی زندگی کی خوشیوں کے لیے بہترین انتخاب ضروری ہے، اور اسی سبب وہ جلد بازی کے بجائے محتاط طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں۔

ایک والد نے کہا:

"ہم اپنی بیٹی کے لیے ایسا داماد چاہتے ہیں جو اسے عزت دے، سمجھ بوجھ رکھتا ہو، اور دین و دنیا دونوں میں توازن رکھتا ہو، لیکن ایسے لوگ آسانی سے نہیں ملتے۔"

والدین نے اعتراف کیا کہ مثالی خصوصیات کی یہ فہرست اکثر شادی کے عمل کو طویل کر دیتی ہے، بعض اوقات اچھے رشتے کو صرف اس لیے رد کر دیا جاتا ہے کہ وہ کسی ایک معیار پر پورا نہیں اترتا۔ تاہم، کچھ والدین نے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ شادی میں دینداری، حسنِ سلوک اور باہمی ہم آہنگی کو اصل بنیاد ہونا چاہیے، نہ کہ کسی غیر حقیقی "پرفیکٹ داماد" کی تلاش۔

ایک والدہ نے کہا:

"اگر لڑکا دین دار ہو اور اخلاق اچھا ہو، تو اور کیا چاہیے؟ باقی چیزیں وقت کے ساتھ بہتر ہو جاتی ہیں۔"

چند والدین نے نشاندہی کی کہ اکثر یہ غیر لچکدار توقعات معاشرتی دباؤ کا نتیجہ ہوتی ہیں، جن میں خاندان، برادری یا سوشل سرکل کی رائے کو حد سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔

مجموعی طور پر، والدین کی اکثریت نے تسلیم کیا کہ مثالی داماد کی تلاش ایک نفسیاتی، سماجی اور عملی چیلنج بن چکی ہے، جس کا حل معیار میں توازن، حقیقت پسندی، اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سادہ سوچ اپنانے میں ہے۔

5. شادی کی رسومات کی لاگت کو پورا کرنا آپ کے لیے ایک بڑا چیلنج ہے؟

اکثر والدین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ شادی کی رسومات کی بڑھتی ہوئی لاگت ایک بڑا چیلنج ہے، خاص طور پر متوسط اور کم آمدنی والے خاندانوں کے لیے۔ ان کے مطابق، موجودہ دور میں شادیوں کو نہ صرف ایک مذہبی فریضہ سمجھا جاتا ہے بلکہ اسے سماجی وقار کا مظاہرہ بھی بنا دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے اخراجات میں بے تحاشہ اضافہ ہوا ہے۔ ایک والد نے کہا، "ہم اپنی بیٹی کی شادی کو یادگار بنانا چاہتے ہیں، لیکن سماجی دباؤ اور رواجوں نے اس کو ہمارے وسائل سے باہر کر دیا ہے۔"

والدین نے یہ بھی نشاندہی کی کہ شادی کی رسومات میں جہیز، مہمانوں کی ضیافت، قیمتی لباس، اور دیگر غیر ضروری اخراجات شامل ہیں، جن کی وجہ سے نہ صرف مالی دباؤ بڑھتا ہے بلکہ شادی میں تاخیر بھی ہو سکتی ہے۔ خاص طور پر جہیز کے مطالبات کو اکثر والدین نے تنقید کا نشانہ بنایا، کیونکہ یہ شادی کے اخراجات کو ناقابل برداشت بنا دیتا ہے اور اکثر لڑکیوں کے والدین کو قرض لینے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ایک والدہ نے کہا، "ہماری بیٹی کی خوشی ہمارے لیے اہم ہے، لیکن معاشرتی توقعات اور جہیز کے مطالبے نے شادی کو مشکل بنا دیا ہے۔"

کچھ والدین نے یہ بھی تسلیم کیا کہ شادی کی رسومات میں غیر ضروری اخراجات کو کم کرنے کے لیے معاشرتی شعور اور تبدیلی کی ضرورت ہے۔ ان کے مطابق، سادگی پر مبنی اسلامی تعلیمات کو اپنانا ان چیلنجز کو کم کر سکتا ہے۔ ایک والد نے تجویز دی، "اگر ہم اسلامی اصولوں کے مطابق شادی کو آسان بنائیں اور غیر ضروری رواجوں سے بچیں تو شادیوں کو ہر خاندان کے لیے ممکن بنایا جا سکتا ہے۔"

تاہم، چند والدین نے اس مسئلے سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ شادی کے اخراجات کا دارومدار ہر خاندان کی حیثیت اور ترجیحات پر ہوتا ہے۔ ان کے مطابق، اگر والدین اپنی حدود میں رہ کر شادی کا انتظام کریں تو اخراجات اتنا بڑا مسئلہ نہیں بنتے۔ ان کا کہنا تھا، "یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم اپنی بیٹی کی شادی کو سادگی کے ساتھ انجام دیں یا معاشرتی دباؤ میں آ کر غیر ضروری اخراجات کریں۔"

مجموعی طور پر، والدین کی اکثریت نے اس بات کو تسلیم کیا کہ شادی کی رسومات کی لاگت ایک بڑا چیلنج ہے، جو نہ صرف مالی دباؤ کا سبب بنتی ہے بلکہ شادی میں تاخیر کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ جہیز اور سماجی توقعات کو سب سے بڑی رکاوٹ کے طور پر دیکھا گیا، جبکہ چند والدین نے اسلامی تعلیمات کے مطابق سادگی کو اپنانے کی تجویز دی۔ یہ واضح ہے کہ شادی کے اخراجات کو کم کرنے کے لیے معاشرتی شعور اور ترجیحات میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔

6. کیا آپ بیٹی کی خود مختاری اور مالی استحکام کو شادی سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں؟

اکثر والدین نے اس بات پر زور دیا کہ بیٹی کی خود مختاری اور مالی استحکام اہم ضرور ہیں، لیکن انہیں شادی پر ترجیح دینا مناسب نہیں۔ ان کے مطابق عورت کا اصل کردار ایک خوشحال خاندان کی تشکیل ہے، اور خود مختاری کو اسی دائرے میں رہ کر سمجھنا چاہیے۔

ایک والد کا کہنا تھا:

"ہم چاہتے ہیں کہ ہماری بیٹی باشعور اور بااعتماد ہو، مگر یہ آزادی اس کی گھریلو ذمے داریوں سے متصادم نہ ہو۔"

والدین کا عمومی رجحان یہ تھا کہ اگر بیٹی کی خود مختاری خاندان اور ازدواجی زندگی کے ساتھ توازن رکھ سکے تو یہ ایک مثبت چیز ہے۔ تاہم، چند والدین نے یہ بھی کہا کہ آج کی جدید دنیا میں خود مختاری ہی وہ ذریعہ ہے جس سے خواتین

بہتر فیصلے اور مشکلات کا سامنا کر سکتی ہیں۔

دوسری جانب کچھ والدین نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ خود مختاری کے نام پر شادی میں تاخیر یا اس سے بیزاری پیدا نہ ہو جائے، کیونکہ اسلام عورت کی اصل ذمہ داری کو خاندان کے دائرے میں دیکھتا ہے۔ ایک والدہ نے کہا:

"ہماری بیٹی کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اس کی سب سے بڑی کامیابی ایک خوشحال گھر بسانا ہے۔"

مجموعی طور پر، والدین اس بات پر متفق تھے کہ بیٹی کی خود مختاری اور مالی استحکام کو شادی کے ساتھ متوازن رکھنا ضروری ہے، نہ کہ اسے متصادم بنا دینا۔

7. کیا آپ سمجھتے ہیں کہ بیٹی کے لیے اپنے خوابوں اور اہداف کو حاصل کرنا شادی سے پہلے زیادہ اہم ہے؟

والدین کی اکثریت نے اس بات سے اتفاق کیا کہ بیٹی کے خواب اور اہداف اہم ہیں، لیکن انہیں شادی پر ترجیح دینا مناسب نہیں۔ ان کے مطابق، اگرچہ بیٹی کی تعلیم اور کیریئر ضروری ہیں، تاہم ایک مستحکم ازدواجی زندگی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

ایک والد نے رائے دی:

"ہم چاہتے ہیں کہ ہماری بیٹی ترقی کرے، مگر یہ ترقی اس کے ازدواجی مستقبل کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔"

کچھ والدین نے اس بات پر زور دیا کہ بیٹی کو ایسا ماحول دیا جانا چاہیے جہاں وہ شادی کے بعد بھی اپنے اہداف کا تعاقب کر سکے۔ ان کے مطابق، شادی اور خواب دونوں ساتھ چل سکتے ہیں بشرطیکہ توازن قائم رکھا جائے۔

دوسری طرف، بعض والدین نے شادی میں تاخیر کے رجحان پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اکثر اوقات لڑکیاں اپنے خوابوں کو حاصل کرنے کی دوڑ میں نکاح جیسے اہم فریضے کو مؤخر کر دیتی ہیں، جو معاشرتی دباؤ اور تناؤ کا باعث بنتا ہے۔

ایک والدہ نے کہا:

"بیٹی کی اصل خوشی ایک پُر سکون زندگی ہے، اگر خواب پورے ہوں اور گھر بھی سنورے، تو یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔"

مجموعی طور پر، والدین اس بات پر متفق تھے کہ خواب اور اہداف ضرور ہوں، مگر ان کا حصول شادی سے مشروط نہ ہو۔ بہترین طرزِ زندگی وہ ہے جس میں عورت اپنے خوابوں کے ساتھ خاندان کو بھی اہمیت دے۔

8. کیا آپ کو لگتا ہے کہ شادی کے بعد بیٹی کے لیے ملازمت اور گھر کی ذمہ داریاں توازن میں رکھنا مشکل ہو سکتا ہے؟

والدین کی اکثریت نے اس بات پر زور دیا کہ شادی کے بعد بیٹی کے لیے گھریلو ذمہ داریاں اولین ترجیح ہونی چاہییں۔ان کے مطابق، ملازمت اور گھر کی ذمہ داریوں کو توازن میں رکھنا ایک چیلنج ضرور ہے، لیکن بیٹی کو ایسی تربیت دی جانی چاہیے کہ وہ اپنی گھریلو زندگی کو متاثر کیے بغیر پروفیشنل زندگی جاری رکھ سکے۔ایک والد نے کہا، "شادی کے بعد بیٹی کے لیے سب سے اہم چیز اس کا گھر اور خاندان ہے۔ ملازمت ضروری ہو سکتی ہے، لیکن اسے اپنی گھریلو ذمہ داریوں کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔" کچھ والدین نے یہ بھی کہا کہ ملازمت اور گھریلو ذمہ داریوں کے درمیان توازن کا انحصار بیٹی کے شوہر اور سسرال والوں کے رویے پر بھی ہوتا ہے۔اگر شوہر اور خاندان تعاون فراہم کریں تو بیٹی کے لیے دونوں پہلوؤں کو بہتر طریقے سے سنبھالنا ممکن ہے۔ایک والدہ نے کہا، "اگر بیٹی کا شوہر سمجھدار ہو اور اس کے کام کو اہمیت دے تو وہ آسانی سے دونوں ذمہ داریوں کو نبھا سکتی ہے۔ لیکن اگر خاندان کا رویہ سخت ہو تو یہ اس کے لیے مشکل ہو سکتا ہے۔" دوسری جانب، کچھ والدین نے اس بات پر زور دیا کہ ملازمت شادی کے بعد بیٹی کی زندگی میں غیر ضروری دباؤ ڈال سکتی ہے۔ان کے مطابق، ایک بیٹی کو اپنی گھریلو ذمہ داریوں پر مکمل توجہ مرکوز کرنی چاہیے، کیونکہ یہی اس کے خاندان کی خوشحالی کی بنیاد ہے۔ایک والد نے کہا، "بیٹی کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اس کی اصل کامیابی اس کے گھر کو سنبھالنے اور اپنے شوہر اور بچوں کو خوش رکھنے میں ہے۔ ملازمت کو اس کے لیے رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔" چند والدین نے اس مسئلے پر اعتدال پسند رائے دی اور کہا کہ اگر بیٹی کو ملازمت جاری رکھنی ہو تو اسے گھریلو ذمہ داریوں اور پروفیشنل زندگی کے درمیان توازن قائم کرنے کے لیے مناسب مدد فراہم کی جانی چاہیے۔ان کے مطابق، اس میں شوہر اور دیگر خاندان کے افراد کا تعاون بہت اہم ہے۔ مجموعی طور پر، والدین کی اکثریت نے تسلیم کیا کہ شادی کے بعد ملازمت اور گھریلو ذمہ داریوں کو توازن میں رکھنا ایک چیلنج ہو سکتا ہے۔ قدامت پسند والدین نے گھریلو زندگی کو ترجیح دینے پر زور دیا، جبکہ کچھ نے تعاون اور سمجھداری کے ساتھ دونوں پہلوؤں کو کامیابی سے ہم آہنگ کرنے کی تجویز دی۔ یہ واضح ہے کہ والدین بیٹی کے لیے ایک ایسا ماحول چاہتے ہیں جہاں وہ اپنی گھریلو اور پروفیشنل زندگی کو متوازن انداز میں جاری رکھ سکے۔

9. کیا آپ کے خیال میں بیٹی کی شادی میں تاخیر میں خاندان کے دیگر افراد کا اثر شامل ہوتا ہے؟

زیادہ تر والدین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ بیٹی کی شادی میں تاخیر پر خاندان کے دیگر افراد کے اثرات نمایاں ہو سکتے ہیں۔ان کے مطابق، خاندان کے مشورے اور توقعات والدین کو فیصلے میں محتاط اور بعض اوقات متذبذب بنا دیتے ہیں۔ کچھ والدین نے یہ نشاندہی کی کہ خاندان کے افراد اکثر مثالی داماد یا مثالی شادی کے حوالے سے اپنی رائے دیتے ہیں، جس سے والدین پر دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ایک والد نے کہا، "خاندان کے مشورے اکثر مثبت ہوتے ہیں، لیکن بعض اوقات یہ غیر ضروری تاخیر کا باعث بنتے ہیں، خاص طور پر جب وہ غیر حقیقی توقعات پر مبنی ہوں۔"

کچھ والدین نے یہ بھی کہا کہ خاندان کے کچھ افراد جہیز، سماجی حیثیت، یا دیگر غیر ضروری تقاضوں پر زور

دیتے ہیں، جو نہ صرف شادی کے عمل کو پیچیدہ بناتے ہیں بلکہ تاخیر کا باعث بھی بنتے ہیں۔ ایک والدہ نے کہا، "کچھ رشتے داروں کی خواہش ہوتی ہے کہ شادی شاندار ہو اور تمام سماجی رسم و رواج پورے کیے جائیں، جو اکثر والدین کے لیے ایک بڑا چیلنج بن جاتا ہے۔"

تاہم، کچھ والدین نے اس بات سے اختلاف کیا کہ خاندان کے افراد شادی میں تاخیر کا سبب بنتے ہیں۔ ان کے مطابق، والدین اپنے فیصلے خود کرتے ہیں، اور خاندان کے مشورے کو صرف ایک رہنمائی کے طور پر لیتے ہیں۔ ان کے مطابق، شادی میں تاخیر کی اصل وجوہات مالی مشکلات یا بیٹی کے تعلیمی اور پروفیشنل اہداف ہو سکتی ہیں۔

کچھ والدین نے اعتدال پسند رائے دی اور کہا کہ خاندان کے مشورے بعض اوقات مددگار ثابت ہوتے ہیں، خاص طور پر جب والدین خود کسی الجھن میں ہوں۔ ان کے مطابق، خاندان کے افراد کا تجربہ اور رائے والدین کو بہتر فیصلے کرنے میں مدد دے سکتی ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ والدین ان مشوروں کو حقیقت پسندانہ انداز میں لیں اور اپنے فیصلے پر قائم رہیں۔

مجموعی طور پر، والدین کی رائے میں خاندان کے افراد کے مشورے اور توقعات بیٹی کی شادی کے فیصلے پر اثر انداز ہو سکتے ہیں، اور بعض اوقات یہ اثرات تاخیر کا سبب بن سکتے ہیں۔ تاہم، کچھ والدین نے اس بات پر زور دیا کہ اصل فیصلہ والدین کا ہونا چاہیے، اور انہیں سماجی دباؤ کو اپنے فیصلے پر حاوی نہیں ہونے دینا چاہیے۔ یہ واضح ہے کہ خاندان کے دیگر افراد کے مشورے اور توقعات والدین کے لیے ایک چیلنج ضرور بن سکتے ہیں، لیکن ان کا اثر والدین کے رویے اور ترجیحات پر منحصر ہوتا ہے۔

والدین کی آراء کی روشنی میں اُبھرنے والے نمایاں پہلو

بیٹیوں کی شادی سے متعلق والدین کے انٹرویوز سے حاصل شدہ تفصیلات کئی اہم سماجی، تعلیمی اور معاشی زاویوں کو سامنے لاتی ہیں۔ ان بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ شادی جیسے نازک مرحلے کے حوالے سے والدین کی سوچ نہ صرف فکری وسعت کی حامل ہے بلکہ عملی تجربات اور معاشرتی مشاہدات سے بھی مزین ہے۔

اکثریت نے اس امر پر زور دیا کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ بیٹی کے لیے موزوں رشتہ تلاش کرنا ایک چیلنج بن چکا ہے۔ معاشرتی سطح پر اس سوچ نے جڑ پکڑ لی ہے کہ لڑکی کی تعلیمی قابلیت اور پیشہ ورانہ شناخت اس کے شریکِ حیات کے مساوی ہونی چاہیے۔ اس معیار نے والدین کے لیے انتخاب کے دائرے کو محدود کر دیا ہے اور اکثر تاخیر کا باعث بن رہا ہے۔

والدین نے اس بات پر بھی اتفاق کیا کہ بیٹی کی تعلیم اور کیریئر کو ترجیح دینا اس کی خود مختاری اور اعتماد کے لیے نہایت ضروری ہے۔ ان کے مطابق تعلیم نہ صرف ذہنی بلوغت دیتی ہے بلکہ زندگی کے عملی میدان میں بھی تحفظ اور استقامت فراہم کرتی ہے۔ تاہم چند والدین نے یہ بھی واضح کیا کہ بعض اوقات کیریئر کی دوڑ میں الجھ کر شادی کا وقت پیچھے رہ جاتا ہے، جو بعد میں مشکلات پیدا کرتا ہے۔

طبقاتی امتیاز اور سماجی حیثیت کو بھی والدین نے ایک بڑی رکاوٹ کے طور پر بیان کیا۔ ان کا خیال تھا کہ جب رشتوں کی تلاش میں سماجی ہم آہنگی اور مالی سطح کو فوقیت دی جائے تو حقیقی رشتے نظر انداز ہو جاتے ہیں۔ اسی تناظر میں بعض والدین نے 'مثالی داماد' کے غیر حقیقی تصور کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا، جس سے غیر ضروری پیچیدگیاں جنم لیتی ہیں۔

تقریباً تمام والدین نے اس بات پر تشویش ظاہر کی کہ موجودہ دور میں شادی ایک پر تعیش تقریب میں تبدیل ہو چکی ہے، جس میں رسومات، جہیز، اور نمائشی اخراجات نے والدین کے لیے مالی دباؤ کو دوچند کر دیا ہے۔ اس طرزِ عمل نے شادی کو آسانی کے بجائے بوجھ بنا دیا ہے۔

بیشتر والدین نے بیٹی کی خود مختاری اور معاشی خود کفالت کو سراہتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ ان پہلوؤں کو ازدواجی زندگی کے تقاضوں کے ساتھ متوازن رکھنا چاہیے۔ ان کا ماننا تھا کہ بیٹی کا خواب، تعلیم، اور پیشہ ورانہ شناخت اس کی گھریلو ذمہ داریوں سے متصادم نہیں بلکہ ہم آہنگ ہونی چاہیے۔

شادی کے بعد کام اور گھریلو زندگی کے درمیان توازن کو بھی والدین نے ایک حساس مسئلہ قرار دیا۔ ان کے مطابق، اگر شوہر اور سسرال کا رویہ معاون ہو تو بیٹی پیشہ ورانہ زندگی اور گھریلو ذمہ داریوں کو بخوبی نبھا سکتی ہے۔

آخر میں، خاندان کے دیگر افراد، خصوصاً قریبی رشتہ داروں کے مشورے اور توقعات کو بھی والدین نے ایک فیصلہ کن رکاوٹ کے طور پر بیان کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ بعض اوقات یہ بیرونی اثرات والدین کو الجھا دیتے ہیں اور فیصلہ سازی میں تاخیر کا سبب بنتے ہیں۔

مجموعی طور پر والدین کی آراء سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ شادی جیسے اہم سماجی ادارے کو بہتر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ معاشرتی رویّوں میں اعتدال، اقدار میں توازن، اور رسومات میں سادگی کو فروغ دیا جائے۔ والدین نے انفرادی تجربات کے ذریعے جن رکاوٹوں کی نشاندہی کی ہے، وہ درحقیقت معاشرتی اصلاح اور اجتماعی شعور بیدار کرنے کی ضرورت کو ظاہر کرتی ہے۔

انٹرویو مذہبی سکالرز

اسلام ایک ہمہ گیر دین ہے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے لیے جامع رہنمائی فراہم کرتا ہے، اور نکاح کو نہ صرف انفرادی طہارت بلکہ معاشرتی استحکام کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ جدید سماجی و فکری چیلنجز کے تناظر میں، جہاں معاشرتی رسومات، طبقاتی تقسیم، اور مغربی ثقافتی اثرات نے شادی جیسے فطری عمل کو پیچیدگیوں سے دوچار کر دیا ہے، وہاں اسلامی تعلیمات کی اصل روح کی جانب رجوع ناگزیر ہو چکا ہے۔ یہی تناظر اس تحقیقی مرحلے کا محرک بنا جس میں معاشرتی اور دینی رجحانات کے باہمی تعلق کو جانچنے کے لیے بیس (20) ممتاز مذہبی اسکالرز سے انٹرویوز لیے گئے۔

اس مکالماتی عمل کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ اسلامی نقطہ نظر سے شادی کی اہمیت، موجودہ معاشرتی رکاوٹوں، اور ان کے ممکنہ حل کی شرعی جہات کو جانچا جاسکے۔ یہ اسکالرز مختلف مکاتبِ فکر، مدارس، اور تعلیمی اداروں سے تعلق رکھتے تھے، جنہوں نے علمی فہم، دینی بصیرت، اور عملی تجربات کی بنیاد پر سوالات کا جواب دیا۔

یہ انٹرویوز محض فردِ واحد کی رائے نہیں، بلکہ وہ فکری ترجیحات ہیں جو اسلامی معاشرت کے تشکیل و اصلاح میں کلیدی کردار ادا کر سکتی ہیں۔ ان علمی مکالمات کے ذریعے یہ پرکھنے کی کوشش کی گئی کہ آیا دینِ اسلام میں شادی کے جو اصول اور رہنما خطوط مقرر کیے گئے ہیں، وہ کس حد تک عصرِ حاضر کے سماجی مسائل کا حل پیش کرتے ہیں؟ اور یہ کہ موجودہ تہذیبی تصادم، طبقاتی سوچ، اور مادی توقعات کے ماحول میں مذہبی رہنماؤں کی رہنمائی کس نوعیت کی ہے۔

یہ حصہ ان ہی انٹرویوز پر مشتمل ہے، جو مذہب، معاشرت، اور سماجی شعور کے سنگم پر ایستادہ نکاح کے ادارے کو ایک نئی بصیرت سے پرکھنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

آپ کے نزدیک اسلام میں شادی کی کیا اہمیت ہے، اور اسلامی نقطہ نظر سے یہ زندگی کا ایک لازمی حصہ کیوں ہے؟

اس سوال پر تمام مذہبی اسکالرز نے شادی کو اسلام میں ایک بنیادی اور لازمی عمل قرار دیا۔ ان کا ماننا تھا کہ شادی نہ صرف انسان کی فطری اور جسمانی ضروریات کو پورا کرتی ہے بلکہ روحانی اور معاشرتی فوائد بھی فراہم کرتی ہے۔ ان کے مطابق، شادی کے ذریعے نہ صرف انسان اپنے نفس کو قابو میں رکھتا ہے بلکہ معاشرتی استحکام اور نسل انسانی کے تسلسل کو بھی یقینی بناتا ہے۔

کئی اسکالرز نے قرآن پاک کی آیت (الروم: 21) کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ شادی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے، جو سکون، محبت، اور رحمت پیدا کرتی ہے۔ ان کے مطابق، یہ ایک ایسا معاہدہ ہے جو مرد اور عورت کے درمیان نہ صرف جذباتی تعلقات کو مضبوط کرتا ہے بلکہ ایک خاندان کی تشکیل کے ذریعے سماجی ڈھانچے کو مستحکم بناتا ہے۔

اسی طرح پیارے حضور ﷺ کی حدیث کا حوالہ دیا، جس میں نکاح کو دین کا نصف حصہ کہا گیا ہے۔ان کے مطابق، یہ ظاہر کرتا ہے کہ شادی انسان کی زندگی کا ایک اہم ترین پہلو ہے، جو اسے گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے اور اللہ کی رضا کے حصول میں مدد دیتا ہے۔

کچھ اسکالرز نے اس بات پر زور دیا کہ موجودہ دور میں شادی کے اصولوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق آسان اور سادہ بنایا جانا چاہیے، تاکہ یہ ہر طبقے کے لیے قابل عمل ہو۔ان کے مطابق، شادی کے لیے غیر ضروری رسومات اور سماجی دباؤ کو ختم کرنا اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہے۔

موجودہ دور میں جہیز کے مطالبات کو آپ کس حد تک اسلامی اصولوں کے خلاف سمجھتے ہیں، اور یہ اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کی شادی میں کس حد تک رکاوٹ پیدا کرتے ہیں؟

اس سوال پر تقریباً تمام اسکالرز نے اتفاق کیا کہ موجودہ دور میں جہیز کے بڑھتے ہوئے مطالبات اسلامی اصولوں کے خلاف ہیں اور یہ مسئلہ معاشرتی بگاڑ کا سبب بن رہا ہے۔ان کے مطابق، اسلام میں شادی کو آسان اور سادہ رکھنے کی تلقین کی گئی ہے، جبکہ جہیز کا بوجھ والدین کے لیے غیر ضروری مشکلات پیدا کرتا ہے اور شادی کو غیر ضروری طور پر پیچیدہ بنادیتا ہے۔

کئی اسکالرز نے اس بات پر زور دیا کہ جہیز کی رسم اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں بلکہ برصغیر کی ہندووانہ ثقافت سے مستعار لی گئی ہے، جو مسلم معاشرے میں رائج ہوگئی۔ان کے مطابق، پیارے حضور ﷺ نے اپنی بیٹیوں کی شادی انتہائی سادگی سے کی، اور کسی بھی مقام پر جہیز کا مطالبہ یا اس کی روایت کو فروغ نہیں دیا۔ایک اسکالر نے کہا، "اسلام میں نکاح کو آسان بنانے پر زور دیا گیا ہے، جبکہ جہیز کے موجودہ تقاضے نہ صرف والدین کے لیے معاشی دباؤ پیدا کرتے ہیں بلکہ شادی کے عمل میں تاخیر کا باعث بھی بنتے ہیں۔"

اسکالرز نے نشاندہی کی کہ جہیز کے مطالبات ایک طرح سے والدین کے لیے بلیک میلنگ کے مترادف ہیں، کیونکہ وہ اپنی بیٹی کے بہتر مستقبل کے لیے کسی بھی حد تک جانے کو تیار ہو جاتے ہیں۔یہ رسم خاص طور پر متوسط اور کم آمدنی والے خاندانوں کے لیے تباہ کن ثابت ہوتی ہے، جہاں جہیز کے بوجھ کی وجہ سے والدین اپنی بیٹیوں کی شادی کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ایک اسکالر نے کہا، "یہ مطالبات والدین کو قرض لینے یا اپنی جائیداد بیچنے پر مجبور کرتے ہیں، جو نہ صرف انہیں معاشی دباؤ میں ڈال دیتا ہے بلکہ بعض اوقات انہیں معاشرتی ذلت کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔"

کچھ اسکالرز نے کہا کہ جہیز کے مطالبات کا ایک اور منفی اثر یہ ہے کہ یہ رشتے کے آغاز میں ہی لڑکی اور اس کے خاندان کے لیے ایک عدم مساوات کا احساس پیدا کرتا ہے۔ان کے مطابق، ایسے خاندان جہاں لڑکی کے والدین زیادہ جہیز نہیں دے سکتے، وہ اکثر اپنی بیٹی کے ساتھ ہونے والے برے سلوک کے بارے میں پریشان رہتے ہیں۔یہ چیز نہ صرف والدین کے لیے ذہنی دباؤ کا سبب بنتی ہے بلکہ خود لڑکی کے لیے بھی شادی شدہ زندگی میں مشکلات پیدا

کرتی ہے۔

اسکالرز نے مزید کہا کہ جہیز کے مطالبات اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کی شادی میں ایک بڑی رکاوٹ ہیں، کیونکہ ایسے خاندان جو لڑکی کی تعلیم اور قابلیت کو اہمیت دیتے ہیں، وہ اکثر جہیز کے بوجھ کے سبب اچھے رشتے کھو دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ "اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے والدین کو ایسے رشتے ڈھونڈنا مشکل ہو جاتا ہے جو ان کی بیٹی کے معیار پر پورا اتریں اور جہیز کے مطالبات نہ کریں۔"

کچھ اسکالرز نے یہ بھی کہا کہ جہیز کی رسم نہ صرف شادی کے عمل کو متاثر کرتی ہے بلکہ یہ اسلامی تعلیمات سے بالکل متصادم ہے۔ان کے مطابق، پیارے حضور ﷺ نے نکاح کو انتہائی آسان اور سادہ رکھا اور اس میں کسی بھی قسم کی مالی شرط عائد نہیں کی۔ایک اسکالر نے کہا، "جہیز کے مطالبات نہ صرف اسلامی اصولوں کی خلاف ورزی ہیں بلکہ یہ انسانیت کے بنیادی اصولوں کے بھی خلاف ہیں۔"

کچھ اسکالرز نے مشورہ دیا کہ اس مسئلے کا حل صرف اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ ان کے مطابق، والدین اور نوجوان نسل کو اس بات کا شعور دیا جائے کہ نکاح کو سادگی سے انجام دینا ایک اسلامی فریضہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ "یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ان اسلامی اصولوں کے مطابق تربیت دیں، جو نکاح کو آسان اور سادہ رکھنے پر زور دیتے ہیں۔"

کئی اسکالرز نے اس بات پر روشنی ڈالی کہ جہیز کے رجحان کو ختم کرنے کے لیے معاشرتی شعور کو بڑھانا ضروری ہے۔انہوں نے کہا کہ مدارس، مساجد، اور تعلیمی اداروں کو اس معاملے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے، تاکہ نکاح کو آسان بنایا جا سکے اور جہیز کے مطالبات کو ختم کیا جا سکے۔ایک اسکالر نے کہا، "یہ وقت کی ضرورت ہے کہ مسلم معاشرہ اسلامی اصولوں کی طرف لوٹے اور شادی کو غیر ضروری رسومات سے پاک کرے۔"

مجموعی طور پر، تمام اسکالرز نے اس بات پر زور دیا کہ جہیز کے مطالبات نہ صرف اسلامی اصولوں کے خلاف ہیں بلکہ معاشرتی بگاڑ اور شادی میں تاخیر کی ایک بڑی وجہ بھی ہیں۔انہوں نے کہا کہ اس مسئلے کے حل کے لیے اسلامی تعلیمات کی پیروی اور معاشرتی شعور کی بیداری ضروری ہے۔

کیا آپ کے خیال میں موجودہ دور میں شادی کو غیر ضروری طور پر مشکل بنادیا گیا ہے؟ اس رجحان کے پیچھے کیا عوامل کارفرما ہیں؟

اس سوال پر اسکالرز نے متفقہ طور پر تسلیم کیا کہ موجودہ دور میں شادی کو غیر ضروری طور پر مشکل بنادیا گیا ہے، اور یہ رجحان اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ ان کے مطابق، شادی جو کہ ایک آسان اور سادہ عمل ہونا چاہیے، اب معاشرتی رسومات، مالی دباؤ، اور غیر ضروری توقعات کے باعث پیچیدہ اور مہنگا ہو گیا ہے۔

کئی اسکالرز نے اس بات پر زور دیا کہ شادی کو مشکل بنانے کے پیچھے اہم عوامل میں نمود و نمائش، جہیز کی

رسم، اور معاشرتی توقعات شامل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ شادی کو ایک سماجی اسٹیٹس سمبل کے طور پر دیکھا جا رہا ہے، جہاں والدین اور خاندان اپنی حیثیت کو ظاہر کرنے کے لیے فضول خرچیاں کرتے ہیں۔ ایک اسکالر نے کہا، "اسلام نے نکاح کو آسان اور بابرکت بنانے کی تلقین کی ہے، لیکن موجودہ دور میں یہ ایک غیر ضروری مالی بوجھ بن گیا ہے۔"

کچھ اسکالرز نے اس بات کی نشاندہی کی کہ میڈیا نے بھی اس رجحان کو فروغ دیا ہے۔ شادی کے حوالے سے ٹی وی ڈرامے، فلمیں، اور سوشل میڈیا پر دکھائی جانے والی شاندار تقریبات نے لوگوں کی توقعات کو غیر حقیقی بنا دیا ہے۔ ان کے مطابق، نوجوان نسل ان تقاریب کو اپنا معیار سمجھ کر اپنانا چاہتی ہے، جس کی وجہ سے والدین پر اضافی مالی دباؤ پڑتا ہے۔

کچھ اسکالرز نے کہا کہ والدین کے لیے بیٹیوں کی شادی میں تاخیر کا ایک بڑا سبب جہیز کے مطالبات بھی ہیں۔ ان کے مطابق، جہیز کی رسم نہ صرف اسلامی اصولوں کے خلاف ہے بلکہ یہ والدین کو قرض لینے یا اپنی جائیداد فروخت کرنے پر مجبور کرتی ہے، جس سے متوسط اور کم آمدنی والے طبقے کے لیے شادی مزید مشکل ہو جاتی ہے۔

ایک اور پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے، اسکالرز نے کہا کہ معاشرتی توقعات بھی شادی کو مشکل بناتی ہیں، جہاں خاندان اور رشتے دار شاندار تقاریب کی توقع رکھتے ہیں۔ اس دباؤ کی وجہ سے والدین اکثر اپنے وسائل سے بڑھ کر خرچ کرتے ہیں، جو ان کے لیے مالی مشکلات پیدا کرتا ہے۔

حل کی تجاویز:

اس رجحان کے تدارک کے لیے اسکالرز نے اسلامی تعلیمات کی طرف لوٹنے پر زور دیا۔ ان کے مطابق:

نکاح کو سادہ اور بابرکت بنانے کے لیے غیر ضروری رسومات کو ترک کرنا ضروری ہے۔

معاشرتی شعور بیدار کرنے کے لیے مدارس، مساجد، اور تعلیمی اداروں کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

میڈیا کو مثبت پیغام دینے کے لیے استعمال کیا جانا چاہیے، تاکہ شادی کو ایک سادہ اور بابرکت عمل کے طور پر پیش کیا جا سکے۔

جہیز کے مطالبات کے خلاف سخت معاشرتی رویہ اپنانا چاہیے، اور ایسی تقاریب کو فروغ دینا چاہیے جو سادگی کی مثال ہوں۔

کیا آپ کے خیال میں شادی کے بعد خواتین کا ملازمت اور گھریلو ذمہ داریوں کے درمیان توازن قائم کرنا ممکن ہے؟ اسلام اس معاملے میں کیا رہنمائی فراہم کرتا ہے؟

اس سوال پر اسکالرز نے مختلف آراء پیش کیں، لیکن ان کا عمومی اتفاق اس بات پر تھا کہ خواتین کے لیے شادی کے بعد ملازمت اور گھریلو ذمہ داریوں کے درمیان توازن قائم کرنا ممکن ہے، بشرطیکہ اسلامی اصولوں اور خاندان کے تعاون کو مدنظر رکھا جائے۔

کئی اسکالرز نے کہا کہ اسلام خواتین کو ملازمت کی اجازت دیتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کی گھریلو ذمہ داریوں کو بھی اہمیت دیتا ہے۔ ان کے مطابق، عورت کی بنیادی ذمہ داری اس کا خاندان ہے، اور اگر ملازمت گھریلو زندگی پر منفی اثر ڈالے تو اسے ترجیح نہیں دینی چاہیے۔ ایک اسکالر نے کہا، "اسلام عورت کو معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی اجازت دیتا ہے، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس کی گھریلو زندگی اور بچوں کی تربیت متاثر نہ ہو۔"

کچھ اسکالرز نے نشاندہی کی کہ ملازمت اور گھریلو زندگی کے درمیان توازن قائم کرنا شوہر اور خاندان کے رویے پر بھی منحصر ہے۔ اگر شوہر اور خاندان تعاون کریں تو عورت کے لیے دونوں ذمہ داریوں کو بخوبی نبھانا ممکن ہو جاتا ہے۔ انہوں نے کہا، "ایک سمجھدار شوہر اور خاندان کا تعاون عورت کے لیے شادی کے بعد ملازمت کو جاری رکھنے کے چیلنج کو آسان بنا سکتا ہے۔"

کچھ اسکالرز نے اسلامی تعلیمات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ عورت کا اصل مقام اس کا گھر ہے، لیکن اگر ملازمت ضروری ہو تو اسے اس انداز میں ترتیب دیا جانا چاہیے کہ وہ گھریلو ذمہ داریوں کو متاثر نہ کرے۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی تاریخ میں بھی خواتین نے مختلف پیشوں میں حصہ لیا، جیسے کہ حضرت خدیجہ رَضِیَ ال-لّٰہ ُعَنۡھَا کا تجارتی کاروبار۔

اسکالرز نے اس بات پر بھی روشنی ڈالی کہ خواتین کے کام کرنے کے دوران اسلامی حدود کا احترام ضروری ہے۔ ان کے مطابق، خواتین کے لیے ایسا ماحول ہونا چاہیے جہاں ان کی عزت اور حیا محفوظ رہے۔ کچھ نے کہا کہ مخلوط ماحول میں کام کرنے کے بجائے خواتین کے لیے الگ پروفیشنل ماحول فراہم کیا جانا چاہیے۔

حل کی تجاویز:

خاندانی تعاون: اسکالرز نے اس بات پر زور دیا کہ شوہر اور خاندان کو خواتین کی مدد کرنی چاہیے تاکہ وہ گھریلو اور پروفیشنل زندگی کے درمیان توازن قائم کر سکیں۔

اسلامی حدود کی پاسداری: خواتین کو ایسا کام کرنا چاہیے جو اسلامی اصولوں کے مطابق ہو اور ان کی حیا اور عزت کا تحفظ کرے۔

معاشرتی شعور: خواتین کو تعلیم دی جانی چاہیے کہ ملازمت اور گھریلو زندگی کے درمیان توازن کیسے قائم کیا جا سکتا ہے، اور معاشرہ خواتین کے لیے سازگار ماحول پیدا کرے۔

کیا آپ کے نزدیک اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کی شادی کے لیے طبقاتی فرق اور سماجی حیثیت ایک بڑی رکاوٹ ہے؟ اس مسئلے کو کیسے حل کیا جا سکتا ہے؟

اس سوال پر اسکالرز نے متفقہ طور پر تسلیم کیا کہ طبقاتی فرق اور سماجی حیثیت اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کی شادی میں ایک بڑی رکاوٹ ہیں۔ ان کے مطابق، والدین اور خاندان کی جانب سے بیٹیوں کے لیے "مثالی" رشتے تلاش

کرنے کی خواہش اکثر شادی کے عمل کو مشکل اور طویل بنا دیتی ہے۔ یہ رجحان نہ صرف معاشرتی دباؤ کو بڑھاتا ہے بلکہ شادی میں غیر ضروری تاخیر کا سبب بھی بنتا ہے۔

کئی اسکالرز نے کہا کہ طبقاتی فرق کی یہ سوچ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ ان کے مطابق، اسلام نے شادی کے فیصلے میں دینداری، اخلاق، اور کردار کو ترجیح دی ہے، جبکہ معاشرتی حیثیت یا مالی معیار کو کم اہمیت دی گئی ہے۔ انہوں نے پیارے حضور ﷺ کی حدیث کا حوالہ دیا: "اگر تمہارے پاس کوئی ایسا رشتہ آئے جس کا دین اور اخلاق تمہیں پسند ہو تو اس سے نکاح کر لو۔"

کچھ اسکالرز نے نشاندہی کی کہ طبقاتی فرق کا مسئلہ خاص طور پر اس وقت نمایاں ہوتا ہے جب والدین اپنی بیٹی کے لیے ایسا رشتہ ڈھونڈتے ہیں جو اس کی تعلیمی اور سماجی سطح کے مطابق ہو۔ ان کے مطابق، یہ رویہ بعض اوقات اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے لیے رشتے کے مواقع کو محدود کر دیتا ہے اور والدین کو غیر ضروری دباؤ میں مبتلا کر دیتا ہے۔

ایک اسکالر نے کہا کہ سماجی حیثیت کو مد نظر رکھنے کی روایت نے خواتین کو بھی ان رشتوں کو مسترد کرنے کی طرف مائل کر دیا ہے جو ان کے تعلیمی یا پروفیشنل معیار سے نیچے ہوں۔ ان کے مطابق، اس سوچ نے شادی کے عمل کو مزید پیچیدہ بنا دیا ہے اور اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے لیے شادی میں تاخیر کا سبب بن رہا ہے۔

حل کی تجاویز:

دینداری کو ترجیح دیں: اسکالرز نے کہا کہ والدین اور خواتین کو یہ سمجھنا چاہیے کہ شادی میں دینداری اور اخلاق سب سے اہم ہیں، اور سماجی یا مالی حیثیت کو فیصلہ سازی میں غیر ضروری طور پر اہمیت نہیں دی جانی چاہیے۔

سماجی دباؤ کو نظر انداز کریں: اسکالرز نے زور دیا کہ والدین کو سماجی توقعات اور طبقاتی فرق کے دباؤ سے آزاد ہو کر شادی کے فیصلے کرنے چاہییں۔

تعلیمی اداروں اور مساجد کا کردار: تعلیمی ادارے اور مذہبی تنظیمیں لوگوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق شادی کے بارے میں تعلیم دے سکتی ہیں تاکہ طبقاتی فرق کو کم کیا جا سکے۔

خود اعتمادی کی تربیت: اسکالرز نے کہا کہ خواتین کو اپنی صلاحیتوں اور کردار پر اعتماد رکھنا چاہیے اور معاشرتی حیثیت کے بجائے دینداری اور اخلاق کو ترجیح دینی چاہیے۔

آپ کے خیال میں میڈیا اور مغربی ثقافت اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے شادی کے رجحانات پر کس حد تک اثر انداز ہو رہے ہیں؟ اس کے تدارک کے لیے کیا حکمت عملی اختیار کی جا سکتی ہے؟

اس سوال پر اسکالرز نے متفقہ طور پر تسلیم کیا کہ میڈیا اور مغربی ثقافت اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے شادی کے رجحانات پر گہرے اثرات ڈال رہے ہیں۔ ان کے مطابق، میڈیا اور مغربی نظریات نے شادی کے بارے میں اسلامی اور روایتی تصورات کو دھندلا کر دیا ہے، جس کے نتیجے میں نوجوان نسل کے خیالات اور رویے بدل رہے ہیں۔

کئی اسکالرز نے کہا کہ میڈیا پر پیش کیے جانے والے غیر حقیقی معیار، جیسے کہ مثالی شادی، پر تعیش تقریبات، اور خود مختاری کے مغربی تصورات، خواتین کو شادی کے بارے میں متذبذب بنا رہے ہیں۔ان کے مطابق، میڈیا کے ذریعے یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ کامیابی کا مطلب ذاتی آزادی اور کیریئر کی ترقی ہے، جس کی وجہ سے خواتین شادی کو کم ترجیح دینے لگی ہیں۔

کچھ اسکالرز نے اس بات پر زور دیا کہ مغربی ثقافت کی تقلید نے معاشرتی اقدار اور خاندانی نظام پر منفی اثر ڈالا ہے۔ان کے مطابق، مغربی تصورات نے خواتین میں اس سوچ کو فروغ دیا ہے کہ شادی ان کی آزادی اور خود مختاری کو محدود کر سکتی ہے۔ایک اسکالر نے کہا، "اسلام خواتین کو مکمل آزادی اور حقوق دیتا ہے، لیکن اس آزادی کو ذمہ داری کے ساتھ ہم آہنگ کیا جاتا ہے، جبکہ مغربی نظریات انفرادی مفادات کو ترجیح دیتے ہیں۔"

کچھ اسکالرز نے اس بات کی نشاندہی کی کہ مغربی ثقافت کے زیر اثر، شادی کو اکثر غیر ضروری ذمہ داری کے طور پر دیکھا جاتا ہے، اور نکاح کے مقدس رشتے کی اہمیت کو کم کیا جا رہا ہے۔انہوں نے کہا کہ یہ رجحانات خواتین کو شادی سے گریز اور غیر روایتی طرز زندگی اپنانے کی طرف مائل کر رہے ہیں، جو اسلامی اقدار سے متصادم ہے۔

حل کی تجاویز:

اسلامی تعلیمات کی ترویج: اسکالرز نے اس بات پر زور دیا کہ والدین، تعلیمی اداروں، اور مساجد کو اسلامی اقدار کو فروغ دینے کے لیے کردار ادا کرنا چاہیے، تاکہ خواتین کو نکاح کی اہمیت اور برکات سے روشناس کرایا جا سکے۔

میڈیا کا مثبت استعمال: اسکالرز نے مشورہ دیا کہ میڈیا کو اسلامی اور معاشرتی اقدار کو فروغ دینے کے لیے استعمال کیا جائے۔سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کے ذریعے نکاح کی سادگی اور برکات کو اجاگر کیا جا سکتا ہے۔

خاندانی نظام کی مضبوطی: والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی بیٹیوں کو خاندانی زندگی کے فوائد اور شادی کے اسلامی اصولوں کے بارے میں آگاہ کریں، تاکہ وہ مغربی نظریات کے منفی اثرات سے بچ سکیں۔

معاشرتی شعور بیدار کرنا: اسکالرز نے کہا کہ نکاح کی اہمیت اور شادی کے اسلامی تصور کے بارے میں معاشرے میں شعور بیدار کرنا ضروری ہے، تاکہ خواتین شادی کے بارے میں مثبت رویہ اپنائیں۔

اسلامی رہنمائی میں شادی کے مسائل کا حل: مذہبی اسکالرز کی آراء کے تناظر میں

اسلام ایک جامع دین ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔شادی کو دین اسلام نے نہ صرف فطری ضرورت قرار دیا ہے بلکہ اسے معاشرتی استحکام اور روحانی بالیدگی کا ذریعہ بھی بنایا ہے۔زیر بحث تحقیق میں والدین اور مذہبی اسکالرز کی آراء نے موجودہ دور میں اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کی شادی کے مسائل کو واضح کیا، جن کے اسباب میں معاشی دباؤ، سماجی توقعات، اور طبقاتی ترجیحات شامل ہیں۔تاہم، ان مسائل کا حل اسلامی تعلیمات میں موجود ہے، جس پر عمل پیرا ہو کر ایک متوازن اور پُرامن معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔اسلام نے شادی کو عبادت کے

درجے تک پہنچایا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً[1]"

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔''

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ شادی صرف معاشرتی یا فطری ضرورت نہیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو انسانی دلوں میں مودّت و رحمت پیدا کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی شادی کو دین کی تکمیل کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا:

"مَن تَزَوَّجَ فقد استَكمَلَ نِصفَ الدِّينِ، فليَتَّقِ اللهَ في النِّصفِ الباقي[2]"

''جس نے نکاح کیا اس نے اپنے دین کا آدھا حصہ مکمل کر لیا، پس بقیہ آدھے حصے میں اللہ سے ڈرے۔''

یہ حدیث اس بات کی نشان دہی کرتی ہے کہ نکاح صرف جسمانی ضرورت یا سماجی معاہدہ نہیں بلکہ دین کی تکمیل کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ رویہ اس جدید تصور سے مختلف ہے جو شادی کو محض ایک ذاتی فیصلہ یا سماجی توقعات کی بنیاد پر طے کیا جانے والا معاملہ سمجھتا ہے۔

- **جہیز اور غیر ضروری رسومات:**

موجودہ دور میں شادی کو مشکل بنانے والے سب سے بڑے عوامل میں سے ایک جہیز ہے، جسے دینِ اسلام میں سختی سے ناپسند کیا گیا ہے۔ پیارے نبی کریم ﷺ کی سیرت میں کسی بھی مقام پر جہیز کا مطالبہ یا اس کی ترغیب نہیں دی گئی، بلکہ آپؐ نے اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کی شادی انتہائی سادگی سے کی۔ حضرت علیؓ سے ان کا نکاح محض چند اشیاء پر طے پایا، جن میں ایک چادر، ایک مشکیزہ، اور ایک تکیہ شامل تھا۔[3]

- **طبقاتی فرق اور تعلیمی معیار:**

اسلام میں شادی کے لیے دین اور اخلاق کو بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

"إِذَا أَتَاكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ، إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ[4]"

''جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص رشتہ کے لیے آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم راضی ہو، تو اس سے نکاح کر دو، ورنہ زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہو جائے گا۔''[4]

یہ حدیث اس بات کی تردید کرتی ہے کہ شادی کے لیے دولت، سماجی حیثیت یا ظاہری معیار کو بنیاد بنایا

---

[1] الروم: 21

[2] امام بیہقی، شعب الایمان، حدیث 5489، باب "فضل النکاح"، بیروت: دار الکتب العلمیة، 2003، حکمہ حسن ۔

[3] ابن ماجہ، محمد بن یزید ، السنن، کتاب النکاح، باب تزویج فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ، حدیث 1910

[4] الترمذی، محمد بن عیسیٰ ، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب إذا جاءکم من ترضون دینه، حدیث 1084 بیروت: دار احیاء التراث العربی

جائے۔ بدقسمتی سے والدین اعلیٰ تعلیم یافتہ بیٹیوں کے لیے "مثالی" رشتہ تلاش کرتے ہوئے اکثر عملی تقاضوں سے ہٹ کر غیر حقیقی توقعات قائم کر لیتے ہیں، جس کے باعث شادی میں تاخیر واقع ہوتی ہے۔

- **خواتین کی ملازمت اور گھریلو زندگی:**

اسلام نے خواتین کو معاشی شرکت کی اجازت دی ہے، جیسا کہ حضرت خدیجہؓ کا کاروباری پس منظر اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کی علمی سرگرمیاں اس بات کا ثبوت ہیں۔ تاہم، اسلام توازن پر زور دیتا ہے کہ عورت کی ذمہ داریوں میں گھر اور خاندان کو اولیت حاصل ہے [1]۔ چنانچہ اگر شوہر، سسرال اور خاندان تعاون کریں تو خواتین باعزت طور پر تعلیم یافتہ ہو کر شادی شدہ زندگی کے ساتھ پروفیشنل کردار بھی نبھا سکتی ہیں۔

- **میڈیا اور مغربی اثرات:**

تحقیق سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ میڈیا اور مغربی ثقافت نے خواتین کے ذہنوں میں یہ تاثر پیدا کیا ہے کہ شادی آزادی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ یہ تصور اسلامی تعلیمات کے برخلاف ہے۔ اسلام عورت کو آزادی دیتا ہے مگر اس کے ساتھ ذمہ داری اور حدود کا تعین بھی کرتا ہے۔ چنانچہ اسلامی معاشرے کو چاہیے کہ میڈیا کو مثبت اقدار کے فروغ کے لیے استعمال کرے، تاکہ نکاح کو عبادت کے طور پر پیش کیا جا سکے۔

تحقیق سے حاصل شدہ نکات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کی شادی کے حوالے سے جو رکاوٹیں موجود ہیں، ان کا مؤثر حل صرف اسلامی تعلیمات کے عملی نفاذ سے ممکن ہے۔ نکاح کو آسان بنانے، سماجی تفاخر اور رسومات سے اجتناب، دین و اخلاق کی بنیاد پر رشتہ داری کے فیصلے، اور سادہ طرزِ زندگی کو فروغ دے کر ایک مثبت معاشرتی ماحول پیدا کیا جا سکتا ہے۔

والدین اور علماء کرام دونوں کو چاہیے کہ وہ تعلیم یافتہ خواتین کے لیے شادی کو ایک ایسا عمل بنائیں جس میں دینی رہنمائی، اخلاقی تربیت، اور معاشرتی توازن نمایاں ہو، تاکہ فرد، خاندان اور معاشرہ سبھی اس سے مستفید ہو سکیں۔

---

[1] البخاری، محمد بن اسماعیل،الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب التجارة للنساء، حدیث 2043

باب چہارم: خواتین میں شادی سے گریز کے عوامل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا حل

فصل اول: اسلام میں شادی کی اہمیت

فصل دوم: خواتین کے حقوق قرآن وسنت کی روشنی میں

فصل سوم: خواتین میں شادی سے گریز کے رجحان کا حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

فصل اول:

اسلام میں شادی کی اہمیت

شادی انسانی زندگی کا ایک بنیادی اور فطری پہلو ہے، جو نہ صرف فرد کی جسمانی اور جذباتی ضروریات کو پورا کرتا ہے بلکہ اس کے ذریعے خاندانی نظام اور معاشرتی استحکام کی بنیاد بھی رکھی جاتی ہے۔ انسان کی تخلیق یہ ظاہر کرتی ہے کہ وہ اکیلا زندگی گزارنے کے لیے نہیں بنایا گیا، بلکہ اسے ایک ساتھی کی ضرورت ہے جو اس کے دکھ سکھ کا شریک ہو اور زندگی کے سفر میں اس کا سہارا بنے۔ شریک حیات کے بغیر زندگی ادھوری اور غیر متوازن محسوس ہوتی ہے۔

نکاح کے مقدس رشتے کے ذریعے مرد اور عورت نہ صرف اپنی فطری ضروریات کو پورا کرتے ہیں بلکہ ایک نئی زندگی کی شروعات بھی کرتے ہیں۔ یہ تعلق، جو نکاح کے ذریعے قائم ہوتا ہے، ایک نئے خاندان کی بنیاد رکھتا ہے۔ اس خاندان میں محبت، اعتماد، اور باہمی تعاون کا ماحول پیدا ہوتا ہے، جو ایک مستحکم اور مضبوط معاشرتی ڈھانچے کی تشکیل کے لیے ضروری ہے۔

شادی صرف ایک سماجی معاہدہ نہیں بلکہ دو دلوں کا پاکیزہ اور دائمی اتحاد ہے۔ یہ رشتہ دونوں فریقین کو ایک دوسرے کے حقوق اور فرائض کی یاد دہانی کراتا ہے اور زندگی بھر کے لیے ایک دوسرے کا سہارا بناتا ہے۔ اس تعلق میں دونوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایک دوسرے کے جذبات اور ضروریات کا خیال رکھیں، محبت اور احترام کے ساتھ پیش آئیں، اور ایک دوسرے کی زندگی میں خوشی اور سکون کا سبب بنیں۔ شادی کے ذریعے انسان کو نہ صرف ایک ساتھی ملتا ہے جو اس کی زندگی کے ہر پہلو میں ساتھ ہوتا ہے بلکہ ایک ایسا ماحول بھی فراہم ہوتا ہے جہاں دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ امن و سکون کے ساتھ زندگی گزار سکتے ہیں۔ یہ تعلق ایک ایسا روحانی اور جسمانی بندھن ہے جو زندگی کے نشیب و فراز میں ایک دوسرے کے لیے سہارا بن جاتا ہے۔

شادی انسان کی زندگی کا وہ اہم پہلو ہے جس کے ذریعے اسے نہ صرف ایک شریک حیات میسر آتا ہے بلکہ ایک ایسا خوشگوار ماحول بھی ملتا ہے جہاں دونوں میاں بیوی اطمینان اور ہم آہنگی کے ساتھ زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ یہ رشتہ ایک مضبوط جسمانی اور روحانی بندھن کی صورت میں زندگی کے ہر اتار چڑھاؤ میں ایک دوسرے کے لیے سہارا بنتا ہے۔

شادی انسان کو وہ موقع فراہم کرتی ہے جہاں وہ اپنی خوشیاں، دکھ، آرزوئیں، اور خدشات کسی قابل اعتماد ساتھی کے ساتھ بانٹ سکتا ہے۔ یہ رشتہ محبت اور عزت کے جذبات کو پروان چڑھاتا ہے اور ایک مضبوط خاندان کی بنیاد رکھتا ہے جو زندگی کو خوشیوں اور اطمینان سے بھر دیتا ہے۔

اس بندھن کے ذریعے انسان نہ صرف ایک مستحکم معاشرتی مقام حاصل کرتا ہے بلکہ اپنی روحانی ترقی کے سفر کو

بھی آگے بڑھاتا ہے۔ یہ تعلق دونوں فریقین کو ایک دوسرے کے قریب لانے کے ساتھ ساتھ اللہ کے قریب ہونے کا ذریعہ بھی بنتا ہے، اور ایک ایسی شراکت کی تشکیل کرتا ہے جس میں ہر فرد دوسرے کی بہتری کے لیے کوشاں رہتا ہے۔

شادی زندگی میں سکون اور خوشی کا ذریعہ بننے کے ساتھ ساتھ معاشرتی توازن کو بھی یقینی بناتی ہے۔ یہ رشتہ دونوں فریقین کے درمیان محبت، عزت، اور باہمی تعاون کی فضا قائم کرتا ہے اور زندگی کے سفر کو ہموار اور خوشگوار بنا دیتا ہے۔

یہ مقدس رشتہ نہ صرف ایک فرد کی زندگی کو مکمل کرتا ہے بلکہ ایک نئے خاندان کی بنیاد رکھتا ہے جو معاشرتی استحکام کے لیے ناگزیر ہے۔ یہ تعلق دونوں میاں بیوی کو محبت، احترام، اور قربانی کے جذبے سے سرشار کرتا ہے، اور زندگی کو خوشیوں اور اطمینان سے ہمکنار کرتا ہے۔

اسلام شادی کو محض ایک سماجی معاہدہ نہیں بلکہ ایک مقدس عبادت اور اہم ذمہ داری کے طور پر پیش کرتا ہے۔ نکاح وہ پاکیزہ بندھن ہے جو مرد اور عورت کے درمیان ''ایجاب و قبول'' کے چند مخصوص الفاظ کے ذریعے قائم ہوتا ہے، اور یہ عمل دو گواہوں کی موجودگی میں مکمل کیا جاتا ہے۔

ایجاب و قبول کے ذریعے مرد اور عورت اس بات کا وعدہ کرتے ہیں کہ وہ زندگی کے تمام مراحل میں ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے اور ایک دوسرے کے شریک سفر بن کر زندگی کی ذمہ داریوں کو بانٹیں گے۔ یہ وعدہ صرف دنیاوی پہلوؤں تک محدود نہیں بلکہ اس میں روحانی تقاضے بھی شامل ہوتے ہیں، جو اس رشتے کو اور بھی زیادہ اہمیت اور پاکیزگی عطا کرتے ہیں۔ جس میں دونوں فریقین ایک دوسرے کے حقوق اور فرائض کو اللہ کی رضا کے لیے پورا کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ اس بندھن کے ذریعے وہ ایک پاکیزہ رشتے میں بندھتے ہیں جو دونوں کے لیے ایک مقدس ذمہ داری اور عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔

شادی کا بندھن اسلام میں ایک مضبوط اور پائیدار رشتہ کی بنیاد ہے، جس میں محبت، احترام، اور باہمی تعاون کا عنصر مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اس رشتے کے ذریعے میاں بیوی نہ صرف ایک دوسرے کی جسمانی اور جذباتی ضروریات کو پورا کرتے ہیں بلکہ ایک مضبوط خاندان کی تشکیل بھی کرتے ہیں جو ایک متوازن معاشرتی ڈھانچے کی بنیاد بناتا ہے۔ اس رشتے میں دونوں کو ایک دوسرے کا سہارا بننے اور زندگی کی مشکلات کا سامنا مل کر کرنے کی تلقین کی جاتی ہے، تاکہ وہ دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہو سکیں۔ اس طرح شادی صرف دو افراد کے درمیان ایک معاہدہ نہیں رہتی بلکہ ایک مکمل اور بھرپور زندگی کی تعمیر کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

قرآن کریم اور شادی کی اہمیت

قرآن مجید نے شادی کو غیر معمولی اہمیت دی ہے اور اسے انسانی فطرت کا ایک لازمی حصہ قرار دیا ہے۔ اس مقدس

رشتے کو زندگی کے اہم اور بنیادی عناصر میں شامل کیا گیا ہے، جہاں نہ صرف انسان اپنی جذباتی اور جسمانی ضروریات کو جائز انداز میں پورا کرتا ہے بلکہ نسل انسانی کی بقا اور ایک مستحکم خاندان کے قیام کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔ قرآن میں شادی کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے، جیسے کہ میاں بیوی کے درمیان محبت اور رحمت کا تعلق، ازدواجی زندگی کے حقوق و فرائض، اور خاندان کی مضبوطی کے لیے دی گئی رہنما ہدایات۔

قرآن مجید میں شادی کو ایمان اور تقویٰ کے ساتھ جوڑ کر اس کے روحانی اور دینی پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے، جو اس رشتے کو ایک اعلیٰ مقام عطا کرتا ہے۔ یہ تعلق نہ صرف فرد کی زندگی میں سکون اور اطمینان لاتا ہے بلکہ ایک مضبوط خاندان اور مستحکم معاشرت کی بنیاد بھی رکھتا ہے۔

قرآنی آیات میں شادی کے مقاصد، اس کے تقاضوں، اور ازدواجی زندگی کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ ان آیات کے ذریعے یہ بتایا گیا ہے کہ شادی ایک ایسا تعلق ہے جو محبت، عزت، اور ذمہ داریوں کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے اور معاشرتی استحکام کے لیے ناگزیر ہے۔ ذیل میں ہم ان آیات کو مختلف مفسرین کرام کی تفاسیر کی روشنی میں دیکھیں گے۔

جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے انسان پر اپنے عظیم احسانات گنوائے ہیں تو ان میں اس کا تذکرہ بھی کیا ہے کہ اس کیلئے اسی کی جنس میں سے ایک جوڑا بھی تخلیق کیا ہے تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کر سکے۔

سورت النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾[1]

"اے لوگو! اپنے پروردگار کا خوف رکھو، جس نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا، پھر ان دونوں سے بے شمار مردوں اور عورتوں کو پھیلایا۔ اس اللہ کا لحاظ رکھو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو، اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرو۔ یقیناً اللہ تمہارے ہر عمل پر نظر رکھنے والا ہے۔"

سورت الروم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾[2]

"اور اس کی عظیم نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے شریک حیات پیدا کیے، تاکہ تم ان کے ساتھ سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت کا جذبہ پیدا کیا۔ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔"

یہ آیت نکاح کے رشتے کی بنیاد اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ نکاح ایک فطری اور مقدس تعلق ہے، جسے اللہ تعالیٰ

[1] النساء:1

[2] الروم :21

نے انسان کی فطرت اور اس کی ضروریات کے عین مطابق تشکیل دیا ہے۔ اس میں واضح کیا گیا ہے کہ اللہ نے مرد اور عورت کو ایک دوسرے کا ساتھی بنایا تاکہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ سکون اور اطمینان حاصل کر سکیں۔

یہ حقیقت بھی بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ان کی اپنی جنس سے شریک حیات عطا کیے ہیں، تاکہ ان کے درمیان محبت، الفت، اور ہم آہنگی کا رشتہ قائم ہو۔ یہ رشتہ نہ صرف جسمانی راحت کا ذریعہ ہے بلکہ روحانی سکون بھی فراہم کرتا ہے۔ اگر انسان کے لیے شریک حیات کے طور پر کوئی اور مخلوق، جیسے فرشتہ، جن، یا جانور منتخب کیا جاتا، تو ان کے درمیان وہ محبت اور ہم آہنگی ممکن نہ ہوتی جو ایک ہی جنس کے جوڑے کے درمیان پیدا ہوتی ہے۔
اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت کے مطابق بہترین ساتھی مہیا کیے ہیں، جو نہ صرف محبت اور مہربانی کا رشتہ قائم کرتے ہیں بلکہ انسان کی مختلف ضروریات کو بھی پورا کرتے ہیں۔ اس آیت میں یہ بات بھی نمایاں ہے کہ شوہر اور بیوی کے درمیان موجود محبت، رحمت، اور جذباتی وابستگی ازدواجی زندگی کو خوشحال اور کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ [1]
یہ پورا نظام اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت کا مظہر ہے، جس کے ذریعے انسان اپنی زندگی کو خوشگوار اور سکون بخش انداز میں گزار سکتا ہے۔ یہ رشتہ نہ صرف فرد کی ضروریات کو پورا کرتا ہے بلکہ معاشرتی اور روحانی توازن کے قیام کا بھی ذریعہ بنتا ہے۔ سورت النور میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ [2]
"اور تم میں سے جو نکاح کے بغیر ہوں، ان کے نکاح کا انتظام کرو، اور ان غلاموں اور باندیوں کے لیے بھی نکاح کا بندوبست کرو جو اس قابل ہوں۔ اگر وہ مالی تنگی میں مبتلا ہوں تو اللہ اپنی مہربانی سے انہیں خوشحالی عطا فرمائے گا۔" [3]

امام قرطبیؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ آیت "الأَيامى مِنْكُمْ" میں لفظ "ایامی" کا مطلب ان افراد سے ہے جن کے پاس کوئی زوج نہیں، یعنی مرد یا عورت جن کے پاس کوئی شریک حیات نہیں ہے۔ لغوی اعتبار سے، "ایامی" کا اصل مطلب وہ عورت ہے جو بغیر شوہر کے ہو، چاہے وہ کنواری ہو یا بیوہ۔ [4]
علماء کے درمیان اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ شادی کرنا فرض ہے، مستحب ہے یا مباح ہے۔

---

[1] ابن كثير، ابوالفداء اسماعيل بن عمر بن كثير ، تفسير القرآن العظيم (الناشر: دار طيبة للنشر والتوزيع، الطبعة: الثانية 1420هـ - 1999 م) 309/6
[2] النور: 32
[3] عثمانی ، محمد تقی ، آسان ترجمه قرآن، مکتبه معارف القرآن، 1075/2
[4] القرطبي أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر ، الجامع لأحكام القرآن، (الناشر: دار الكتب المصرية – القاهرة، الطبعة: الثانية، 1384هـ - 1964 م) 239/12

1. علماء مالکیہ اور حنفیہ کے نزدیک شادی مستحب ہے، یعنی اس کا کرنا پسندیدہ اور افضل عمل ہے۔
2. امام شافعی کے نزدیک شادی مباح ہے، یعنی اگر کوئی شخص شادی کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں، یہ اسی طرح ہے جیسے کھانے پینے کی خواہش پوری کرنا۔

شادی کے ذریعے انسان تعفف اور پاکدامنی حاصل کرتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ شادی کو فطرت کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ حدیث﴿مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي﴾[1] (جس نے میری سنت سے رو گردانی کی، وہ مجھ سے نہیں) کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ شادی کرنا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے، اور اس سے رو گردانی نہیں کرنی چاہیے۔

آیت﴿إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾(اگر وہ فقیر ہوں، تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا) کا مفہوم یہ ہے کہ مالی تنگ دستی کے باوجود شادی سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنی مخلوق کو اپنے فضل سے غنی کرے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں اس بات کی تاکید کی ہے کہ شادی کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مال و دولت عطا کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین افراد ایسے ہیں جن کی مدد کرنا اللہ پر حق ہے:
1. وہ مجاہد جو اللہ کی راہ میں جنگ کر رہا ہو۔
2. وہ شخص جو پاکدامنی کی نیت سے شادی کر رہا ہو۔
3. وہ غلام جو اپنی آزادی کے لیے معاہدہ کر رہا ہو۔

بعض اوقات شادی کے بعد بھی انسان مالی طور پر مستغنی نہیں ہوتا، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ کا وعدہ پورا نہیں ہوا۔ غنا کا مطلب صرف مالی دولت نہیں بلکہ روحانی سکون اور اطمینان بھی ہے امام مسلم اپنی کتاب صحیح مسلم میں حدیث بیان کرتے ہیں کہ ﴿لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ إِنَّمَا الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ﴾[2](مال کی کثرت غنا نہیں، اصل غنا دل کی غنا ہے)۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فقیر کو بھی شادی سے نہیں روکنا چاہیے کیونکہ اس کا رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ نبی ﷺ نے بھی ایک ایسی عورت کا نکاح کیا جو اپنے آپ کو نبی ﷺ کو ہبہ کر رہی تھی، اس مرد سے جو صرف ایک چادر کا مالک تھا۔ ایسی صورت میں، اگر نکاح فقر کی حالت میں ہو اور عورت اسے قبول کر لے، تو بعد میں مالی

---

[1] النسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي ، السنن، الناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية – حلب،الطبعة: الثانية، 1406 ج:6، ص:60، ح:3217

[2] النيسابوري، مسلم بن الحجاج ،الصحيح المختصر (الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت) ج:2، ص:726، ح:1051

حالت خراب ہونے کی صورت میں عورت کو نکاح فسخ کرنے کا حق نہیں ہوگا، جب تک کہ وہ پہلے مالدار تھا اور بعد میں فقیر ہو گیا۔[1]

سورت الفرقان میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی اس دعا کو بیان کیا ہے جس میں وہ اپنے رب سے نیک اور صالح بیویوں اور اولاد کی درخواست کرتے ہیں

﴿ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴾[2]

اور وہ لوگ جو دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما"۔

یہ دعا اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ صالح اور نیک بیوی اور اولاد انسان کے لیے سکون اور خوشی کا ذریعہ ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو ذکر کر کے شادی کی فضیلت کو ظاہر کیا ہے۔

اسی طرح سورۃ القصص میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو بیان کیا ہے، جس میں وہ مدین میں حضرت شعیبؑ کے پاس تشریف لے جاتے ہیں۔ حضرت شعیبؑ ان سے اپنی ایک بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آٹھ سال تک ان کے ساتھ کام کریں گے، اور اگر وہ دس سال پورے کریں تو یہ ان کی مرضی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴾[3]

"اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تم سے کر دوں، اس شرط پر کہ تم آٹھ سال تک میری خدمت کرو، اور اگر تم دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری طرف سے ہوگا، اور میں تم پر مشقت نہیں ڈالنا چاہتا، انشاءاللہ تم مجھے صالح لوگوں میں سے پاؤ گے"

اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محنت اور جدوجہد کو بیان کیا گیا ہے جو انہوں نے نکاح کے مہر کے لیے کی، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح ایک عظیم اور مبارک عمل ہے جس کے لیے جدوجہد کرنا قابل تحسین ہے۔

ان تمام تفصیلات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شادی ایک مقدس عمل ہے جسے نہ صرف روحانی بلکہ دنیاوی فائدوں کے لیے بھی اپنانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ شادی کرنے والوں کی مالی اور روحانی مدد کرے گا، اور اس کی رحمت سے وہ اپنے بندوں کو ہر طرح کی تنگ دستی سے نجات دے گا۔

شادی کی اہمیت احادیث سے

---

[1] القرطبي ،ابو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر، الجامع لأحكام القرآن (الناشر: دار الكتب المصرية – القاهرة،الطبعة: الثانية، 1384هـ - 1964 م)242/12

[2] الفرقان:74

[3] القصص:27

شادی کا بندھن ایک ایسا مقدس رشتہ ہے جس کو تمام مذاہب میں جائز اور مستحسن قرار دیا گیا ہے۔ یہ رشتہ نہ صرف انسانی فطرت کی تکمیل کا ذریعہ ہے بلکہ معاشرتی استحکام اور نسل انسانی کی بقا کا ضامن بھی ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اس سنت کو زندہ رکھا اور اپنے اعمال و اقوال کے ذریعے اس کی اہمیت اور فضیلت کو واضح کیا۔ اللہ تعالیٰ انبیاء کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ﴾[1]

"ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا"

سنن ترمذی میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

﴿أربع من سنن المرسلين: الحياء، والتعطُّر، والسواك، والنكاح﴾[2]

"چار چیزیں انبیاء کرام کی سنت میں سے ہیں: حیاء، خوشبو لگانا، مسواک کرنا، اور نکاح۔"

اسلام میں شادی کو خاص طور پر ایک عظیم عبادت اور سنت مؤکدہ کی حیثیت حاصل ہے، جس کی تاکید رسول اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ میں بھرپور انداز میں ملتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے نہ صرف خود نکاح بلکہ ایک سے زائد نکاح کئے اور اپنے عمل سے شادی کی ترغیب دی بلکہ زبانی ارشادات سے اس کی طرف متوجہ فرمایا۔

مزید برآں، احادیث نبویہ میں شادی کو نہ صرف میاں بیوی کے درمیان محبت اور سکون کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، بلکہ اسے نسل انسانی کی بقا اور ارتقاء کا بنیادی وسیلہ بھی بتایا گیا ہے۔ شادی کے ذریعے ہی ایک صالح اور نیک نسل کی بنیاد رکھی جاتی ہے، جو کہ ایک اسلامی معاشرے کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بارہا اس بات کی تاکید فرمائی کہ اولاد کی صحیح تربیت والدین کی ذمہ داری ہے، اور اس ذمہ داری کو نبھانے کے لیے ایک مستحکم، محبت بھرا، اور باہمی اعتماد پر مبنی ازدواجی تعلق ضروری ہے۔

آپ ﷺ کی زندگی میں شادی کا عمل نہ صرف ایک انفرادی فریضہ تھا بلکہ آپ ﷺ نے امت کے سامنے ایک عملی مثال بھی قائم کی۔ نبی کریم ﷺ نے خود بھی متعدد شادیاں کیں اور ہر شادی کے ذریعے ایک اہم سبق دیا۔ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو نہ صرف ایک شوہر کی حیثیت سے بلکہ ایک رہنما اور مرشد کی حیثیت سے بھی آپ ﷺ کا قرب حاصل ہوا۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے ہر پہلو میں اعتدال اور توازن برقرار رکھا اور امت کو بھی یہی درس دیا کہ وہ اپنی ازدواجی زندگی میں محبت، شفقت، اور احترام کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

نبی کریم ﷺ کی شادیوں کا مقصد صرف ذاتی سکون اور اطمینان حاصل کرنا نہیں تھا بلکہ اس کے ذریعے مختلف قبائل

---

[1] الرعد:38

[2] الترمذی، أبو عیسی محمد بن عیسی ، الجامع، ج:2، ص:382، ح:1080(اخرجه البخاری ایضا)

کے درمیان اتحاد و اتفاق قائم کرنا، معاشرتی اصلاحات کو فروغ دینا، اور خواتین کے حقوق کو اجاگر کرنا بھی تھا۔ آپ ﷺ کی شادیاں اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ اسلام میں شادی کو کس قدر اہمیت دی گئی ہے اور اسے ایک مقدس فریضہ قرار دیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات نے اسلامی تعلیمات کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ، حضرت عائشہؓ، اور دیگر ازواجِ مطہرات نے آپ ﷺ کے پیغام کو امت تک پہنچانے میں بھرپور حصہ لیا۔ ان کی زندگیوں سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ شادی کے ذریعے نہ صرف ایک گھر کی بنیاد رکھی جاتی ہے بلکہ معاشرتی اصلاحات اور دین کی خدمت کا راستہ بھی ہموار ہوتا ہے۔

ذیل میں ہم چند احادیث کے تذکرے کے ساتھ شادی کی اہمیت پر روشنی ڈالیں گے۔

﴿أنَّ نَفَرًا مِن أَصْحَابِ النبيِّ سَأَلُوا أَزْوَاجَه عن عَمَلِهِ في السِّرِّ؟، فَقالَ بَعْضُهُمْ: لا أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، وَقالَ بَعْضُهُمْ: لا آكُلُ اللَّحْمَ، وَقالَ بَعْضُهُمْ: لا أَنَامُ علَى فِرَاشٍ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عليه، فَقالَ: ما بَالُ أَقْوَامٍ قالوا كَذَا وَكَذَا؟ لَكِنِّي أُصَلِّي وَأَنَامُ، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فمَن رَغِبَ عن سُنَّتي فليسَ مِنِّي﴾[1]

"چند صحابہ کرام نے نبی ﷺ کی ازواج مطہرات سے آپ ﷺ کے خفیہ اعمال کے بارے میں سوال کیا۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا: "میں عورتوں سے شادی نہیں کروں گا"، دوسرے نے کہا: "میں گوشت نہیں کھاؤں گا"، اور تیسرے نے کہا: "میں بستر پر نہیں سوؤں گا"۔ نبی ﷺ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسا اور ایسا کہتے ہیں؟ لیکن میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، تو جس نے میری سنت سے اعراض کیا، وہ مجھ سے نہیں ہے"۔

مندرجہ بالا حدیث کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ تین افراد رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس آئے تاکہ ان سے نبی ﷺ کے گھر کے اندر کے اعمال کے بارے میں سوال کر سکیں۔ ان افراد کا مقصد یہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تمام عبادات اور اعمال کو جان کر ان پر عمل کریں۔ کیونکہ نبی ﷺ کے اعمال میں سے کچھ ایسے تھے جو صحابہ کرام کے سامنے ظاہری طور پر انجام دیے جاتے تھے، جبکہ بعض عبادات اور اعمال گھر کے اندر خفیہ طور پر کیے جاتے تھے، جنہیں صرف ازواج مطہرات ہی جانتی تھیں۔

ان افراد میں سے ایک نے یہ کہا کہ وہ عورتوں سے شادی نہیں کرے گا، کیونکہ اس کا گمان تھا کہ شادی کرنے سے آدمی دنیاوی معاملات میں ملوث ہو جاتا ہے اور آخرت کے اعمال میں کمی آ جاتی ہے۔ مگر نبی ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ وہ خود بھی شادی کرتے ہیں اور یہ سنت ہے۔ اور جو شخص شادی کے سنت سے منہ موڑتا ہے، وہ نبی ﷺ کے طریقے سے دور ہے۔

اس حدیث سے ایک اہم سبق یہ ملتا ہے کہ بغیر کسی شرعی عذر کے نکاح نہ کرنا یا شادی سے بالکل ہی کنارہ کشی اختیار کرنا

[1] ابن ماجه، ابو عبدالله، السنن، كتاب النكاح، باب ما جاء في فضل النكاح، ج:1،ص:592، ح:1846.حكمه صحيح

ممنوع ہے۔اس سلسلے میں حضرت عثمان بن مظعون کا ایک واقعہ بھی ذکر کیا جاتا ہے، جس میں وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ ہمیں تجرد (بغیر شادی کے رہنے) سے منع فرماتے تھے،اور اگر ہمیں اجازت دی جاتی تو ہم خصی (نامرد) ہو جاتے۔[1]

حدیث میں مذکور ﴿ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي ﴾ کے الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص نبی ﷺ کے طریقہ اور سنت سے ہٹ جائے، وہ نبی ﷺ کے طریقے سے دور ہو جاتا ہے۔ جو شخص نبی ﷺ کی راہ سے منہ موڑتا ہے، وہ نبی ﷺ سے دور ہو جاتا ہے، کیونکہ نبی ﷺ سختی اور شدت پسندی سے کوسوں دور تھے۔ نبی ﷺ نے ہمیشہ دین کو آسان اور اعتدال پسندی کے ساتھ اپنانے کی تعلیم دی۔

دین اسلام کی بنیاد وسطیت اور اعتدال پر ہے، نہ اس میں کوئی زیادتی ہے اور نہ کمی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "بیشک دین آسان ہے، اور جو کوئی دین میں سختی کرے گا، وہ اس پر غالب آ جائے گا"۔[2] اس لیے ہر عمل کو اعتدال کے ساتھ انجام دینا چاہیے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ :

﴿«يا معشر الشباب، من استطاع منكم الباءة فليتزوج؛ فإنه أغض للبصر، وأحصن للفرج، ومن لم يستطع فعليه بالصوم؛ فإنه له وِجَاءٌ»﴾[3]

"اے نوجوانو! جو تم میں سے شادی کی استطاعت رکھتا ہے، وہ ضرور شادی کرے کیونکہ یہ آنکھوں کی حفاظت اور شرمگاہ کو محفوظ کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔"

آپ ﷺ نے جوانوں کو اپنی شہوت پر قابو پانے اور عفت و پاکدامنی کی راہ اپنانے کی تاکید کی ہے۔ شہوت انسان کی ایک فطری خواہش ہے، لیکن اس خواہش کو صحیح اور جائز طریقے سے پورا کرنا اسلام کا حکم ہے۔ اگر یہ خواہش بے قابو ہو جائے اور ایمان کی قوت کمزور پڑ جائے تو یہ انسان کو گناہ کی راہ پر ڈال سکتی ہے۔ جوانی کا دور زندگی کا وہ مرحلہ ہوتا ہے جب شہوت کی طاقت سب سے زیادہ ہوتی ہے، اس لیے نبی کریم ﷺ نے خاص طور پر جوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں نیک راہ کی طرف رہنمائی فرمائی۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نکاح کرنے کی استطاعت رکھتا ہو، یعنی وہ مہر، نان نفقہ، اور سکونت کے اخراجات برداشت کر سکتا ہو، تو اسے شادی کرنی چاہیے۔ شادی نہ صرف ایک جائز ذریعہ ہے جس کے ذریعے انسان اپنی جنسی خواہشات کو پورا کر سکتا ہے بلکہ یہ آنکھوں کو حرام سے بچانے اور جسم کو گناہ سے محفوظ رکھنے کا بھی ایک مضبوط قلعہ ہے۔ نکاح کے ذریعے انسان اپنی نگاہوں کو گناہ سے بچا سکتا ہے اور اپنی شرمگاہ کو فواحش اور برائیوں سے محفوظ رکھ سکتا

[1] ترمذی، الجامع الكبير، ح:1083، 385/2

[2] البخاري أبو عبدالله ،محمد بن إسماعيل ، الجامع الصحيح(الناشر: دار طوق النجاة ،الطبعة: الأولى، 1422)ح:39، 16/1

[3] مسلم،المختصر الصحيح، ح:1400، 1019/2

ہے۔[1]

لیکن جو شخص نکاح کی استطاعت نہیں رکھتا، یعنی جو نکاح کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتا، اس کے لیے آپ ﷺ نے ایک اور اہم نصیحت فرمائی ہے کہ وہ روزے رکھے۔ روزہ رکھنے سے انسان کی شہوت کی طاقت کمزور پڑ جاتی ہے کیونکہ روزہ بھوک اور پیاس کی حالت میں نفس کو قابو میں رکھتا ہے۔ جب انسان کھانے پینے سے رک جاتا ہے تو اس کی جسمانی قوت کمزور ہو جاتی ہے اور شیطان کے اثرات محدود ہو جاتے ہیں، کیونکہ شیطان انسان کے خون میں گردش کرتا ہے اور روزہ رکھنے سے یہ گردش کمزور پڑ جاتی ہے۔[2]

مزید برآں، روزہ شہوت کو کم کرنے کا ذریعہ بھی ہے، جیسے کسی جانور کی جنسیت کو ختم کرنے کے لیے اسے خصی کیا جاتا ہے، اسی طرح روزہ انسان کی جنسی خواہش کو کمزور کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ یوں، روزہ رکھنے سے انسان نہ صرف اپنی شہوت پر قابو پا سکتا ہے بلکہ اللہ کی رضا بھی حاصل کر سکتا ہے۔

یہ ہدایت نبی کریم ﷺ کی ایک جامع رہنمائی ہے جو جوانوں کو شہوت کے فتنوں سے محفوظ رکھنے اور انہیں ایک پاکیزہ زندگی گزارنے کی طرف مائل کرتی ہے۔ اسلام نے ہمیشہ انسان کی فطری خواہشات کو جائز طریقے سے پورا کرنے کا حکم دیا ہے، اور ان خواہشات کو بے لگام چھوڑ دینے یا ان کو ناجائز طریقے سے پورا کرنے کی سخت مذمت کی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی یہ نصیحت جوانوں کو صحیح راہ کی طرف مائل کرنے کے لیے ایک عظیم رہنمائی ہے، جو انہیں دنیا و آخرت کی کامیابی کے راستے پر گامزن کرتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے جوانی میں درپیش فطری جذبات اور شہوانی میلانات کو قابو میں رکھنے کے لیے نکاح کی ترغیب دی، جو اس امر کی واضح دلیل ہے کہ نکاح محض سماجی رسم نہیں بلکہ انسان کے اخلاقی، روحانی اور جسمانی تحفظ کا اہم ذریعہ ہے۔ نکاح نہ صرف فرد کی جنسی خواہشات کو جائز، مہذب اور پاکیزہ طریقے سے پورا کرتا ہے بلکہ اسے گناہ، بے راہ روی اور معاشرتی فتنوں سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں نکاح کو ایک ایسا مضبوط قلعہ قرار دیا گیا ہے جو فرد کو طہارت، سکون اور معاشرتی توازن عطا کرتا ہے۔ جب یہ فطری راستہ بند ہو جائے، یا اسے غیر ضروری طور پر مشکل بنا دیا جائے، تو انسان کی جبلّی خواہشات بے قابو ہو کر فتنہ و فساد کا سبب بن سکتی ہیں۔ اس لیے اسلام نے نکاح کو نہ صرف پسندیدہ بلکہ فتنوں سے بچاؤ کا مؤثر ذریعہ قرار دیا ہے۔ یہ پیغام موجودہ دور میں مزید اہمیت اختیار کر جاتا ہے، جہاں نکاح کی تاخیر یا اس سے گریز کے رجحانات بڑھتے جا رہے ہیں، اور افراد بالخصوص خواتین، مختلف معاشی، نفسیاتی اور سماجی دباؤ کا شکار ہو کر نکاح جیسے فطری عمل سے دور ہو رہی ہیں۔

اسلام میں شادی کو صرف ایک معاشرتی معاہدہ نہیں بلکہ ایک دینی فریضہ اور عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔ یہ

[1] البخاري، محمد بن اسماعيل، الجامع الصحيح ، كتاب النكاح، باب من لم يستطع الباءة فليصم، حديث: 5066

[2] النيسابورى، مسلم بن حجاج، الصحيح ، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه، حديث: 1400.

عمل نہ صرف دنیاوی سکون واطمینان کا ذریعہ ہے بلکہ آخرت میں بھی نجات کا سبب بن سکتا ہے۔امام طبرانی[1] نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿من تزوج فقد استكمل نصف الإيمان، فليتق الله في النصف الباقي﴾ [2]

"جب بندہ نکاح کرتا ہے تو اس کا آدھا دین مکمل ہو جاتا ہے، اور باقی آدھے دین کے بارے میں اسے اللہ سے ڈرنا چاہیے۔"

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شادی انسان کی زندگی میں ایک انتہائی اہم اور بنیادی فریضہ ہے جو اسے گناہوں سے بچاتا ہے اور دین کی تکمیل میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ نکاح کے ذریعے انسان اپنے ایمان کو محفوظ رکھتا ہے اور شیطان کے وسوسوں سے بچ جاتا ہے۔

شادی نہ کرنے والے کو تو احادیث میں محتاج اور مسکین قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بے نکاح مرد اور بے نکاح عورت محتاج اور مسکین ہے۔ چنانچہ حضرت ابن ابی نجیحؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿مسكين مسكين مسكين، رجل ليس له امرأة وإن كان كثير المال، ومسكينة مسكينة مسكينة، امرأة ليست لها زوج وإن كانت كثيرة المال﴾[3]

"مسکین ہے، مسکین ہے، مسکین ہے وہ مرد جس کی بیوی نہ ہو گرچہ وہ بہت مال والا ہو اور مسکین ہے، مسکین ہے، مسکین ہے وہ عورت جس کا خاوند نہ ہوا گرچہ بہت مالدار ہو"

بے نکاح انسان ہر وقت شیطان کے بہکاوے میں آنے کے خطرے میں رہتا ہے۔ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے:

﴿دخل على رسول الله ﷺ رجل يقال له: عكاف بن بشر التميمي، فقال له النبي ﷺ:" يا عكاف، هل لك من زوجة؟" قال: لا، قال:" ولا جارية؟" قال: ولا جارية، قال:" وانت موسر بخير؟" قال: وانا موسر بخير، قال:" انت إذا من إخوان الشياطين، لو كنت في النصارى كنت من رهبانهم، إن سنتنا النكاح، شراركم عزابكم، واراذل موتاكم عزابكم﴾[4]

"ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں "عکاف بن بشر تمیمی" نامی ایک شخص حاضر ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا: "عکاف! کیا تمہاری کوئی بیوی ہے؟" عکاف نے جواب دیا: "نہیں"۔ پھر نبی کریم ﷺ نے پوچھا: "کوئی باندی بھی نہیں؟" اس نے کہا: "نہیں"۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: "کیا تم مالدار ہو؟" عرض کیا: "جی ہاں، الحمد للہ!" نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "پھر تو تم شیطان کے ساتھی ہو۔ اگر تم عیسائیوں میں ہوتے، تو ان کے راہبوں میں شمار ہوتے، لیکن ہماری سنت تو نکاح ہے۔ تم میں

---

[1] امام طبرانی، مکمل نام سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی، 260 ہجری میں فلسطین کے علاقے طبریہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے کئی احادیثی کتب تصنیف کیں، جن میں "المعجم الکبیر"، "المعجم الاوسط"، اور "المعجم الصغیر" مشہور ہیں۔ آپ کی وفات 360 ہجری میں ہوئی۔(حوالہ: میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)

[2] الطبراني ، سليمان بن أحمد بن أيوب ، المعجم الأوسط، دار الحرمين – القاهرة، ج:7، ص:332، ح:7647، وقد اختلف المحدثون في تصحيح هذا الحديث: فذهب جماعة إلى ضعفه, ومنهم الهيثمي, وابن الجوزي, والعراقي ,وحسن الحديث جماعة, ومنهم الألباني

[3] الطبراني، سليمان بن أحمد بن أيوب، المعجم الاوسط، ج:6، ص:348، ح:6589، (رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ إِلَّا إِنَّ أَبَا نَجِيحٍ لَا صُحْبَةَ لَهُ)

[4] أحمد بن محمد بن حنبل، مسند (الناشر: مؤسسة الرسالة،الطبعة: الأولى، 1421 هـ - 2001 م)ح:21450، 355/35 (وَفِيهِ رَاوٍ لَمْ يُسَمَّ ، وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ ثِقَاتٌ)

سے بدترین لوگ وہ ہیں جو بغیر نکاح کے ہیں اور جو کنوارے ہیں، وہ بری موت مرنے والے ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص نکاح کرنے کی طاقت ہونے کے باوجود نکاح نہ کرے، وہ مجھ سے نہیں ہے۔"[1]

حضرت ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے: "اگر میری زندگی کے صرف دس روز رہ جائیں، تب بھی میں شادی کر لینا پسند کروں گا، تاکہ غیر شادی شدہ حالت میں خدا کو منہ نہ دکھاؤں۔"[2]

خلاصہ:

اسلام میں نکاح ایک انتہائی اہم اور بنیادی عمل ہے جو نہ صرف فرد کی نجی زندگی کو بہتر بناتا ہے بلکہ ایک صالح معاشرہ قائم کرنے کا بھی ذریعہ بنتا ہے۔ نکاح کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس کی ترغیب دی گئی ہے اور نبی کریم ﷺ نے اپنی احادیث میں اسے سنت قرار دیا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کو ایک اہم ذمہ داری اور رحمت قرار دیا ہے۔ سورہ الروم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ نے تمہارے لئے تمہارے نفسوں سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کے ساتھ سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کی۔ یہ آیت نکاح کی عظمت اور اس کی حکمت کو واضح کرتی ہے۔

احادیث مبارکہ میں بھی نکاح کو ایک اہم عبادت اور دین کا نصف قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "نکاح میری سنت ہے، اور جو میری سنت سے انکار کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔" اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ نکاح کو چھوڑنا یا اس کی اہمیت کو نظر انداز کرنا نبی کریم ﷺ کے طریقے سے دوری کا باعث بنتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی اور ان کے صحابہ کرام کی مثالوں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نکاح کس قدر اہم ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو نکاح کی ترغیب دی اور انہیں بتایا کہ نکاح کے بغیر زندگی گزارنا شیطان کے قریب ہونے کا باعث بن سکتا ہے۔

اسلام میں نکاح کو ایک اہم عبادت اور ذمہ داری کے طور پر دیکھا گیا ہے جو انسان کو پاکیزگی، سکون، اور اللہ کی رضا حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے۔ یہ نہ صرف انفرادی سطح پر فائدہ مند ہے بلکہ معاشرتی بہتری کا بھی باعث بنتا ہے۔ لہذا، نکاح کی اہمیت کو سمجھنا اور اس پر عمل پیرا ہونا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

---

[1] الهيثمي أبو الحسن نور الدين علي بن أبي بكر ، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (الناشر: مكتبة القدسي، القاهرةوعام النشر: 1414 هـ، 1994 م) ج:4 ص:251، ح:7303

[2] ايضاً، ح:7300

فصل دوم:

خواتین کے حقوق کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر

اسلام نے خواتین کو ایک بلند مقام اور احترام عطا کیا ہے، جو کہ اس سے پہلے کے معاشروں میں موجود نہیں تھا۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں خواتین کو حقوق اور عزت سے محروم رکھا گیا تھا، مگر اسلام نے ان کے حقوق کو تسلیم کرتے ہوئے معاشرتی اور خاندانی نظام میں ان کا ایک مضبوط اور معتبر مقام قائم کیا۔

اسلام میں خواتین کے حقوق کی بنیادیں

اسلام سے قبل عورت کا معاشرتی مقام

اسلام کی آمد سے پہلے دنیا کے مختلف خطوں میں عورت کو مختلف انداز میں مظلوم، کمتر اور قابلِ استعمال شے سمجھا جاتا تھا۔ اس دور کو جاہلیت کہا جاتا ہے، اور اس کی سب سے بڑی علامت عورت کے ساتھ غیر انسانی سلوک تھا۔

1. عرب معاشرہ میں عورت

عرب میں بیٹی کی پیدائش کو بدبختی اور شرمندگی کا باعث سمجھا جاتا:

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ[1]

"جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری دی جاتی، اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا اور وہ غم سے بھر جاتا"

بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے کی قبیح رسم عام تھی، جس کی طرف سورۃ التکویر میں اشارہ کیا گیا:

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ[2]

"جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ کس گناہ پر وہ قتل کی گئی؟"

عورت کو جائیداد کی طرح وراثت میں منتقل کیا جاتا۔ بیوہ عورت کو ناپاک سمجھا جاتا، اور اُسے سسرال یا قبیلے کے کسی فرد کے نکاح میں بغیر اس کی رضامندی کے دے دیا جاتا۔ عورت کو شادی کے بعد کوئی اختیار حاصل نہ تھا، نہ طلاق کا حق، نہ مہر کی ضمانت، اور نہ عدالتی تحفظ۔ ان کے مال، جان، رائے اور وقار کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔

قدیم ہندو معاشرہ میں عورت کی حیثیت ناپاک، بے اختیار، اور محتاج کی تھی۔ "منو سمرتی" جیسے متون میں واضح الفاظ میں درج ہے کہ عورت کو تمام عمر کسی مرد کی اطاعت کرنی ہے — بچپن میں باپ، جوانی میں شوہر، اور بڑھاپے میں بیٹے کی۔

ستی کا رواج (Sati) بھی اسی تصور کا حصہ تھا کہ شوہر کے مرنے کے بعد بیوی کی زندگی بے معنی ہے، لہٰذا وہ

---

[1] النحل: 58

[2] التکویر: 8-9

اس کے ساتھ زندہ جل جائے۔ تعلیم، وراثت، کاروبار، اور رائے دہی کا عورت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔[1]

یونانی فلسفی ارسطو نے عورت کو "ناقص مرد" (Imperfect Man) کہا۔ افلاطون نے عورت کو "شر کی جڑ" اور "گناہ کی علامت" قرار دیا۔ رومی معاشرے میں عورت کی حیثیت محض تفریح کا ذریعہ تھی۔ عورت کو قانونی شخصیت حاصل نہ تھی، بلکہ وہ مرد کے مکمل تسلط میں تھی۔[2]

یہودی عقیدے میں عورت کو حضرت آدمؑ کی گمراہی کا سبب اور ایک کمزور مخلوق سمجھا جاتا تھا۔ تلمود میں ہے کہ "عورت کا دماغ ہلکا، دل چالاک، اور کردار متلون ہوتا ہے۔"[3]

عیسائیت کے ابتدائی عہد میں کلیسا کے علماء عورت کو "گناہ کا دروازہ" اور "شیطان کا آلہ" کہتے تھے۔ کئی صدیوں تک عیسائی دنیا میں بحث ہوتی رہی کہ آیا عورت بھی روح رکھتی ہے یا نہیں۔[4]

دنیا بھر میں عورت کو جنسی تسکین، خرید و فروخت، اور تفریح کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ غلام عورتوں کے بازار سجے ہوتے تھے، اور جسم فروشی کو قانونی تحفظ حاصل ہوتا تھا۔ اکثر اوقات عورت کو صرف مال و دولت کی طرح استعمال کیا جاتا۔

اسلام نے نکاح کو محض ایک سماجی معاہدہ نہیں بلکہ ایک مقدس ذمہ داری اور فطری ضرورت قرار دیا ہے، جو فرد کی روحانی، اخلاقی اور معاشرتی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ تاہم آج کے دور میں کئی تعلیم یافتہ خواتین شادی جیسے اہم فریضے سے گریز کرتی ہیں، جس کے پیچھے مختلف سماجی، معاشی اور نفسیاتی عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ بعض اوقات یہ گریز خاندانی دباؤ، معاشی ناہمواری، یا شادی کے بعد خواتین کے ممکنہ استحصال سے متعلق خدشات کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ خواتین کو اپنے ان حقوق کا مکمل شعور نہیں جن کی ضمانت اسلام نے انہیں دی ہے۔ چنانچہ اس تحقیقی مطالعے میں عورت کے ان اسلامی حقوق کی وضاحت نہایت ضروری ہے، تاکہ یہ واضح کیا جا سکے کہ اسلامی نظامِ نکاح عورت کو نہ صرف تحفظ فراہم کرتا ہے بلکہ اس کی عزت، مرضی، خود مختاری اور فلاح کو مقدم رکھتا ہے۔ اس

---

[1] A. L. Basham, The Wonder That Was India (London: Sidgwick & Jackson, 1954), 187. ,A. S. Altekar, The Position of Women in Hindu Civilization: From Prehistoric Times to the Present Day (Delhi: Motilal Banarsidass, 1959), 121–130.

[2] Aristotle, Generation of Animals, trans. A. L. Peck (Cambridge, MA: Harvard University Press, 1942), II.3.,Plato, Timaeus, trans. Benjamin Jowett, in The Dialogues of Plato, vol. 3 (New York: Random House, 1937), 456–457.

[3] Babylonian Talmud, *Tractate Kiddushin 49b*, trans. Michael L. Rodkinson (New York: New Talmud Publishing Company, 1918).The Apocrypha, *The Book of Sirach (Ecclesiasticus)*, 42:14, in *The Holy Bible: Douay-Rheims Version* (London: Burns & Oates, 1899).

[4] Tertullian, De Cultu Feminarum (On the Apparel of Women), trans. S. Thelwall, in Ante-Nicene Fathers, vol. 4 (Peabody, MA: Hendrickson Publishers, 1994), 14–17.

شعور کے فروغ سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ خواتین نکاح سے متعلق منفی تاثرات سے نکل کر اس مقدس ادارے کی اہمیت کو سمجھنے لگیں گی۔

خواتین کا حق تعلیم و تربیت

خواتین کا حق تعلیم اور تربیت ایک بنیادی حق ہے جو اسلامی تعلیمات اور ملکی قوانین دونوں میں تسلیم شدہ ہے۔

اسلامی تاریخ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو علمِ حدیث، فقہ، طب، اور زبان و ادب میں مہارت حاصل تھی، یہاں تک کہ بڑے صحابہؓ ان سے علم حاصل کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے 2210 احادیث مروی ہیں، جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ عورت کو علمی طور پر کتنی بلندی تک پہنچایا جاسکتا ہے۔[1]

صرف حضرت عائشہؓ ہی نہیں بلکہ حضرت حفصہ، حضرت امّ سلمہ، اور دیگر کئی صحابیات علم و فہم کی اعلیٰ مثالیں ہیں۔ بعد کے ادوار میں فاطمہ بنت محمد الفہریہ نے مراکش میں دنیا کی پہلی یونیورسٹی القیروان کی بنیاد رکھی، جو آج بھی قائم ہے۔

اسلام خواتین کی تعلیم کو صرف دنیاوی مضامین تک محدود نہیں رکھتا، بلکہ دینی تعلیم کو بھی لازم قرار دیتا ہے تاکہ وہ قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزار سکیں، اور ایک صالح، بااخلاق نسل کی تربیت کر سکیں۔ تعلیم یافتہ ماں نہ صرف گھر کو سنوارتی ہے بلکہ معاشرے کو بھی سنوارتی ہے۔

اسلام خواتین کی تعلیم کو صرف دنیاوی علم تک محدود نہیں کرتا، بلکہ دینی تعلیم کو بھی لازم قرار دیتا ہے تاکہ خواتین اپنی زندگیوں کو دینی احکام کے مطابق گزار سکیں۔ دینی تعلیم خواتین کو صحیح اور غلط کی پہچان، معاشرتی اور خاندانی مسائل کا حل، اور بہترین تربیت یافتہ نسل کی پرورش کرنے کی صلاحیت عطا کرتی ہے۔

بیٹیوں کی تربیت کی ترغیب

بیٹیوں کی تربیت اور پرورش کے حوالے سے اسلام نے والدین پر خصوصی ذمہ داری عائد کی ہے اور اس عمل کو بڑی فضیلت اور اجر کا باعث قرار دیا ہے۔ احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ بیٹیوں کی اچھی تربیت، ان سے حسن سلوک اور ان کی پرورش کے دوران مشکلات پر صبر کرنے والے والدین کو دنیا اور آخرت میں عظیم انعامات سے نوازا جائے گا۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جاتی ہیں، وہ قیامت کے دن آپ ﷺ کے ساتھ جنت میں اس طرح ہوں گے جیسے دو انگلیاں قریب قریب ہوتی ہیں۔[2]

---

[1] ابن سعد، أبو عبد الله، الطبقات الكبرى، دار صادر بيروت، الطبعة: الأولى، 1968 م، ج:8، ص:78

[2] مسلم ، المختصر الصحيح، باب فضل الإحسان إلى البنات، ح:2631، 4/ 2027

یہ رسول اللہ ﷺ کی قربت کا وعدہ ہے، جو کسی بھی مومن کے لیے ایک عظیم الشان انعام ہے۔ پیارے حضور ﷺ کی معیت میں ہونا جنت کے اعلیٰ درجات میں شمار ہوتا ہے اور اس کا حصول ایک عظیم نعمت ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیٹیوں کی پرورش اور ان کی فلاح و بہبود کے لیے کی جانے والی کوششیں کس قدر اہم ہیں۔

ایک روایت میں یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ جس شخص کے پاس تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہو، تو وہ جنت میں ضرور داخل ہو گا۔[1] جنت میں داخلہ ہر مسلمان کا سب سے بڑا مقصد ہے، اور یہ حدیث بیٹیوں اور بہنوں کے حقوق کی ادائیگی کو جنت میں داخل ہونے کا ایک ذریعہ بتاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خواتین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، ان کی تعلیم و تربیت اور پرورش کے ذمہ داریاں سنبھالنا اسلامی تعلیمات کا ایک اہم حصہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو لڑکیوں کی پرورش کا موقع ملا اور اس نے ان کے ساتھ پیش آنے والی مشکلات پر صبر کیا، وہ لڑکیاں اس کے لیے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ بن جائیں گی۔[2] یہ ایک عظیم خوشخبری ہے، کیونکہ دنیا میں والدین بیٹیوں کی تربیت اور پرورش میں جو مشکلات برداشت کرتے ہیں، وہ آخرت میں ان کے لیے جہنم سے حفاظت کا سبب بنیں گی۔ یہ اس بات کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے کہ بیٹیوں کی تعلیم و تربیت کو صبر و استقامت کے ساتھ انجام دینا کس قدر اہم اور اجر عظیم کا باعث ہے۔

اسلامی تعلیمات میں بیٹیوں کی تربیت کو والدین کے لیے عظیم اجر اور برکت کا باعث قرار دیا گیا ہے۔ بیٹیوں کی اچھی تربیت، ان سے حسن سلوک اور ان کی پرورش میں صبر کرنے والے والدین کو قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی معیت، جنت میں داخلے اور جہنم سے بچاؤ جیسے عظیم انعامات دیے جائیں گے۔ ان احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام نے خواتین کے حقوق کی ادائیگی اور ان کی تعلیم و تربیت کو کس قدر اہمیت دی ہے، اور یہ کہ والدین کے لیے اپنی بیٹیوں کی صحیح تربیت کرنا نہ صرف ایک دینی فریضہ ہے بلکہ دنیا اور آخرت کی کامیابی کا بھی ذریعہ ہے۔

پاکستانی قانون میں خواتین کی تعلیم کو ایک بنیادی حق کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ آئینِ پاکستان کے آرٹیکل A25 کے تحت، 5 سے 16 سال کے بچوں کے لیے مفت اور لازمی تعلیم کو ریاست کی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔ اس میں لڑکیاں بھی شامل ہیں اور انہیں بھی تعلیم حاصل کرنے کا حق دیا گیا ہے[3]۔ اسی طرح، مختلف تعلیمی پالیسیاں اور اقدامات لڑکیوں کی تعلیم کو فروغ دینے کے لیے بنائے گئے ہیں تاکہ معاشرتی اور اقتصادی ترقی میں خواتین کا کردار مزید مضبوط

---

[1] ترمذی، محمد بن عیسیٰ، **السنن**، باب ماجاء في النفقة على البنات والأخوات، ج:3، ص:382، ح:1912(صحیح)(اس کے راوی سعید بن عبدالرحمن الأعشی مقبول راوی ہیں، اور اس باب میں وارد احادیث کی بناپر یہ صحیح ہے، جس کی طرف امام ترمذی نے اشارہ کر دیا ہے، نیز ملاحظہ ہو: صحیح الترغیب 1973، والادب المفرد باب من أعلى جاریتین أو واحدة والباب الذي بعده، وتراجع الالبانی 409، والسراج المنیر 2/1049)»

[2] ایضاً، ج:3، ص:383، ح:1913، قال الترمذی حسن

[3] Constitution of the Islamic Republic of Pakistan," Article 25A, The Pakistan Constitution, https://www.pakistani.org/pakistan/constitution/part2.ch1.html.

ہو۔

شادی اور نکاح میں خواتین کے حقوق

اسلام میں شادی اور نکاح کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، اور خواتین کے حقوق کو خصوصی طور پر مد نظر رکھا گیا ہے۔ نکاح ایک مقدس بندھن ہے جو دو افراد کے درمیان نہیں بلکہ دو خاندانوں کے درمیان مضبوط تعلق قائم کرتا ہے۔ اس تعلق کے قیام کے دوران خواتین کے حقوق کو نظر انداز کرنا نہ صرف اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ معاشرتی برائیوں کا بھی باعث بنتا ہے۔ ان حقوق پر تفصیل سے بات کرتے ہیں جو شادی اور نکاح کے دوران خواتین کو دیے جانے چاہیے۔

بروقت شادی:

اسلام نے شادی کو زندگی کا ایک اہم اور مقدس فریضہ قرار دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی کے مختلف مواقع پر اس کی اہمیت پر زور دیا ہے اور اس بات کی تلقین کی ہے کہ جب لڑکا یا لڑکی شادی کی عمر کو پہنچ جائیں اور مناسب رشتہ مل جائے تو بغیر کسی غیر ضروری تاخیر کے شادی کر دی جائے۔

اگر لڑکے اور لڑکی کی بروقت شادی نہ کی جائے تو معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو سکتا ہے۔ بلا وجہ اور کسی عذر کے بغیر ہی شادیوں میں تاخیر اور رشتے نہ کرنا شرعی اعتبار سے مذموم ہے خاص طور کہ جب جوڑ اور برابری کے رشتے مل بھی رہے ہوں۔ چنانچہ ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:

﴿يا علي،ثلاث لا تؤخرها: الصلاة إذا أتت، والجنازة إذاحضرت،والأيم إذا وجدت لها كفئا﴾ [1]

"اے علی تین چیزوں میں دیر نہ کرو۔ نماز جب کہ اس کا وقت ہو جائے جنازہ جب کہ حاضر ہو اور بے نکاحی عورت جب اس کے لئے کفو (مناسب رشہ) مل جائے"۔

اگر کہیں قابل اطمینان رشتہ مل رہا ہے اور جہاں دینی اور اخلاقی طور سے کوئی رکاوٹ نہیں ہے تو ایسی صورت میں رشتہ کر دینے کو ترجیح دینی چاہیے۔ ترمذی شریف کی ہی ایک روایت ہے کہ:

﴿ إذا جاءكم من ترضون دينه وخلقه فأنكحوه، إلا تفعلوا تكن فتنة في الأرض وفساد، قالوا: يا رسول الله، وإن كان فيه؟ قال: إذا جاءكم من ترضون دينه وخلقه فأنكحوه، ثلاث مرات﴾[2]

یعنی جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص رشتہ لے کر آئے کہ جس کے دینی اور اخلاقی اقدار تمہیں پسند ہوں تو اس سے نکاح کر دیا کرو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو اس سے زمین میں فتنہ و فساد ہو گا۔ حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا

---

[1] ترمذی ، محمد بن عیسیٰ، السنن ، بَابُ مَا جَاءَ فِي الوَقْتِ الأَوَّلِ مِنَ الفَضْلِ،ج:1، ص:238،ح:171(قال الالبانی ، صحیح)

[2] ایضاً،بَابُ مَا جَاءَ إِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ فَزَوِّجُوهُ،ج:2، ص:386،ح:1085، (قال الالبانی ، صحیح)

کہ یارسول اللہ اگر وہ رشتے والے میں کوئی دنیاوی مسئلہ ہو یعنی کم مال والا یا عالی نسب نہ ہو پھر تو فرمایا اگرچہ ایسا ہو لیکن ایسا رشتہ آجائے تو اس کو قبول کرلیا کرو۔ تین مرتبہ فرمایا۔

الکوکب الدری شرح جامع الترمذی کے مصنف مولانا رشید احمد گنگوھی رح نے اس کتاب میں اس نکتے کو اجاگر کیا ہے کہ اگر کوئی شخص دین واخلاق کو چھوڑ کر صرف مالداری کو ترجیح دے کر کسی شخص سے رشتہ کرتا ہے، تو ایسا عمل دراصل ایک فسادی رویے کی بنیاد رکھتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں فرد دین اور اخلاق کے مفہوم کو چھوڑ کر صرف اپنے مفاد کے لیے تعلق بناتا ہے۔ اس طرح کے فیصلوں سے ناچاقی، اختلاف اور خاندانی فساد جنم لیتا ہے، جو معاشرتی توازن کے لیے خطرناک ہیں۔[1] بروقت شادی کرنے سے لڑکے اور لڑکی کو ذہنی سکون ملتا ہے۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر زندگی کے مسائل کا سامنا کر سکتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنے کی حکمت عملی بنا سکتے ہیں۔

اسی طرح بروقت شادی کرنے سے نسل کا تسلسل برقرار رہتا ہے۔ اس سے خاندان اور معاشرہ مضبوط ہوتا ہے اور آنے والی نسلیں ایک مضبوط بنیاد پر پروان چڑھتی ہیں۔

والدین پر لازم ہے کہ جب ان کی اولاد شادی کی عمر کو پہنچ جائے تو وہ اس کے لیے مناسب رشتہ تلاش کریں اور جلد از جلد اس کی شادی کر دیں۔ بروقت شادی کرنے سے نہ صرف ان کی اولاد کی زندگی سنورتی ہے بلکہ معاشرہ بھی ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔

شادی میں خواتین کی رضامندی

اسلام نے عورت کے حق کو بہت اہمیت دی ہے، خاص طور پر جب بات شادی کے معاہدے کی ہو۔ شادی کے لیے عورت کی رضامندی بنیادی حق ہے اور اس کے بغیر نکاح مکمل نہیں ہوتا۔

نکاح کے رکن ایجاب و قبول میں سے ایک عورت کی جانب سے ہوتا ہے اور عورت کی رضامندی کے بغیر اس کا صدور نہیں ہوگا تو ایک عاقل بالغ عورت کی رضا کے بغیر نکاح ہوتا ہی نہیں ہے چنانچہ احادیث اور فقہ کی تمام کتب میں اس بات کی تصریح ہے کہ جب تک عاقل بالغ خاتون کی طرف سے رضامندی نہیں ہوگی اس کا نکاح منعقد نہیں ہو سکتا۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ بیوہ اور مطلقہ خاتون کا نکاح اس وقت تک نہیں کروایا جائے جب تک وہ صاف صاف اپنی زبان سے اجازت نہ دے اور کنواری کا نکاح بھی اس کی اجازت کے بغیر

[1] رشيد أحمد الكنكوهي، الكوكب الدري على جامع الترمذي، تحقيق محمد زكريا بن يحيى الكاندهلوي، طبع 1395هـ–1975م، الهند: مطبعة الندوة

[2] لجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخي،الفتاوى الهندية(الناشر: دار الفكر،الطبعة: الثانية، 1310 هـ)287/1

نہ کیا جائے۔حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کنواری کی اجازت کیسے معلوم ہوسکتی ہے ؟حضورﷺ نے فرمایا کہ (جب اس سے پوچھا جائے تو)اس کا(رضامندی میں)چپ رہنا ہی اس کی طرف اجازت ہے۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہﷺ کنواری لڑکیوں کو شرم آتی ہے (تو وہ اپنی زبان سے اپنی اجازت کا اظہار نہیں کر سکتیں) حضورﷺ نے فرمایا کہ ان کی خاموشی ہی ان کی رضامندی پر دلیل ہے۔[2]

خنساءبنت خذام انصاریہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ میرے والد نے میرا نکاح ایک جگہ کروادیا تھا جبکہ میں پہلے سے ثیبہ (شوہر دیدہ) تھی اور اس شادی سے راضی نہیں تھی تو حضورﷺ نے میری درخواست پر میرے والد کی طرف سے کئے گئے اس نکاح کو فسخ کر دیا۔[3]

پاکستانی قانون میں خاتون کی شادی کے لیے رضامندی کی ضرورت کو درج ذیل شقوں کے تحت بیان کیا گیا ہے:

خاندانی قوانین(Family Laws)کے تحت، خاص طور پر شریعت(Shari'ah)کی بنیاد پر، کسی بھی خاتون کی شادی کے لیے اس کی رضامندی ضروری ہے۔

مسلم فیملی لاز(Muslim Family Laws Ordinance, 1961)کے تحت، شادی (Marriage)اور طلاق(Divorce)کے قوانین میں کسی بھی خاتون کی شادی کے لیے اس کی اجازت کے بغیر یہ عمل مکمل نہیں ہوتا۔[4]

جب ایک عورت اپنی مرضی اور پسند کے مطابق شادی کرتی ہے، تو وہ اپنے شوہر کے ساتھ نہایت خوشحال اور پرسکون زندگی گزارنے کے قابل ہوتی ہے۔اس کے نتیجے میں، وہ اپنے نئے گھر میں خوشی اور اطمینان کے ساتھ ذمہ داریاں نبھاتی ہے، جس سے نہ صرف اس کے شوہر کے ساتھ اس کا تعلق مضبوط ہوتا ہے بلکہ گھر کے باقی افراد کے ساتھ بھی اس کے رشتے میں محبت اور تعاون کا عنصر بڑھ جاتا ہے۔ایسی شادیوں میں، جہاں دونوں شریک حیات ایک دوسرے کے جذبات اور خواہشات کا احترام کرتے ہیں، وہاں محبت اور ہم آہنگی کے باعث گھریلو ماحول خوشگوار رہتا

[1] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح،كِتَابُ النِّكَاحِ، بَابٌ: لَا يُنْكِحُ الْأَبُ وَغَيْرُهُ الْبِكْرَ وَالثَّيِّبَ إِلَّا بِرِضَاهَا، ج:7، ص:17، ح:5136

[2] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، كِتَابُ النِّكَاحِ، بَابٌ: لَا يُنْكِحُ الْأَبُ وَغَيْرُهُ الْبِكْرَ وَالثَّيِّبَ إِلَّا بِرِضَاهَا، ج:7، ص:17، ح:5137

[3] ایضاً، ح:5138

[4] Muslim Family Laws Ordinance, 1961." Accessed August 22, 2024. https://lgkp.gov.pk/wp-content/uploads/2014/03/Muslim-Family-Laws-Ordinance-1961.pdf .

ہے۔ یہ خوشگواریت نہ صرف گھر کی چار دیواری تک محدود رہتی ہے بلکہ اس کے اثرات معاشرتی سطح پر بھی محسوس کیے جاتے ہیں۔ خوشحال خاندان معاشرے کی بنیاد کو مضبوط کرتے ہیں، جس سے معاشرتی استحکام اور امن کا قیام ہوتا ہے۔

والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی خوشیوں اور خواہشات کو مقدم رکھیں اور اس کی پسند ناپسند کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کے لیے موزوں رشتہ تلاش کریں۔ جب والدین اپنی بیٹی کی رائے کو اہمیت دیتے ہیں اور اس کی پسند کے مطابق اس کا شریک حیات چنتے ہیں، تو اس فیصلے کے اثرات بہت مثبت ہوتے ہیں۔ بیٹی جب اپنی پسند کے شریک حیات کے ساتھ زندگی شروع کرتی ہے تو وہ والدین کے فیصلے پر شکر گزار ہوتی ہے اور ان کے ساتھ ایک مضبوط رشتہ برقرار رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ، ایسی شادی میں دونوں شریک حیات کے درمیان محبت، اعتماد اور احترام کے جذبات پروان چڑھتے ہیں، جس کے نتیجے میں ایک مضبوط اور خوشحال گھر تشکیل پاتا ہے۔ اس طرح نہ صرف بیٹی اپنی زندگی میں خوش رہتی ہے بلکہ اس کے گھر میں بھی خوشیوں کی فراوانی ہوتی ہے، جو کہ والدین کے لیے بھی اطمینان اور سکون کا باعث بنتی ہے۔

دوسری طرف عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی کے اہم فیصلے، خاص طور پر شادی کے معاملے میں، اپنے والدین اور خاندان کے دیگر بڑوں کے مشورے سے کرے۔ والدین کا تجربہ، ان کی حکمت، اور زندگی کے نشیب و فراز کو سمجھنے کی صلاحیت اس بات کی ضامن ہوتی ہے کہ ان کے مشورے اور رہنمائی بیٹی کے لیے بہترین ثابت ہوں گے۔ جب ایک عورت اپنے والدین کی بات سنتی ہے اور ان کے مشورے کو اہمیت دیتی ہے، تو اس کے فیصلے میں نہ صرف دانشمندی شامل ہوتی ہے بلکہ اسے اپنے خاندان کی حمایت اور دعائیں بھی ملتی ہیں۔

دوطرفہ مشاورت کا یہ عمل بہت اہم ہے۔ ایک طرف جہاں والدین کو بیٹی کی پسند اور ناپسند کا احترام کرنا چاہیے، وہیں بیٹی کو بھی چاہیے کہ وہ والدین کے تجربات اور ان کے مشوروں کو نظرانداز نہ کرے۔ اس طرح، جب بیٹی اور والدین دونوں مل کر کوئی فیصلہ کرتے ہیں، تو وہ فیصلہ نہ صرف متوازن ہوتا ہے بلکہ اس میں دونوں کی خوشیوں اور امیدوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔

والدین اپنی بیٹی کے لیے ہمیشہ بہتری چاہتے ہیں، اور جب بیٹی ان کے مشورے کو قبول کرتی ہے، تو اس میں برکت اور خوشیوں کا اضافہ ہوتا ہے۔ والدین کی رہنمائی اور مشورے کے ساتھ چلنے سے عورت کو نہ صرف اپنی زندگی کے مسائل کا سامنا کرنے میں مدد ملتی ہے بلکہ وہ اپنے نئے گھر میں بھی محبت اور اعتماد کے ساتھ زندگی بسر کرتی ہے۔ اس سے شوہر کے ساتھ اس کا رشتہ مضبوط ہوتا ہے، اور دونوں خاندانوں کے درمیان محبت اور احترام کا رشتہ قائم رہتا ہے۔

مختصراً، شادی کے فیصلے میں والدین اور بیٹی کے درمیان دوطرفہ مشاورت کا عمل بہترین نتائج فراہم کرتا ہے۔ والدین کا تجربہ اور بیٹی کی پسند دونوں مل کر ایک خوشحال اور مستحکم ازدواجی زندگی کی بنیاد بنتے ہیں، جو کہ نہ صرف بیٹی کے لیے

بلکہ پورے خاندان کے لیے خوشی اور اطمینان کا باعث ہوتی ہے۔

حق مہر: اسلام میں خواتین کا مالی تحفظ

اسلام میں حق مہر خواتین کے مالی تحفظ اور ان کے حقوق کی ضمانت کے طور پر انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ حق مہر ایک ایسی مالی ادائیگی ہے جو شادی کے موقع پر شوہر کی جانب سے بیوی کو دی جاتی ہے، اور یہ اس کے مالی تحفظ اور عزت نفس کی علامت ہے۔ اسلام نے خواتین کے حقوق کے تحفظ کو بہت اہمیت دی ہے، اور حق مہر اس کی ایک واضح مثال ہے۔

حق مہر کا مقصد نہ صرف ازدواجی رشتے کی قدر و قیمت کو اجاگر کرنا ہے بلکہ عورت کو ایک مالی تحفظ فراہم کرنا بھی ہے۔ اسلام کے مطابق، جب ایک مرد اور عورت شادی کے بندھن میں بندھتے ہیں، تو یہ حق مہر بیوی کا شرعی حق ہوتا ہے جسے شوہر پر فرض کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح حکم دیا ہے کہ

(وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً) [1]

"اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو"۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ حق مہر بیوی کا حق ہے اور اسے پورے اخلاص اور خوشی کے ساتھ ادا کیا جانا چاہیے۔

حق مہر کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ بیوی کی ملکیت ہوتا ہے اور وہ اس کی مکمل طور پر مختار ہوتی ہے۔ وہ اسے کسی بھی مقصد کے لیے استعمال کر سکتی ہے، اور شوہر یا اس کے خاندان کا اس پر کوئی حق نہیں ہوتا۔ اگر شوہر مہر ادا کرنے سے انکار کرے یا بیوی کی مرضی کے بغیر اس میں تصرف کرے تو یہ اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی ہے۔

اسلام نے حق مہر کی مقدار کے حوالے سے کوئی سخت پابندی عائد نہیں کی، بلکہ اسے شوہر کی مالی حیثیت اور بیوی کی رضامندی کے مطابق طے کرنے کی اجازت دی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس معاملے میں اعتدال کی تلقین کی ہے تاکہ یہ بوجھ نہ بن جائے اور نکاح آسانی سے انجام پائے۔ اسی طرح، حق مہر کی مقدار نہایت کم یا زیادہ رکھی جاسکتی ہے، لیکن اس میں بنیادی شرط بیوی کی رضامندی اور شوہر کی مالی استطاعت ہے۔

حق مہر کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ یہ شوہر اور بیوی کے درمیان محبت اور اعتماد کے رشتے کو مضبوط کرتا ہے۔ جب شوہر بیوی کو حق مہر ادا کرتا ہے، تو یہ اس بات کا عملی اظہار ہوتا ہے کہ وہ اس کی قدر کرتا ہے اور اس کی خوشی اور مالی تحفظ کا خیال رکھتا ہے۔ اس طرح، حق مہر نہ صرف ایک مالی معاملہ ہے بلکہ ازدواجی زندگی میں محبت اور احترام کی بنیاد بھی ہے۔

حق مہر کا تصور اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ شادی کے بعد بھی عورت کو مالی تحفظ حاصل ہو، اور کسی بھی غیر

---

[1] النساء:4

متوقع صورت حال میں وہ خود کو محفوظ محسوس کر سکے۔ یہ اس بات کی ضمانت ہے کہ بیوی کو کسی بھی صورت میں بے یار و مددگار نہیں چھوڑا جائے گا، اور اس کے پاس ایک ایسا مالی وسیلہ موجود ہوگا جو اسے خود مختاری فراہم کرے گا۔

مہر کی مقدار

مہر کی مقدار کے تعین کے حوالے سے اسلام نے واضح اصول وضع کیے ہیں، جو اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ مہر ایک مناسب اور متوازن رقم ہو جو زوجین اور ان کے خاندانوں کے درمیان باہمی رضامندی سے طے پائے۔

اسلامی شریعت کے مطابق مہر کی کم از کم مقدار دس درھم مقرر کی گئی ہے۔[1] درھم چاندی کا سکہ ہوا کرتا تھا۔ آج کے حساب سے دس درھم کی مقدار دو تولہ اور ساڑھے سات ماشہ چاندی بنتی ہے۔ یہ ایک بنیادی معیار ہے جس سے کم مہر مقرر نہیں کیا جا سکتا، تاکہ مہر کی ادائیگی ایک معقول اور معیاری صورت میں ہو۔ اس کے علاوہ، شریعت نے مہر کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر نہیں کی ہے، بلکہ یہ زوجین اور ان کے خاندانوں کی مالی حیثیت اور باہمی رضامندی پر منحصر ہے کہ وہ کس قدر مہر طے کرنا چاہتے ہیں۔ مہر کی مقدار میں تفاوت ہو سکتا ہے اور اس کا تعین فریقین کی مرضی اور صلاح و مشورے سے کیا جاتا ہے۔

مزید برآں، ایک خاص مہر جو "مہرِ فاطمی" کے نام سے معروف ہے، اس کی مقدار 131 تولہ اور 3 ماشہ چاندی ہے[2]۔

آج کل چاندی کی قیمت میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے، اس لیے مہرِ فاطمی کی مالیت بھی وقتاً فوقتاً بدلتی رہتی ہے۔ لہٰذا، مہر کی مقدار کا تعین اس دن کی چاندی کی قیمت کے مطابق کیا جانا چاہیے جس دن مہر طے کیا جا رہا ہو۔ البتہ، یہ یاد رہے کہ مہرِ فاطمی کا مقرر کرنا لازم اور ضروری نہیں ہے؛ بلکہ یہ ایک اختیاری عمل ہے اور مہر کی مقدار کا تعین زوجین کی رضامندی پر منحصر ہے۔

اسلام میں مہر کے حوالے سے ایک اور اہم اصول یہ ہے کہ "مہرِ مثل" کا تعین کیا جائے۔ مہرِ مثل وہ مہر ہے جو کسی عورت کے خاندان میں اس جیسی عورت کا مہر ہو۔ مثلاً، اگر ایک عورت کے خاندان میں اس کی بہن، چچازاد، تایازاد یا پھوپھی زاد بہن کا مہر ایک خاص مقدار میں طے ہوا ہے تو اسی مقدار کو اس عورت کا مہرِ مثل سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس، ماں یا خالہ کا مہر مہرِ مثل نہیں کہلاتا، اگر وہ دوسری برادری یا خاندان کی ہوں۔ البتہ، اگر ماں اسی

[1] الطبرانی، المعجم الاوسط، ح:3، 6/1

[2] عثمانی، محمد شفیع، **جواہر الفقہ**، اوزان شرعیہ، سونے چاندی کا صحیح نصاب (ناشر: مکتبہ دارالعلوم کراچی) 424/1

خاندان کی ہے، جیسے باپ کی چچازاد بہن ہے، تواس کامہر بھی مہرِ مثل کے طور پر شمار ہو سکتا ہے۔[1]

مہرِ مثل کے تعین کے لیے ضروری ہے کہ دونوں عورتیں عمر، خوب صورتی، مال، عقل، سلیقہ، پارسائی، علم وادب اور شادی کے حالات میں یکساں ہوں۔ یعنی دونوں کنواری ہوں یا دونوں پہلے سے شادی شدہ ہوں، کیونکہ ان چیزوں میں فرق مہر کی مقدار کو بھی متاثر کرتا ہے۔

الغرض، جو مہر لڑکی کے پدری رشتہ دار عورتوں میں اس جیسی لڑکی کا ہو اور ان عورتوں کے شوہروں اور اس لڑکی کے شوہر کے درمیان قابلِ ذکر مناسبت موجود ہو، وہ مہرِ مثل کہلاتا ہے۔ اس معیار پر مبنی مہر کو طے کرنے سے مہر کی مقدار میں انصاف اور مساوات قائم ہوتی ہے اور خاندان کے دیگر افراد کے مہر سے مطابقت بھی برقرار رہتی ہے۔

مہر شرعی کی حکمت سلف صالحین کے اقوال کی روشنی میں

شاہ ولی اللہ دہلویؒ "حجۃ اللہ البالغۃ" میں فرماتے ہیں کہ نکاح اور بدکاری (زنا) میں فرق اس بات سے ہوتا ہے کہ نکاح میں دائم معاونت کا عزم ہوتا ہے، اس کی متعدد حکمتیں تھیں۔ ان حکمتوں میں سے ایک یہ تھی کہ نکاح کی حقیقی فائدۃ اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب دونوں فریقین دائم معاونت کے لیے تیار ہوں، اور یہ تعاون عورت کے معاملے کے مرد کے اختیار میں آنے سے مکمل ہوتا ہے۔ اگر مرد کا اختیار بھی ختم ہو جاتا تو طلاق کا دروازہ بند ہو جاتا اور وہ بھی عورت کی طرح قید میں رہتا۔ اس لیے ضروری تھا کہ مرد کو نکاح کے نظم کو ختم کرنے پر مالی نقصان کا سامنا ہو تاکہ وہ اسے صرف ایسی حالت میں ختم کرنے کا سوچے جب اس کے پاس کوئی اور چارہ نہ ہو۔ یہ ایک طرح سے تعاون کی ضمانت ہے[2]۔

نکاح کی اہمیت کا اظہار مہر کے بغیر نہیں ہو سکتا، کیونکہ مال کی قدر و قیمت کی وجہ سے لوگ اس پر جھگڑتے ہیں، اور مہر کی ادائیگی نکاح کی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {أَن تَبتَغُوا بِأَموالِكُم مُحصِنِينَ غَيرَ مُسافِحِينَ}[3]۔

علامہ مرغینانی نے "الھدایۃ" میں فرماتے ہیں کہ نکاح اس وقت بھی درست ہے جب اس میں مہر کا ذکر نہ کیا جائے، کیونکہ نکاح ایک ایسا عقد ہے جس میں دو افراد کے درمیان جڑاؤ اور اتحاد ہوتا ہے، اور مہر کا وجوب شرعی اعتبار سے ہے تاکہ عورت کی عزت کو ظاہر کیا جا سکے، اس لیے نکاح کی صحت کے لیے اس کا ذکر ضروری نہیں۔[4]

---

[1] العينى، بدر الدين محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد، البناية شرح الهداية(الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت، لبنان،الطبعة: الأولى، 1420 هـ - 2000 م)184/5

[2] الشاه ولي الله الدهلوي، أحمد بن عبد الرحيم بن الشهيد وجيه الدين، حجة الله البالغة(الناشر: دار الجيل، بيروت – لبنان،الطبعة: الأولى، سنة الطبع: 1426 هـ - 2005م)198/2-199

[3] النساء:24

[4] المرغيناني، برهان الدين علي بن أبي بكر بن عبد الجليل ، الهداية في شرح بداية المبتدي(الناشر: دار احياء التراث العربي - بيروت – لبنان)198/1

علامہ بدر العینی نے اپنی شرح "البنایۃ" میں فرماتے ہیں کہ مہر کا وجوب عورت کی عزت اور وقار کو ظاہر کرتا ہے تاکہ کوئی شبہ نہ رہے۔[1]

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں: اگر مہر عقد نکاح کے وقت واجب نہ ہوتا تو شوہر کسی بھی معمولی سختی کے باعث اس رشتہ کو توڑنے کی پرواہ نہ کرتا؛ کیونکہ مہر کے لزوم کا خوف نہ ہونے کی وجہ سے اسے اس رشتہ کو ختم کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آتی۔ اس طرح نکاح کے مقاصد حاصل نہ ہوتے۔ نکاح کے فوائد اور مقاصد اسی وقت حاصل ہو سکتے ہیں جب عورت شوہر کے نزدیک معزز اور محترم ہو، اور یہ عزت و احترام اسی وقت ممکن ہے جب عورت تک پہنچنے کا راستہ مشکل ہو اور اس کے لیے کوئی قیمتی مال درکار ہو۔ کیونکہ جو چیز حاصل کرنے میں مشکل ہو، وہ آنکھوں میں عزیز ہوتی ہے اور اس کا رکھنا قیمتی سمجھا جاتا ہے؛ اور جو چیز بآسانی حاصل ہو جائے، وہ آنکھوں میں کم حیثیت ہوتی ہے اور اس کا رکھنا بھی بے قیمت سمجھا جاتا ہے۔ جب شوہر کی نظر میں عورت کی عزت کم ہو جائے تو وہ اسے حقیر سمجھنے لگتا ہے، جس سے نکاح کے مقاصد حاصل نہیں ہو پاتے۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل المقدم فرماتے ہیں کہ مہر کا ذکر نکاح کے عقد میں شرط یا رکن نہیں ہے، بلکہ یہ عقد کے بعد کا ایک اثر ہے، اس لئے اس میں معمولی جہالت یا غرر جو زائل ہو سکے، معاف کر دیا گیا ہے۔ اگر عقد میں مہر کا ذکر نہ ہو تو نکاح بالاتفاق صحیح ہے، اگرچہ کراہت کے ساتھ، بشرطیکہ بعد میں مہر مقرر کر دیا جائے یا عورت کو مہر مثل ملے۔ اسلام نے مہر کو نقد یا عین کے طور پر عورت کا حق بنایا ہے، اور شوہر کو اس کی ادائیگی کا پابند کیا ہے۔ تاہم، اسلام نے مہر کو "قیمت" کے عنصر سے آزاد کر دیا ہے، اور اس کی کوئی مقررہ مقدار نہیں رکھی ہے۔ اسلام نے مہر کو عورت کے عزت و تکریم کی علامت بنایا ہے، اور اسے شوہر کے ذریعہ ادا کیے جانے کا حکم دیا ہے۔ عرب جاہلیت میں لوگ مہر کو عورت کی قیمت سمجھتے تھے اور اسے "النافجة" یعنی اضافہ اور کثرت کہتے تھے، اور یہ مہر کا حق والد کو ہوتا تھا، نہ کہ مخطوبہ بیٹی کا۔ اسلام نے مہر کو عورت کے لئے ایک عطیہ قرار دیا ہے، جو اسے کسی چیز کے بدلے میں نہیں بلکہ حقوق زوجیت کی ادائیگی کے سوا کسی اور شرط کے بغیر حاصل ہوتا ہے۔ یہ آیت (وآتوا النساء صدقاتهن نحلة فإن طبن لكم عن شيء منه نفسًا فكلوه هنيئًا مريئًا) اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ مہر عورت کا حق ہے اور اسے خوشدلی سے ادا کرنا چاہئے۔

وراثت میں خواتین کے حقوق

شریعتِ اسلامی کے تمام احکام کی بنیاد عدل پر رکھی گئی ہے، اور عدل سے مراد یہ ہے کہ ذمہ داریوں کی تقسیم صلاحیتوں کے مطابق کی جائے، اور اسی بنیاد پر حقوق کی تعیین کی جائے۔ عدل کا تقاضا کبھی مساوات اور برابری کا ہوتا

[1] العینی، العنایۃ، 131/5

ہے،اور کبھی ضروریات اور حالات کے مطابق کمی بیشی کے ساتھ تقسیم کا۔اسلام کا قانونِ وراثت بھی اسی اصول پر مبنی ہے۔

اسلام سے پہلے مختلف مذاہب اور قوانین میں وراثت کے حوالے سے مختلف اصول وضوابط تھے۔ عربوں کا نظریہ یہ تھا کہ صرف وہی لوگ وراثت کے حقدار ہیں جو لڑنے اور مدافعت کی صلاحیت رکھتے ہوں، اسی وجہ سے وہ عورتوں اور کبھی کبھی نابالغ بچوں کو بھی وراثت سے محروم کر دیتے تھے۔یہودیوں میں پہلوٹھے بیٹے کو پوری جائیداد مل جاتی تھی، جبکہ ہندوؤں کے ہاں عورتیں وراثت کا حق نہیں رکھتی تھیں۔ یہاں تک کہ یورپ میں بھی عورتوں کو انیسویں صدی تک وراثت کا حق نہیں ملا تھا،اور اس سے پہلے وہ اس حق سے محروم تھیں۔

اسلام نے ان تمام غیر منصفانہ روایات کا خاتمہ کرتے ہوئے ایک عادلانہ نظام وراثت متعارف کروایا جو کہ ہر حق دار کو اس کی ضرورت اور ذمہ داریوں کے مطابق حصہ فراہم کرتا ہے۔

خود یورپ میں عورتوں کو انیسویں صدی میں حق میراث ملا ہے،اس سے پہلے وہ اس حق سے محروم تھیں۔[1]
جناب خالد سیف اللہ رحمانی نے میراث میں خواتین کے حقوق اور ان کے حصص اور خواتین کے حصے کم ہونے کے حوالے سے جو پروپگینڈا کیا جاتا ہے اس کے رد میں نہایت مفصل اور خوبصورت انداز اس کی حقیقت کو کھول کر رکھا ہے ہم اس سب کا خلاصہ یہاں ذکر کرتے ہیں:

قرآن مجید میں میراث کے اصول تین اہم پہلوؤں پر مبنی ہیں:

- پہلا پہلو یہ ہے کہ کچھ قریبی رشتہ داروں کا حصہ لازمی طور پر مقرر ہے،ان رشتہ داروں کو "ذوی الفروض" کہا جاتا ہے۔ان میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں، جیسے والدین، بیٹا، بیٹی، شوہر، اور بیوی۔ایک اہم بات یہ ہے کہ اصحابِ فروض میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ عورتیں سترہ مختلف حالتوں میں اصحابِ فروض کے طور پر وراثت میں حصہ پاتی ہیں، جبکہ مرد صرف چھ حالتوں میں۔
- دوسرا پہلو یہ ہے کہ جس رشتہ دار کی ذمہ داریاں کم یا ختم ہو چکی ہوں، اس کا حصہ اس رشتہ دار کے مقابلے میں کم رکھا گیا ہے جس کی زندگی میں ذمہ داریاں ابھی باقی ہیں یا مستقبل میں زیادہ ہونی ہیں۔ مثال کے طور پر، باپ کے مقابلے میں بیٹے کا حصہ زیادہ ہے کیونکہ جب باپ بیٹے سے وارث ہوتا ہے تو عموماً وہ اپنی ذمہ داریوں سے فارغ ہو چکا ہوتا ہے یا قریب ہوتا ہے۔ دوسری طرف، بیٹا اپنے والد سے وراثت پانے پر اپنی زندگی کی ذمہ داریوں کے ابتدائی یا عروج کے مرحلے میں ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اسے مالیاتی ذمہ داریاں زیادہ نبھانی ہوتی ہیں۔

---

[1] رحمانی، خالد سیف اللہ، **خواتین کے مالی حقوق** (دفتر آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ A/176، مین بازار، اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵)

○ تیسرا پہلو یہ ہے کہ جن رشتہ داروں کی ذمہ داریاں کم ہوتی ہیں، ان کا حصہ بھی کم ہوتا ہے، جبکہ جن کی ذمہ داریاں زیادہ ہوتی ہیں، ان کا حصہ بھی زیادہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، باپ کے ذمے اپنی اولاد کی کفالت ہوتی ہے، جبکہ ماں کے ذمے اپنی کفالت بھی نہیں ہوتی۔ اسی طرح، بیٹے پر اپنی بیوی، اولاد، اور والدین کی ذمہ داری ہے، جبکہ بیٹی پر ایسی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ اسی وجہ سے باپ کا حصہ ماں کے مقابلے میں اور بیٹے کا حصہ بیٹی کے مقابلے میں دوگنا رکھا گیا ہے۔ یہ نہ تو صنفی امتیاز ہے اور نہ ہی ناانصافی، بلکہ یہ ذمہ داریوں کی بنیاد پر حقوق کی تقسیم ہے۔ ان اصولوں پر ہی شریعت کے قانونِ وراثت کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ لیکن چوں کہ مردوں اور عورتوں کے تمام رشتوں میں ذمہ داریوں کا تناسب یکساں نہیں ہوتا، اس لئے بہت سی صورتوں میں ایک ہی درجہ کے رشتہ دار مردوں اور عورتوں کے درمیان حصۂ میراث میں ایک اور دو کا تناسب ملحوظ نہیں ہے، عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ شریعت میں ہمیشہ بمقابلہ مرد کے عورت کا حصہ نصف رکھا گیا ہے، یہ محض غلط فہمی اور ناآگہی ہے، اگر گہرائی سے اس مسئلہ پر غور کیا جائے تو بہ آسانی تقسیم میراث کے سلسلے میں عورت کے حصہ کو لے کر جو آواز اُٹھائی جاتی ہے اور پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے، اس کی تردید اور نفی ہو سکتی ہے۔

وراثت کے معاملے میں مرد اور عورت کے درمیان مختلف حالات کے مطابق حقوق کی چار صورتیں پائی جاتی ہیں:

1. عورت کا حصہ مرد کے مقابلے میں نصف:

کچھ حالات میں عورت کو وراثت میں مرد کے مقابلے میں نصف حصہ ملتا ہے:

جب والدین میں سے کسی ایک کا انتقال ہو اور متوفی نے اولاد یا شریک حیات نہ چھوڑی ہو، تو ماں کو وراثت میں باپ کے مقابلے میں نصف حصہ ملے گا۔

حقیقی یا علاتی بہن کو حقیقی یا علاتی بھائی کے مقابلے میں نصف حصہ ملتا ہے۔

اگر زوجین میں سے ایک کا انتقال ہو جائے اور وہ اولاد نہ چھوڑے، تو شوہر کو بیوی کے ترکہ کا نصف حصہ ملے گا جبکہ بیوی کو شوہر کے ترکہ سے چوتھائی حصہ ملے گا۔ اگر اولاد موجود ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا جبکہ شوہر کو چوتھائی حصہ۔[1]

2. مرد اور عورت کا حصہ برابر:

کچھ صورتوں میں مرد اور عورت دونوں کو برابر حصہ ملتا ہے:

---

[1] سورہ النساء: 11

اگر متوفی کا ایک بیٹا ہو اور اس کے والدین زندہ ہوں، تو دونوں کو چھٹا حصہ ملے گا۔

اگر متوفی کی دو بیٹیاں ہوں، تو وہ دو تہائی وراثت کی حقدار ہوں گی اور والدین کو چھٹا حصہ ملے گا۔

اگر متوفی نے والد، بیٹا اور نانی کو چھوڑا ہو، تو والد اور نانی دونوں کو چھٹا حصہ ملے گا، حالانکہ نانی کا رشتہ دور کا ہے۔

ماں شریک بہن بھائیوں کے درمیان وراثت ہمیشہ برابر تقسیم ہوتی ہے۔

بعض حالات میں، اگر متوفی نے صرف ایک رشتہ دار چھوڑا ہو، جیسے باپ، ماں، یا بیٹا، تو وہ پورے ترکہ کا حقدار ہوگا۔ اسی طرح، اگر صرف ایک بیٹی ہو تو نصف اس کا اصل حصہ ہوگا اور باقی بطور "رد" اسے مل جائے گا۔[1]

3. عورت کا حصہ مرد کے مقابلے میں زیادہ:

کچھ حالات میں عورت کو مرد کے مقابلے میں زیادہ حصہ ملتا ہے:

جب بیٹی کو "ذوی الفروض" کی حیثیت سے حصہ ملتا ہے، تو اس کا حصہ بعض اوقات نصف یا تہائی ہوتا ہے، جو بعض صورتوں میں بیٹے کے حصے سے زیادہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، اگر ایک عورت نے 60 ایکڑ زمین چھوڑی اور اس کے ورثہ میں شوہر، والد، ماں اور دو بیٹیاں ہوں، تو ہر بیٹی کو 16 ایکڑ ملیں گے جبکہ اگر دو بیٹے ہوتے تو ہر ایک کو 12.5 ایکڑ ملتا۔

ایک دوسری مثال میں، اگر ایک عورت نے 156 ایکڑ زمین چھوڑی اور اس کے ورثہ میں شوہر، والد، ماں، اور ایک بیٹی ہو، تو بیٹی کو 72 ایکڑ ملیں گے جبکہ بیٹے کو اسی صورت میں 65 ایکڑ ملتے۔[2]

4. صرف عورت وارث:

کچھ صورتوں میں، مرد کو وراثت کا حصہ نہیں ملتا جبکہ اسی درجے کی عورت رشتہ دار کو حصہ ملتا ہے:

اگر ایک عورت نے اپنے پس ماندگان میں شوہر، باپ، ماں، بیٹی، اور پوتی کو چھوڑا ہو، تو پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا، لیکن اگر پوتی کی جگہ پوتا ہو تو اسے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

اگر متوفی نے شوہر، حقیقی بہن، اور علاتی بہن کو چھوڑا ہو، تو علاتی بہن کو چھٹا حصہ ملے گا، جبکہ علاتی بھائی کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

اسی طرح بعض صورتوں میں دادی کو وراثت ملتی ہے جبکہ اس کے مقابلے میں موجود دادا کو کوئی حصہ نہیں ملتا۔[3]

---

[1] القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، قاہرہ: دار الکتب المصریہ، ج5، ص58۔

[2] الزحيلي، وہبی، الفقه الإسلامي وأدلته، دمشق: دارالفكر، 2007، ج8، ص 334–335

[3] عبد الرحمن الجزائری، الفقه على المذاهب الأربعة، قاہرہ: دار الكتب، ج4، ص 68–70

یہ صورتیں ظاہر کرتی ہیں کہ اسلامی قانونِ وراثت صنف کی بنیاد پر نہیں بلکہ رشتہ داروں کی حیثیت، ذمہ داریوں، اور ضرورت کے مطابق وراثت کی تقسیم کرتا ہے۔

غرض کہ شریعت میں بہت سی صورتیں ایسی ہیں جن میں بمقابلہ مرد کے عورت کا حصہ برابر یا زیادہ ہوتا ہے یا عورت حصہ دار ہوتی ہے اور مرد محروم ہوتا ہے۔

ڈاکٹر صلاح الدین سلطان، جو ایک مصری نژاد اسلامی فاضل ہیں اور جامعہ اسلامیہ امریکہ میں تدریس کے فرائض انجام دیتے ہیں، نے "میراث المرأة وقضية المساواة" کے عنوان سے ایک تحقیقی مقالہ لکھا ہے۔ اس مقالے میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ تیس سے زیادہ ایسی حالتیں ہیں جن میں عورت کو مرد کے برابر یا اس سے زیادہ حصہ ملتا ہے، یا ایسی صورتیں ہیں جن میں صرف عورت وارث ہوتی ہے اور مرد محروم رہتا ہے۔ اس کے برعکس، صرف چار حالتیں ہیں جن میں عورت کا حصہ مرد کے مقابلے میں نصف ہوتا ہے۔

جب اس پس منظر میں عورت کی میراث کے مسئلے پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ تصور کہ عورت کو مرد کے مقابلے میں کم حصہ ملتا ہے، سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے۔ جن صورتوں میں عورت کا حصہ کم ہوتا ہے، اس کا تعلق فرائض اور ذمہ داریوں کے تفاوت سے ہے، اور دراصل ان صورتوں میں بھی عورت کے حقوق کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ چونکہ مرد پر پورے خاندان کی کفالت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے جبکہ عورت پر اپنی کفالت کی بھی کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی، اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو عورت کا حصہ نصف سے بھی کم ہونا چاہیے تھا۔ لیکن عورت کی فطری نزاکت اور اس کے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے اسے نصف حصے کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

یہ تحقیق اس بات کو اجاگر کرتی ہے کہ اسلامی وراثت کے قوانین میں عورت کے حقوق کا مکمل تحفظ کیا گیا ہے، اور اس کے حصے کا تعین ذمہ داریوں کے مطابق کیا گیا ہے نہ کہ صنف کی بنیاد پر۔

ازواج کے حقوق کی تاکید

شادی کا رشتہ صرف جسمانی یا جذباتی تعلقات تک محدود نہیں ہے بلکہ اس میں اخلاقی اور دینی ذمہ داریاں بھی شامل ہیں۔ میاں بیوی کے درمیان حقوق و فرائض کا ایک ایسا توازن قائم کرنے کی ضرورت ہے جو دونوں کی عزت اور وقار کو محفوظ رکھے۔ میاں بیوی کے درمیان عدل کا مطلب یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کی ضروریات کو پورا کرے، اس کی عزت کرے، اور اس کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش آئے۔ اسی طرح، بیوی کو بھی شوہر کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیے اور اس کی ضروریات کو پورا کرنے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

اسلام نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی تاکید کی ہے تاکہ دونوں کے درمیان محبت، الفت اور باہمی احترام قائم رہے۔ اس رشتے میں کوئی بھی ناانصافی یا غفلت نہ صرف دونوں افراد کے درمیان دراڑ ڈال سکتی ہے بلکہ معاشرتی بے سکونی اور بگاڑ کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ اس لیے اسلام نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کے

حقوق و فرائض کی ادائیگی کا پابند بنایا ہے تاکہ ایک خوشحال اور مستحکم خاندان کی تشکیل ممکن ہو سکے۔

اس سلسلے میں حضور ﷺ نے مردوں کو بار بار اور تاکید سے خواتین سے حسن سلوک اور ان کے حقوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ترمذی میں ہے کہ تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہو، اور میں تم سب میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔[1]

اسی طرح صحیح مسلم میں ہے کہ: عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک کے بارے میں میری وصیت مانو[2]۔

اس کے علاوہ، اسلام نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ اگر کوئی مرد عدل وانصاف کرنے سے قاصر ہو، تو اسے ایک سے زیادہ نکاح کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ یہ حکم اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اسلام میں عدل وانصاف کی کتنی زیادہ اہمیت ہے، اور شادی کے رشتے میں اسے کس حد تک لازمی سمجھا گیا ہے۔ یہ اصول نہ صرف فردی سطح پر بلکہ معاشرتی سطح پر بھی ایک بڑی حکمت عملی کے تحت متعین کیا گیا ہے تاکہ معاشرے میں امن وامان اور بھائی چارے کا فروغ ہو۔

قرآن کریم میں نکاح کو انسانی فطرت کے مطابق بھی قرار دیا گیا ہے۔

سورت النساء کی ہی ایک اور آیت میں ہے:

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾[3]

یہ آیت میاں بیوی کے درمیان حسن سلوک کی اہمیت پر زور دیتی ہے۔ ازدواجی زندگی میں احسان اور بھلائی کے ساتھ زندگی گزارنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ یہ رشتہ باہمی محبت، احترام اور بھلائی پر قائم رہنا چاہیے، اور اس میں کسی قسم کی زیادتی یا ناانصافی کی گنجائش نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید میں شادی کو انسان کی فطری ضرورت اور ایک مقدس ذمہ داری کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا رشتہ ہے جس میں محبت، رحمت، اور سکون کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، اور اس کی بنیاد پر ایک خوشحال اور پرسکون معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

خلاصہ

اسلام نے خواتین کو وہ مقام اور حقوق عطا کیے جو اس سے پہلے کسی معاشرتی یا مذہبی نظام میں موجود نہیں تھے۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں خواتین کے ساتھ ظلم و زیادتی ہوتی رہی، مگر اسلام نے ان کے وقار کو بحال کرتے ہوئے ان کے لیے حقوق اور فرائض کا ایک جامع نظام متعارف کروایا۔

اسلام نے خواتین کو وراثت، تعلیم، شادی، اور سماجی زندگی کے تمام پہلوؤں میں حقوق عطا کیے۔ شادی میں

[1] ترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، بَابٌ فِي فَضْلِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ج:6، ص:192، ح:3895 (قال الالبانی ، صحیح)
[2] النیسابوری، مسلم بن حجاج ، الصحیح، ج:2، ص:1091، ح:1468
[3] النساء:19

خواتین کی رضامندی کو لازم قرار دیا، مہر کا حق دیا، اور شوہر پر بیوی کی کفالت و عزت کا فرض عائد کیا۔ عورت کو یہ حق دیا گیا کہ وہ اپنے لیے شریک حیات کا انتخاب خود کرے، اور شوہر کی جانب سے مہر کی ادائیگی کو اس کا شرعی حق قرار دیا۔ وراثت کے معاملے میں بھی اسلام نے خواتین کو حقوق دیے اور ان کے حصہ کو ذمہ داریوں اور ضروریات کے مطابق متعین کیا۔ قرآن و سنت کے مطابق، خواتین کے حقوق نہ صرف تسلیم کیے گئے بلکہ ان کی حفاظت کے لیے بھی اصول وضع کیے گئے ہیں۔

اسلام میں بیٹیوں کی پرورش کو اجر عظیم کا ذریعہ قرار دیا گیا اور ان کی تعلیم و تربیت پر زور دیا گیا۔ ماں کے حقوق کو بلند مقام دیا گیا اور بیوی کے ساتھ حسن سلوک کو لازمی قرار دیا گیا۔ شوہر اور بیوی کے تعلق کو محبت، احترام، اور عدل پر مبنی قرار دے کر خاندان کی مضبوطی کی بنیاد رکھی گئی۔

یہ تمام اصول اسلامی معاشرت میں خواتین کے مقام اور کردار کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔ خواتین کے حقوق کی حفاظت اور ان کے وقار کو یقینی بنانا اسلامی تعلیمات کا ایک لازمی حصہ ہے، جو معاشرتی انصاف اور بھائی چارے کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

فصل سوم:

خواتین میں شادی سے گریز کا رجحان اور اسلامی تعلیمات

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر پہلو کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس میں نہ صرف عقائد اور عبادات کی تعلیمات موجود ہیں بلکہ سماجی، اخلاقی، اور عائلی معاملات کے حوالے سے بھی واضح احکام دیے گئے ہیں۔ شادی کا رشتہ اسلامی معاشرت میں ایک خاص اہمیت کا حامل ہے اور اس کو دین کا ایک لازمی جزو قرار دیا گیا ہے۔ شادی ایک ایسا مقدس معاہدہ ہے جو نہ صرف دو افراد کو بلکہ دو خاندانوں کو بھی جوڑتا ہے، اور اس معاہدے کی بنیاد محبت، الفت، اور باہمی تعاون پر ہوتی ہے۔

لیکن آج کے دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ خواتین میں شادی سے گریز کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ اس رجحان کی وجوہات مختلف ہو سکتی ہیں، جیسے معاشرتی دباؤ، کیریئر کے مواقع، ذاتی آزادی کی خواہش، یا ماضی کی ناخوشگوار تجربات۔ تاہم، اس رجحان کے بڑھنے کے باعث نہ صرف معاشرتی ڈھانچہ متاثر ہو رہا ہے بلکہ فرد کی روحانی اور اخلاقی زندگی پر بھی اس کے منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

اسلامی تعلیمات ہمیں بتاتی ہیں کہ شادی ایک فطری اور ضروری عمل ہے جس کے ذریعے انسان اپنی جسمانی، نفسیاتی، اور روحانی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور خلفائے راشدین کا طرزِ عمل ہمیں اس بات کی یاد دہانی کراتا ہے کہ شادی کو فروغ دینا اور اس کے فوائد کو بیان کرنا نہایت ضروری ہے۔ شادی نہ صرف ایک فرد کی زندگی میں سکون اور تسکین کا باعث بنتی ہے بلکہ یہ ایک صالح معاشرے کی تشکیل میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔

یہاں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ خواتین میں شادی سے گریز کے رجحان کے اسباب کیلئے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس مسئلے کا کیا حل ہو سکتا ہے۔ کس طرح اسلام نے خواتین کو شادی کی ترغیب دی ہے اور اس کے کیا فوائد بیان کیے ہیں۔ معاشرتی سطح پر کیا اقدامات کیے جا سکتے ہیں تاکہ خواتین میں شادی کے حوالے سے مثبت رجحانات کو فروغ دیا جا سکے۔

اسلام کا مقصد ہمیشہ سے انسان کی بھلائی اور فلاح رہا ہے، اور شادی کے حوالے سے اسلامی تعلیمات بھی اسی مقصد کے تحت دی گئی ہیں۔ ہمیں اس بات کو سمجھنا ہوگا کہ شادی ایک ضرورت ہے اور اس سے گریز کرنے کے بجائے ہمیں اس کے فوائد اور اہمیت کو سمجھنا چاہیے۔ ایسے تمام وجوہات اور محرکات جو شادی سے گریز کیلئے سبب بن رہے ہیں ان کیلئے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کیا حل پیش کیا جا سکتا ہے اس پر تفصیلی گفتگو کرتے ہیں۔

اسلام میں شادی کی روحانی، معاشرتی، اور اخلاقی اہمیت

اسلام میں شادی کی روحانی، معاشرتی، اور اخلاقی اہمیت ایک وسیع اور گہرے موضوع پر مبنی ہے جس میں نہ صرف انفرادی سطح پر بلکہ اجتماعی سطح پر بھی اس کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا رشتہ ہے جو انسانوں کو اللہ کے قریب لانے، سماج میں محبت اور ہم آہنگی پیدا کرنے، اور اخلاقی اقدار کو تقویت دینے کا باعث بنتا ہے۔ قرآن و حدیث میں شادی کی اہمیت اور اس کے فوائد پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، جو ہمیں اس رشتہ کی حقیقت اور اس کی اہمیت کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔

1. شادی کی روحانی اہمیت

اسلام میں شادی کو صرف ایک دنیاوی رشتہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے ایک روحانی عبادت کے طور پر بھی دیکھا جاتا ہے۔ یہ اللہ کی رضا کی کوشش ہے اور اس کا مقصد انسانوں کو سکون، محبت، اور رحمت کی حالت میں زندگی گزارنے کا موقع فراہم کرنا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے فرمایا:

(وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ) [1]

"اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمہارے لیے تمہیں میں سے بیویاں پیدا کیں تاکہ ان کے پاس چین سے رہو اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کر دی، جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لیے اس میں نشانیاں ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالی نے شادی کو سکون، محبت، اور رحمت کا ذریعہ قرار دیا ہے، جو ایک روحانی فائدہ ہے۔ اس میں انسانوں کو اللہ کی رضا اور قرب حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے، اور اس رشتہ کی بنیاد پر انسان دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ پیارے حضور ﷺ نے فرمایا:

﴿النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي﴾ [2]

"نکاح میری سنت ہے، اور جو شخص میری سنت سے منہ موڑتا ہے وہ مجھ سے نہیں ہے۔"

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ شادی نہ صرف پیارے حضور ﷺ کی سنت ہے بلکہ یہ ایک روحانی عبادت بھی ہے جسے اختیار کر کے انسان اللہ کی رضا حاصل کرتا ہے۔

---

[1] الروم:21

[2] ابن ماجه، محمد بن يزيد القزويني، السنن: باب ما جاء في فضل النكاح، دار الرسالة العالمية، 1430 ه، ج 3، ص 54، ح: 1846(قال الالبانی صحيح)

اسلام میں ازدواجی زندگی کو ایک روحانی سفر سمجھا گیا ہے جس میں دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کی مدد سے اللہ کی رضا کی طرف بڑھتے ہیں۔ اس رشتہ کے ذریعے انسان اپنی فطری خواہشات کو معتدل طریقے سے پورا کرتا ہے، اور یہ عمل ایک عبادت کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

2. شادی کا معاشرتی کردار

اسلام میں شادی کو ایک اہم معاشرتی ذمہ داری کے طور پر دیکھنا ضروری ہے۔ یہ نہ صرف فرد کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہے بلکہ ایک مضبوط اور متوازن معاشرتی نظام کے قیام کے لیے بھی اہم ہے۔ اس سے خاندان کی بنیاد رکھی جاتی ہے جو کہ معاشرتی ڈھانچے کا ایک بنیادی ستون ہے۔ قرآن میں اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ﴾[1]

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو۔"

اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے انسانوں کو مختلف قبیلوں اور خاندانوں میں تقسیم کیا تاکہ وہ ایک دوسرے کو بہتر طریقے سے سمجھیں اور ایک دوسرے کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کریں۔ خاندان کا رشتہ شادی کے ذریعے مضبوط ہوتا ہے اور معاشرتی ہم آہنگی کا ذریعہ بنتا ہے۔

شادی کے ذریعے افراد نہ صرف اپنے ذاتی زندگی کے مسائل حل کرتے ہیں بلکہ اپنے معاشرتی اور خاندانی تعلقات کو بھی مستحکم کرتے ہیں۔ پیارے حضور ﷺ نے فرمایا:

﴿خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي﴾[2]

"تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔"

یہ حدیث بتاتی ہے کہ شادی کا مقصد صرف اپنی ذات کے لیے سکون حاصل کرنا نہیں بلکہ اپنے شریک حیات کے ساتھ حسن سلوک کے ذریعے معاشرتی روابط کو بہتر بنانا بھی ہے۔ جب شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرتے ہیں اور آپس میں محبت و ہمدردی کا سلوک کرتے ہیں تو یہ نہ صرف ان کی ازدواجی زندگی کو خوشحال بناتا ہے بلکہ پورے معاشرے پر بھی اس کے مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اسلام میں شادی کو ایک معاشرتی فریضہ سمجھا جاتا ہے جو انسانوں کے درمیان محبت، احترام، اور ایک دوسرے کی مدد کے اصولوں کو فروغ دیتا ہے۔ اس کے ذریعے معاشرتی تعلقات میں ہم آہنگی اور تعاون کا عنصر بڑھتا ہے، جو کہ کسی

---

[1] الحجرات:13

[2] الترمذي، محمد بن عيسى، السنن، باب في فضل أزواج النبي صلى الله عليه وسلم، ج 5، ص 709، ح: 3895۔ (قال الالبانی ، صحيح)

بھی معاشرتی نظام کے لیے ضروری ہے۔

3. شادی کی اخلاقی اہمیت

شادی اخلاقی ذمہ داریوں کا ایک سنگ میل ہے۔ اسلام میں اس رشتہ کو بہت بڑی اخلاقی اہمیت دی گئی ہے۔ اس میں دونوں میاں بیوی کو ایک دوسرے کے حقوق کا پورا خیال رکھنے، حسن سلوک کرنے، اور ایک دوسرے کے عیوب سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ﴾[1]

"تمہاری بیویاں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شوہر اور بیوی کے تعلقات کو لباس کے مثال سے بیان کیا ہے، جس طرح لباس انسان کی عزت، پردہ، اور سکون کا ذریعہ ہوتا ہے، اسی طرح شوہر اور بیوی کا رشتہ بھی ایک دوسرے کی عزت، حفاظت، اور سکون کا سبب بنتا ہے۔

اسلام میں شادی کے ذریعے اخلاقی تربیت اور سدھار کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔ شوہر اور بیوی دونوں ایک دوسرے کے اخلاقی معلم ہیں۔ ایک اچھے ازدواجی رشتہ میں، دونوں افراد ایک دوسرے کی اصلاح کرتے ہیں اور اپنے اخلاقی معیار کو بلند کرتے ہیں۔

اسلام میں شادی کو روحانی، معاشرتی، اور اخلاقی تینوں جہتوں سے انتہائی اہمیت دی گئی ہے۔ یہ نہ صرف ایک دنیاوی تعلق ہے بلکہ ایک عبادت، معاشرتی ذمہ داری، اور اخلاقی تربیت کا وسیلہ بھی ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں ہمیں یہ سمجھنے کا موقع ملتا ہے کہ شادی کے ذریعے انسان اللہ کی رضا، سکون، محبت، اور رحمت کی طرف بڑھتا ہے، ساتھ ہی یہ معاشرتی ہم آہنگی اور اخلاقی بہتری کا سبب بنتا ہے۔ ایک کامیاب ازدواجی زندگی فرد کی روحانیت، اخلاق، اور معاشرتی کردار کو بہتر بناتی ہے، اور یہ زندگی کے ہر پہلو میں کامیابی کا ذریعہ بنتی ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی کے مقاصد اور ترجیحات کا تعین

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ زندگی کے مقاصد اور ترجیحات کا تعین اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک ایسا موضوع ہے جو انفرادی اور اجتماعی کامیابی کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اسلام انسان کو دنیا اور آخرت کے درمیان توازن پیدا کرنے کا درس دیتا ہے اور اسے ایک مقصدی اور بامعنی زندگی گزارنے کی ترغیب دیتا ہے۔

زندگی کے حقیقی مقاصد: اسلامی تناظر

---

[1] البقرۃ: 187

اسلامی نقطہ نظر سے انسان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾[1]

"اور میں نے جنّات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ انسان کی تخلیق کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ عبادت کا مفہوم اسلامی تعلیمات میں وسیع ہے، جو نہ صرف رسمی عبادات (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج) بلکہ دنیاوی زندگی کے ہر پہلو کو بھی شامل کرتا ہے، بشرطیکہ وہ اللہ کی رضا کے لیے انجام دیا جائے۔

دنیاوی اور اخروی توازن

اسلام ایک ایسا نظام زندگی پیش کرتا ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان توازن کو اہمیت دیتا ہے۔ یہ توازن انسان کی روحانی اور مادی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے زندگی گزارنے کا ایک معتدل راستہ فراہم کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ﴾[2]

"اور جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر حاصل کر، اور اپنا حصہ دنیا میں سے نہ بھول، اور بھلائی کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے"۔

یہ آیت ہمیں اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ دنیاوی کامیابی اور خوشحالی کو ترک کیے بغیر آخرت کی تیاری پر بھی بھرپور توجہ دینی چاہیے۔ اسلام اس بات پر زور دیتا ہے کہ دنیاوی زندگی کی سرگرمیاں آخرت کی کامیابی کے لیے معاون بنائی جائیں۔ روزمرہ کے معاملات، کاروبار، تعلیم، اور خاندانی ذمہ داریاں سب عبادت کی نیت سے انجام دی جائیں تو یہ آخرت کے اجر کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی بھی دنیا اور آخرت کے توازن کی بہترین مثال ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو دنیاوی ذمہ داریوں سے غافل ہونے کی بجائے ان کو آخرت کی تیاری کے ساتھ جوڑنے کی تعلیم دی۔

اسلام یہ بھی سکھاتا ہے کہ دنیاوی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ وہ نعمتیں اللہ کے احکامات کے مطابق استعمال کی جائیں۔ مال، اولاد، اور دیگر دنیاوی اسباب کو اللہ کی امانت سمجھ کر ان کا صحیح استعمال کرنا ضروری ہے۔ آخرت کی تیاری کے ساتھ دنیاوی ترقی کی ترغیب دیتے ہوئے اسلام ہمیں اعتدال کی راہ اپنانے کا حکم دیتا ہے۔ یہ نہ تو دنیاوی زندگی کی لذتوں میں گم ہونے کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی دنیا کو مکمل طور پر ترک کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ دنیاوی زندگی کی اہمیت کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ یہ آخرت کی کھیتی ہے، جہاں ہر عمل کے نتائج آخرت میں ظاہر ہوں

---

[1] الذاریات: 56

[2] القصص: 77

گے۔

لہذا، دنیااور آخرت کے درمیان توازن کو برقرار رکھتے ہوئے زندگی گزارنااسلامی تعلیمات کابنیادی پہلو ہے۔انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی روزمرہ کی سرگرمیوں کوایسے انجام دے کہ دنیا کی کامیابی بھی حاصل ہواور آخرت کی نجات بھی یقینی ہو۔

اسلامی تعلیمات میں مقصدیت

اسلام انسان کو ایک مقصدی زندگی گزارنے کی ترغیب دیتا ہے، جس میں ہر عمل کے پیچھے اللہ کی رضا کا جذبہ ہو۔ پیارے حضور ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ﴾ [1]

"اعمال کادار و مدار نیتوں پر ہے۔"

یہ حدیث زندگی کے مقاصد کے تعین میں نیت کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ ہر وہ عمل جو خالص نیت کے ساتھ اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے، وہ عبادت کے زمرے میں آتا ہے۔

اسلام میں خواتین کے کیریئر کے انتخاب کی رہنمائی اور اصول

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کی رہنمائی فراہم کرتا ہے اور زندگی کے تمام معاملات میں توازن اور حکمت کو مقدم رکھتا ہے۔ خواتین کی حیثیت کو اسلام میں ایک خاص مقام حاصل ہے، کیونکہ وہ معاشرتی ڈھانچے کا ایک اہم ستون ہیں۔ خواتین کو نہ صرف ایک ماں، بہن، بیٹی، اور بیوی کی حیثیت سے ان کی عزت دی گئی ہے بلکہ انہیں تعلیم، سماجی خدمت، اور پروفیشنل شعبوں میں بھی شریعت کے دائرے میں کام کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اسلام نے ان کے لیے ایسے اصول وضع کیے ہیں جو ان کی فطرت، حقوق، اور ذمہ داریوں سے ہم آہنگ ہیں۔

خواتین کے کیریئر کے انتخاب کا معاملہ اسلام میں ایک حساس اور متوازن موضوع ہے، جہاں ان کی ذاتی خواہشات، خاندانی ضروریات، اور سماجی کردار کو یکجا کر کے ان کی رہنمائی کی گئی ہے۔ اسلام خواتین کو ان کے حق کے مطابق تعلیم حاصل کرنے، اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے، اور معاشرے میں فعال کردار ادا کرنے کی اجازت دیتا ہے، لیکن ساتھ ہی انہیں ان ذمہ داریوں کا بھی شعور دیتا ہے جو ان کے خاندان اور معاشرتی تعلقات سے جڑی ہوئی ہیں۔ اسلام نے خواتین کے لیے وہ مواقع فراہم کیے ہیں جو نہ صرف ان کی خود مختاری کو یقینی بناتے ہیں بلکہ ان کے لیے ایک ایسا متوازن راستہ بھی فراہم کرتے ہیں جو دنیاوی ترقی کے ساتھ ساتھ آخرت کی کامیابی کا ضامن ہو۔

یہ اصول خواتین کو اس قابل بناتے ہیں کہ وہ معاشرتی فلاح و بہبود کے لیے مثبت کردار ادا کریں اور اپنی صلاحیتوں کو

[1] بخاري، محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ ج 1، ص 6، ح: 1

ایک بامقصد انداز میں استعمال کریں، بشر طیکہ یہ سب دینی تعلیمات اور اخلاقی اقدار کے دائرے میں ہو۔ اسلام کی یہی خصوصیت ہے کہ وہ فرد کی ترقی کے ساتھ ساتھ ایک مضبوط خاندانی اور معاشرتی نظام کو بھی برقرار رکھتا ہے، جو خواتین کے کردار کو اہمیت اور وقار فراہم کرتا ہے۔

اسلام میں خواتین کو کیریئر اختیار کرنے کی اجازت دی گئی ہے، بشر طیکہ یہ کیریئر ان کے دینی، اخلاقی، اور سماجی فرائض کے ساتھ متصادم نہ ہو۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے انسانوں کو کسبِ حلال کی ترغیب دی ہے۔ دنیاوی ضروریات کے لیے کوشش کرنا اور اپنی معاشرتی ذمہ داریوں کو پورا کرنا جائز اور پسندیدہ ہے۔ خواتین بھی ان اصولوں کے تحت اپنی صلاحیتوں کو استعمال کر سکتی ہیں، بشر طیکہ وہ اسلامی حدود کا خیال رکھیں۔

خواتین کے کیریئر کے لیے اسلام کے رہنما اصول

خواتین اسلامی احکام کے ماتحت رہتے ہوئے کیسے اپنے کیریئر کو آگے بڑھا سکتی ہیں اس حوالے سے راہنما اصول درج ذیل ہیں۔

1. حلال ذرائع سے روزگار کی پابندی

اسلام میں کسی بھی کیریئر کے انتخاب کا بنیادی اصول یہ ہے کہ وہ حلال ہو۔ خواتین کو ایسے شعبے اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے جو شریعت کے دائرے میں ہوں اور حرام کمائی سے اجتناب ہو۔ قرآن کریم میں واضح الفاظ میں حکم ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾[1]

"اے لوگو! جو چیزیں زمین میں حلال اور پاکیزہ ہیں، وہ کھاؤ اور شیطان کے راستے پر نہ چلو، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

یہ آیت انسان کو اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ وہ صرف حلال اور پاکیزہ چیزوں کو اختیار کرے، کیونکہ یہی اس کی جسمانی اور روحانی پاکیزگی کے لیے ضروری ہیں۔ حلال چیزوں کا استعمال نہ صرف اللہ کی اطاعت کا مظہر ہے بلکہ یہ انسان کی صحت، اخلاق، اور معاشرتی تعلقات پر بھی مثبت اثر ڈالتا ہے۔ ساتھ ہی، اس آیت میں شیطان کے راستے سے بچنے کی تنبیہ کی گئی ہے، کیونکہ شیطان انسان کو حرام اور ناپاک چیزوں کی طرف راغب کرتا ہے، جو دنیا اور آخرت دونوں میں نقصان کا سبب بنتی ہیں۔ اس لیے، اللہ تعالیٰ نے حلال کو نہ صرف اجازت بلکہ پاکیزہ زندگی کی بنیاد قرار دیا ہے، جو انسان کو فلاح کی طرف لے جاتا ہے۔

2. پردے اور حیا کا لحاظ

خواتین کے لیے ایسے کیریئر اختیار کرنا ضروری ہے جہاں پردے اور حیا کا خیال رکھا جا سکے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

---

[1] البقرہ:168

﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾[1]

"اور ایمان والیوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہ نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو جگہ اس میں سے کھلی رہتی ہے، اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں، اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں"

یہ آیت خواتین کے لیے واضح رہنمائی فراہم کرتی ہے کہ وہ اپنی عزت و عصمت کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے کردار اور لباس میں حیاداری اختیار کریں۔ خواتین کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے، غیر ضروری طور پر زینت ظاہر نہ کرنے، اور دوپٹے سے اپنے سینے کو ڈھانپنے کا حکم دیا گیا ہے، جو ان کی حیا اور وقار کی ضمانت ہے۔ کام کی جگہ پر خواتین کو اپنے لباس اور رویے میں ایسا اعتدال رکھنا چاہیے جو اسلامی اصولوں کے مطابق ہو اور ان کی عزت و وقار کو برقرار رکھے۔ یہ ہدایت ان کے لیے نہ صرف روحانی سکون کا باعث بنتی ہے بلکہ کام کی جگہ پر احترام اور اعتماد کا ماحول بھی پیدا کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، یہ آیت یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ خواتین اپنے دینی اصولوں کو برقرار رکھتے ہوئے کام کر سکتی ہیں، بشرطیکہ وہ اسلامی اخلاقیات کا دامن تھامے رکھیں۔

3. گھریلو اور خاندانی ذمہ داریوں کو ترجیح دینا

اسلام نے مردوں اور عورتوں کے حقوق و فرائض کو ان کی فطرت، صلاحیت، اور ذمہ داریوں کے مطابق متعین کیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾[2]

"مرد عورتوں پر قوام ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ انہوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بتایا کہ مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فوقیت دی گئی ہے، لیکن یہ فوقیت ان کے حقوق پر مبنی نہیں بلکہ ان کی ذمہ داریوں پر ہے۔ مردوں پر نان نفقہ، حفاظت، اور گھر کی کفالت کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے، جو انہیں قوام بناتی ہے۔ اسی بناء پر اسلام نے عورت کو مرد کی اطاعت کی تلقین کی ہے، تاکہ گھر کا نظام بہتر انداز میں چل سکے اور معاشرتی توازن قائم رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب تم اس کو دیکھو تو خوش رہو، اور جب تم اسے کوئی حکم دو تو وہ اطاعت کرے، اور جب تم غائب ہو تو اپنے نفس اور مال کی حفاظت کرے۔"

---

[1] النور:31

[2] النساء:34

یہ حدیث عورت کی مثالی صفات کو بیان کرتی ہے اور اس کے کردار کی خوبصورتی کو اجاگر کرتی ہے۔ اسلام میں عورت کی سب سے بڑی ذمہ داری اس کا گھر اور اس کے افراد کی دیکھ بھال ہے۔ عورت گھر کے نظام کو سنبھالتی ہے، بچوں کی تربیت کرتی ہے، اور گھر کو محبت اور سکون کا گہوارہ بناتی ہے۔ ایک عورت کی یہی ذمہ داری اس کی عظمت اور معاشرتی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خواتین کو ان کے کردار اور ذمہ داریوں کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾[1]

"اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور پہلے زمانۂ جاہلیت کی طرح اپنی زینت کا اظہار نہ کرو، اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔"

یہ آیت خواتین کو گھریلو ذمہ داریوں اور ان کے کردار کے حوالے سے ایک اہم اصول فراہم کرتی ہے کہ عورت کا اصل مقام اور ذمہ داری اس کا گھر ہے، جہاں وہ خاندان کی بنیاد کو مضبوط بنانے اور بچوں کی تربیت کے ذریعے معاشرے میں اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ اس آیت میں عورت کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ گھروں میں سکونت اختیار کریں اور غیر ضروری طور پر باہر جانے سے گریز کریں، سوائے کسی شرعی ضرورت یا جائز کام کے۔ اس کے ساتھ، جاہلیت کے انداز میں زیب و زینت کے دکھاوے سے بھی منع کیا گیا ہے، جو معاشرتی فساد اور بے حیائی کا سبب بن سکتا ہے۔

عورت کی گھریلو ذمہ داری کی اہمیت

ایک عورت کی گھریلو ذمہ داریوں کی کیا اہمیت اس پر روشنی ڈالتے ہیں۔

1. خاندان کی بنیاد:

خاندان ایک معاشرے کی بنیادی اکائی ہے، اور عورت کو اس خاندان کی بنیادی نگہبان بنایا گیا ہے۔ ایک عورت کی ذمہ داری صرف گھر کی صفائی یا کھانے پکانے تک محدود نہیں بلکہ وہ بچوں کی تعلیم و تربیت، اخلاقی اصلاح، اور روحانی ترقی میں بھی مرکزی کردار ادا کرتی ہے۔ اگر عورت اپنی اس ذمہ داری کو بخوبی نبھائے تو ایک مضبوط اور متوازن معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

نان نفقہ اور حفاظت کی سہولت:

اسلام نے عورت پر نان نفقہ اور کفالت کی ذمہ داری نہیں ڈالی، بلکہ یہ مرد کا فرض ہے۔ اس لیے عورت کو اپنی صلاحیتوں اور وقت کو گھریلو معاملات اور بچوں کی تربیت کے لیے وقف کرنے کا موقع دیا گیا ہے۔ گھر کی دیکھ بھال اور بچوں کی تربیت ایک ذمہ داری ہے جو وقت، توجہ، اور قربانی مانگتی ہے، اور اسلام نے عورت کو اس ذمہ داری کو آسانی

[1] الاحزاب:33

سے نبھانے کے لیے تمام ضروری سہولیات فراہم کی ہیں۔

مرد کی اطاعت اور گھر کے سکون کی ضمانت:

اسلام نے مرد کو خاندان کا سربراہ بنایا ہے، تاکہ وہ فیصلہ سازی میں رہنمائی کرے اور گھر کا نظام چلائے۔ اس لیے عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ شوہر کی جائز باتوں میں اطاعت کرے اور اس کے اعتماد کو مضبوط کرے۔ اس اطاعت کا مقصد شوہر کے حکم کو پورا کرنا نہیں بلکہ گھر کے سکون اور اتحاد کو برقرار رکھنا ہے۔

معاشرتی استحکام:

جب عورت اپنی ذمہ داری کو سمجھتی ہے اور اپنے گھر کو سنبھالتی ہے تو وہ ایک ایسا ماحول پیدا کرتی ہے جہاں محبت، امن، اور اعتماد قائم رہتا ہے۔ یہ گھر کے تمام افراد کی فلاح کا باعث بنتا ہے اور معاشرے کو ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔

عورت کے گھر داری کے کردار کے فوائد

خواتین اگر گھر پر رہیں اور گھر کی ذمہ داریوں کو سنبھالیں تو درج ذیل فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

بچوں کی مثالی تربیت:

ایک ماں ہی بچوں کی ابتدائی معلمہ ہے۔ وہ نہ صرف ان کی جسمانی ضروریات پوری کرتی ہے بلکہ ان کی شخصیت کی تعمیر، دینی تعلیم، اور اخلاقی تربیت بھی کرتی ہے۔

شوہر کا سکون:

ایک عورت کا اپنے گھر اور شوہر کی ضروریات کا خیال رکھنا اس کے شوہر کے لیے سکون اور اعتماد کا ذریعہ بنتا ہے، جو اس کے کام اور ذمہ داریوں میں بہتر کارکردگی کی بنیاد بنتا ہے۔

معاشرتی اصلاح:

ایک عورت جب اپنی گھریلو ذمہ داری کو احسن طریقے سے انجام دیتی ہے تو وہ نہ صرف ایک مثالی خاندان کی تشکیل میں حصہ لیتی ہے بلکہ معاشرتی برائیوں کے خاتمے کا بھی ذریعہ بنتی ہے۔

اسلام عورت کی گھریلو ذمہ داری کو اس کی فطرت اور صلاحیتوں کے عین مطابق قرار دیتا ہے۔ یہ ذمہ داری اس کے لیے کسی بوجھ کے بجائے عزت اور عظمت کی علامت ہے۔ عورت کا گھر کو سنبھالنا نہ صرف اس کے خاندان بلکہ پورے معاشرے کی بھلائی کا سبب بنتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے مرد کو قوام بنایا اور عورت کو گھریلو سکون اور تربیت کی ضامن قرار دیا۔ یہ تقسیم نہ صرف ایک متوازن معاشرتی نظام کی تشکیل کرتی ہے بلکہ دنیا اور آخرت میں کامیابی کی ضمانت بھی فراہم کرتی ہے۔

مرد وزن کے اختلاط سے گریز

اسلام نے مرد و زن کے اختلاط کے حوالے سے واضح حدود قائم کیے ہیں تاکہ معاشرتی اخلاقیات، عفت، اور حیا کی

حفاظت کی جا سکے۔ سورت الاحزاب میں اللہ نے خواتین کو اپنے گھروں میں سکونت اختیار کرنے اور غیر ضروری طور پر زینت کا اظہار نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس آیت میں عورت کے کردار اور اس کی عزت و عصمت کی حفاظت کے اصول بیان کیے گئے ہیں۔ اسلام چاہتا ہے کہ خواتین ایسے کام یا پیشے اختیار کریں جن میں غیر محرم مردوں کے ساتھ غیر ضروری میل جول نہ ہو اور ان کا ماحول ان کے دین و اخلاق کے مطابق ہو۔

تاہم، بعض اوقات خواتین کو معاشی یا خاندانی ضروریات کی وجہ سے ایسے شعبوں میں کام کرنا پڑ سکتا ہے جہاں مرد و زن کا اختلاط ہو۔ ایسی صورتحال میں خواتین کے لیے چند اہم اصول ہیں جن پر عمل کرتے ہوئے وہ اپنی عزت و وقار اور دینی حدود کو برقرار رکھ سکتی ہیں:

لباس کی حیاداری:

کام کی جگہ پر خواتین کو ایسا لباس پہننا چاہیے جو مکمل طور پر پردے کے تقاضوں کو پورا کرے، یعنی ڈھیلا، غیر شفاف، اور غیر جاذب نظر ہو۔

نگاہوں کی حفاظت:

خواتین کو اپنی نظریں نیچی رکھنے اور غیر محرم مردوں سے آنکھوں کا غیر ضروری رابطہ نہ کرنے کی سختی سے ہدایت دی گئی ہے۔

رابطے کی حدبندی:

کام کے دوران مردوں کے ساتھ صرف ضروری اور پروفیشنل رابطہ رکھنا چاہیے اور غیر ضروری بات چیت یا دوستانہ تعلقات سے گریز کرنا چاہیے۔

محفوظ ماحول کا انتخاب:

ایسی جگہوں پر کام کرنے کی کوشش کریں جہاں ماحول مہذب اور اسلامی اصولوں کے قریب ہو، اور اگر ممکن ہو تو خواتین کے لیے مخصوص جگہیں منتخب کریں۔

اخلاقیات کی پاسداری:

کام کی جگہ پر عورت کو اپنے کردار اور رویے میں حیا، شائستگی، اور اسلامی اخلاقیات کو ہمیشہ مد نظر رکھنا چاہیے، تاکہ وہ اپنی عزت و وقار کو برقرار رکھ سکے۔

اسلام خواتین کو ان کے فطری رجحانات اور ذمہ داریوں کے مطابق ایسے شعبوں میں کام کرنے کی ترغیب دیتا ہے جو معاشرتی فلاح و بہبود میں معاون ہوں۔ ان شعبوں میں تعلیم، طب، سماجی بہبود، اور دینی تعلیمات کی ترویج شامل ہیں۔ یہ نہ صرف خواتین کے لیے موزوں ہیں بلکہ ان کے ذریعے امت مسلمہ کو بھی بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

تعلیم کا شعبہ خواتین کے لیے انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ خواتین ٹیچرز، پروفیسرز، اور محققین کے طور پر نہ صرف اپنی تعلیم کا فائدہ اٹھا سکتی ہیں بلکہ دیگر خواتین کو بھی علم کی روشنی فراہم کر سکتی ہیں۔ ان کے ذریعے نئی نسل کو بہتر تعلیمی اور اخلاقی تربیت دی جا سکتی ہے، جو معاشرے کی مضبوطی کی بنیاد بنتی ہے۔

طب اور صحت عامہ کا شعبہ بھی خواتین کے لیے نہایت موزوں ہے۔ خواتین کا ڈاکٹر یا نرس کے طور پر کام کرنا ضروری ہے، خاص طور پر ان معاملات میں جہاں خواتین مریضوں کو اپنی صحت کے مسائل مرد ڈاکٹروں سے بیان کرنے میں دقت محسوس ہو۔ اس شعبے میں خواتین ڈاکٹروں اور نرسز کی موجودگی نہ صرف مریضوں کے علاج کو بہتر بناتی ہے بلکہ معاشرتی ضروریات کو بھی پورا کرتی ہے۔

سماجی بہبود کے میدان میں خواتین ایک نمایاں کردار ادا کر سکتی ہیں۔ یتیموں کی کفالت، خواتین کے حقوق کی حفاظت، اور فلاحی تنظیموں میں کام کرنے کے ذریعے وہ معاشرے کے پسماندہ طبقات کی مدد کر سکتی ہیں۔ ان کے ذریعے انسانی ہمدردی اور خدمت کا جذبہ فروغ پاتا ہے، جو اسلامی تعلیمات کا ایک اہم پہلو ہے۔

دینی تعلیمات کی ترویج کے میدان میں بھی خواتین کا کردار انتہائی اہم ہے۔ امہات المؤمنین، خاص طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، کی زندگی اس بات کی مثال ہے کہ خواتین دینی معاملات میں رہنمائی کر سکتی ہیں۔ وہ ایک بہترین معلمہ تھیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان سے علم حاصل کرتے تھے۔ آج کی خواتین ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دینی تعلیم کو عام کر سکتی ہیں اور نئی نسل کو اسلام کے حقیقی پیغام سے روشناس کروا سکتی ہیں۔

اسلامی تاریخ میں خواتین کی پروفیشنل خدمات کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک کامیاب تاجرہ تھیں۔ ان کی تجارت دیانت اور اخلاقیات پر مبنی تھی اور ان کا کردار خواتین کے لیے ایک مثالی رہنما ہے کہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے کاروبار کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا ایک ماہر طبیبہ تھیں اور جنگ کے دوران زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔ ان کی خدمات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ خواتین طب کے شعبے میں نمایاں کردار ادا کر سکتی ہیں۔

امہات المؤمنین، خاص طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، نے دینی تعلیمات کو عام کرنے میں جو کردار ادا کیا وہ آج کی خواتین کے لیے مشعل راہ ہے۔ ان کی علمی اور تعلیمی خدمات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ خواتین دینی علم کے میدان میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکتی ہیں اور امت کی رہنمائی میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔

اسلام خواتین کو ان کی صلاحیتوں کے مطابق کردار ادا کرنے کی مکمل اجازت دیتا ہے، بشرطیکہ وہ اسلامی اصولوں اور حدود کا احترام کریں۔ یہ شعبے نہ صرف ان کے لیے موزوں ہیں بلکہ ان کی خدمات سے معاشرے کو فائدہ پہنچتا ہے، جو دنیا اور آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنتا ہے۔

اسلام میں مشکلات کا سامنا اور ماضی کی تلخیوں سے نجات کے طریقے

بعض خواتین ماضی کی تلخ تجربات اور تکلیف دہ حالات کے باعث شادی سے گریزاں ہوتی ہیں۔ یہ گریز عمومی طور پر ان جذباتی اور نفسیاتی زخموں کا نتیجہ ہوتا ہے جو وہ اپنی زندگی کے کسی نہ کسی مرحلے پر سہہ چکی ہوتی ہیں۔ بدسلوکی، بے اعتمادی، یا کسی ناکام تعلق کے اثرات ان کے دل و دماغ پر گہرے نقوش چھوڑ سکتے ہیں، جس کے نتیجے میں وہ دوبارہ ایسی کسی صورت حال کا سامنا کرنے سے خوفزدہ رہتی ہیں۔ معاشرتی دباؤ، ماضی کی غلطیوں کا بوجھ، یا یہ احساس کہ شاید وہ کسی کے ساتھ خوشی سے زندگی گزارنے کے قابل نہیں، بھی ان کی شادی سے گریز کی وجوہات میں شامل ہو سکتا ہے۔

ایسے حالات میں بعض خواتین اپنی زندگی کے خوبصورت پہلوؤں کو نظرانداز کرتے ہوئے خود کو ایک دائرے میں قید کر لیتی ہیں۔ وہ یہ سوچنے لگتی ہیں کہ شادی کا مطلب صرف مزید مشکلات اور تکالیف ہے، اور یوں وہ اپنی ذات کے لیے بہتر مواقع کو نظرانداز کر دیتی ہیں۔ ماضی کی تلخیوں کو حال اور مستقبل پر اثرانداز ہونے دینا در اصل خود کے ساتھ ایک قسم کی ناانصافی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا، إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾[1]

"یقیناً ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے، بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔"

یہ آیت ہمیں یہ سمجھاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو کسی پریشانی میں ہمیشہ کے لیے مبتلا نہیں رکھتا، بلکہ ہر آزمائش کے ساتھ آسانی اور راحت کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ یہ الفاظ اللہ کی رحمت اور حکمت کی یاد دہانی کراتے ہیں کہ مشکلات کے بعد سکون اور خوشحالی آتی ہے۔ سابقہ زندگی کی تلخیاں اور تکالیف، چاہے کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں، ہمیشہ کے لیے نہیں ہوتیں۔ انسان کو چاہیے کہ وہ ان سے سبق سیکھے اور اللہ پر بھروسہ رکھ کر نئی شروعات کرے۔

اسلام میں شادی کو ایک مقدس بندھن قرار دیا گیا ہے جو سکون، محبت، اور رحمت کا ذریعہ بنتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾[2]

"اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان کے ساتھ سکون پا سکو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔"

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ شادی زندگی میں ایک نیا باب کھولتی ہے، جہاں محبت، سکون، اور باہمی احترام کا ماحول ہوتا ہے۔ ماضی کے تجربات کو حال پر غالب نہ آنے دینا اور ان کی بنیاد پر زندگی کے خوبصورت پہلوؤں کو ٹھکرانا در اصل خود سے ناانصافی کے مترادف ہے۔

4. معاشی مسائل اور مالی عدم استحکام: اسلام میں قناعت اور رزق کے برکت کی تعلیم

---

[1] الشرح:5-6

[2] الروم:21

معاشی مسائل اور مالی عدم استحکام کے حوالے سے اسلام نے قناعت اور برکت کے تصور کو نہایت اہمیت دی ہے۔ دنیاوی معاملات میں مالی مشکلات اور محدود وسائل اکثر افراد کو شادی جیسے مقدس فریضے سے گریز پر مجبور کر دیتے ہیں، لیکن اسلامی تعلیمات ان مسائل کا حل سادگی اور اللہ پر توکل کے ذریعے فراہم کرتی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا﴾[1]

"روئے زمین پر کوئی بھی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ نے اپنے ذمے نہ لے رکھا ہو۔"

یہ آیت اس بات کی ضمانت دیتی ہے کہ اللہ ہر جاندار کی روزی کا انتظام فرماتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے وسائل کو اپنی ذمہ داریوں کی راہ میں رکاوٹ نہ بننے دے، بلکہ اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ کرے۔ شادی کے لیے رزق کی کمی کو بہانہ بنانے کی بجائے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ شادی بذات خود برکت کا سبب ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللَّهِ عَوْنُهُمْ: النَّاكِحُ الَّذِي يُرِيدُ الْعَفَافَ، وَالْمُكَاتَبُ الَّذِي يُرِيدُ الْأَدَاءَ، وَالْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾[2]

"تین قسم کے لوگوں کی مدد کرنا اللہ کے ذمے ہے: وہ شخص جو عفت و پاکدامنی کے لیے نکاح کرے، وہ غلام جو اپنی آزادی کے لیے مکاتبت کا معاہدہ کرے، اور وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد میں مشغول ہو۔"

شریعت نے نکاح کو سادگی سے انجام دینے اور فضول خرچی سے اجتناب کرنے کی تاکید کی ہے۔ قرآن مجید میں اسراف سے منع کیا گیا ہے اور فضول خرچ کو شیطان کا ساتھی کہا گیا ہے۔ موجودہ زمانے میں ہمارے معاشرے میں شادی کے مواقع پر بے جا اخراجات اور غیر ضروری رسم و رواج کو بہت برا سمجھا جاتا ہے۔ یہی فضول خرچیاں غریب والدین کو اپنے بچوں کے نکاح میں رکاوٹ ڈالتی ہیں، اور اکثر وہ قرض لے کر شادیاں کرتے ہیں، جسے چکانے میں ان کی پوری زندگی گزر جاتی ہے۔ یہ تمام غیر ضروری رسومات ترک کرنا ضروری ہے۔

پیارے حضور ﷺ نے فرمایا:

"نکاحوں میں بابرکت وہی ہے جس میں زیادہ خرچہ نہ ہو۔"

اسلامی شریعت کے مطابق نکاح میں صرف مہر کی ادائیگی ضروری ہے، اور مہر کو اتنا ہی رکھا جائے کہ ادا کرنا سہل ہو۔ اگر کوئی شخص ولیمہ کرنے کی استطاعت رکھتا ہو تو مسنون ولیمہ کرنا سنت ہے۔

شادی میں بلاوجہ تاخیر کرنا یا فضول خرچ جمع کرنے کے لیے شادی موخر کرنا درست نہیں۔

---

[1] هود:6

[2] ترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، باب ما جاء في المجاهد والناكح والمكاتب وعون الله إياهم، ج:3، ص:236، ح:1655(قال الالبانی حسن)

قرآن کریم میں فرمایا گیا:

﴿وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ. ﴾[1]

﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ﴾[2]

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

﴿(وعن عائشة) رضي الله عنها (قالت: «قال النبي ﷺ الله عليه وسلم: إن أعظم النكاح بركة») أي: أفراده وأنواعه (أيسره) أي: أقله أو أسهله (مؤنة) أي: من المهر والنفقة للدلالة على القناعة التي هي كنز لا ينفد ولا يفنى. (رواهما البيهقي في شعب الإيمان). ﴾[3]

سنن ابن ماجہ میں ہے:

﴿" لا تغالوا صداق النساء، فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا، أو تقوى عند الله، كان أولاكم وأحقكم بها محمد ﷺ، ما أصدق امرأة من نسائه، ولا أصدقت امرأة من بناته أكثر من اثنتي عشرة أوقية، وإن الرجل ليثقل صدقة امرأته حتى يكون لها عداوة في نفسه، ويقول: قد كلفت إليك علق القربة، أو عرق القربة " وكنت رجلا عربيا مولدا، ما أدري ما علق القربة، أو عرق القربة. ﴾[4]

معاشی مسائل کو کم کرنے کے لیے اسلامی تعلیمات میں رزق کے لیے دعا اور محنت کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ پر بھروسہ، قناعت، اور رزق کی برکت کے لیے دعا انسان کے دل سے خوف اور وسوسے کو ختم کرتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾5

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إ وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴾

"اور تم میں سے جو غیر شادی شدہ ہوں، اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو صالح ہوں، ان کے نکاح کا انتظام کرو۔ اگر وہ تنگدست ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں خوشحال کر دے گا۔ بے شک اللہ بڑی وسعت والا اور ہر چیز کو جاننے والا ہے۔"

لہذا، معاشی مسائل اور مالی عدم استحکام کو شادی میں رکاوٹ بنانے کے بجائے اللہ پر توکل اور سادگی کو اپنانا چاہیے۔ یہ رویہ نہ صرف شادی کو آسان بناتا ہے بلکہ دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔ شادی کو ایک مقدس

---

[1] الاعراف:31

[2] الاسراء:27

[3] القاري، علي بن محمد، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،دار الفكر، بيروت - لبنان، الطبعة الأولى، 1422هـ - 2002م۔ كتاب النكاح، ج:5، ص:2049

[4] ابن ماجه، محمد بن يزيد القزويني، السنن : كتاب النكاح، ج 1، ص 607۔(صحيح قال الالبانی)

[5] الشرح:6

فریضہ سمجھتے ہوئے، اللہ کی مدد اور برکت پر یقین رکھنا ہی اصل کامیابی ہے۔

نامناسب یا غیر موزوں رشتے: اسلامی معیار کے مطابق رشتوں کی تلاش

نامناسب یا غیر موزوں رشتے اکثر افراد کے لیے شادی میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ بعض اوقات خاندان یا معاشرتی دباؤ کے باعث ایسے رشتے قبول کرنے کا دباؤ ہوتا ہے جو اسلامی معیار یا فرد کی ذاتی پسند کے مطابق نہیں ہوتے۔ ایسے حالات میں اسلامی تعلیمات ہمیں رہنمائی فراہم کرتی ہیں کہ رشتے کے انتخاب میں کن اصولوں کو مدنظر رکھا جائے اور اس معاملے کو کس طرح نبھایا جائے۔

اسلام میں شادی کا مقصد نہ صرف جسمانی اور جذباتی سکون حاصل کرنا ہے بلکہ دین کی تکمیل اور معاشرتی استحکام بھی ہے۔

پیارے حضور ﷺ نے بھی شادی کے لیے موزوں رشتہ منتخب کرنے کے اصول بیان فرمائے ہیں:

﴿ تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ ﴾[1]

"عورت سے نکاح کرنے کے لیے چار باتوں کو بنیاد بنایا جاتا ہے: اس کی دولت، اس کا خاندان، اس کی خوبصورتی، اور اس کا دین۔ لہٰذا، دیندار عورت کو ترجیح دو، یہی تمہارے لیے بہتر ہوگا، ورنہ تم نقصان اٹھاؤ گے۔"

معلوم ہوا کہ رشتے کے انتخاب میں دین کو فوقیت دی جائے۔ دنیاوی ظاہری معیار وقتی خوشی تو دے سکتے ہیں، لیکن طویل مدتی سکون اور کامیابی دین داری سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

اسی طرح، مرد کے لیے بھی پیارے حضور ﷺ نے نصیحت کی ہے کہ وہ اپنے کردار اور دین داری کی بنیاد پر منتخب کیا جائے:

﴿ «إذا أتاكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه، إلا تفعلوا تكن فتنة في الأرض وفساد عريض» ﴾[2]

"جب کوئی ایسا شخص رشتہ لے کر آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم مطمئن ہو، تو اس سے نکاح کر دو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے، تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد پھیل جائے گا۔"

اسلامی معیار کے مطابق، رشتے کے انتخاب میں درج ذیل امور کو ترجیح دینی چاہیے:

1. **دین داری:** رشتہ منتخب کرتے وقت دین داری کو اولین حیثیت دی جائے، کیونکہ دین دار شریک حیات نہ صرف دینی ماحول پیدا کرے گا بلکہ خاندان کو بھی اچھی تربیت دے گا۔

2. **اخلاق و کردار:** نیک اخلاق اور اچھا کردار ایک کامیاب ازدواجی زندگی کی بنیاد ہے۔

3. **برابری اور ہم آہنگی:** رشتے میں فکری، سماجی، اور دینی ہم آہنگی ضروری ہے تاکہ دونوں افراد ایک

---

[1] النيسابوري، مسلم بن الحجاج ، الصحيح، باب استحباب النكاح، ج 2، ص 1066، رقم الحديث: 1466

[2] الطبراني، سليمان بن أحمد. المعجم الأوسط ، دار الحرمين - القاهرة، ج 1، ص 141، رقم الحديث: 446(قال الالبانی حسن)

دوسرے کو بہتر طور پر سمجھ سکیں۔

4. **مشورہ اور دعا:** رشتے کے انتخاب میں اہلِ علم یا اہلِ خانہ سے مشورہ اور استخارہ کے ذریعے اللہ کی رہنمائی حاصل کرنا مفید ہے۔

نامناسب رشتے کو صرف دباؤ یا مجبوری کی بنیاد پر قبول کرنا، عموماً زندگی میں مشکلات اور ناپسندیدگی کا سبب بنتا ہے۔ اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ شادی جیسے اہم فیصلے کو نیک نیتی، دینی اصولوں، اور دور اندیشی کے ساتھ کرنا چاہیے۔ ایسے فیصلے جو صرف وقتی حالات یا ظاہری دنیاوی وجوہات پر مبنی ہوں، طویل مدتی سکون اور خوشی فراہم نہیں کر سکتے۔

لہٰذا، رشتے کے انتخاب میں اسلامی معیار کو مد نظر رکھتے ہوئے، دین داری، اخلاق، اور ہم آہنگی کو ترجیح دینا ضروری ہے۔ یہ اصول نہ صرف شادی کے بندھن کو مضبوط بناتے ہیں بلکہ دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔

خاندانی توقعات اور روایات کا بوجھ: اسلامی تعلیمات میں اعتدال اور انصاف پسندی

پاکستانی معاشرت میں شادی کو محض دو افراد کے درمیان رشتہ قرار نہیں دیا جاتا، بلکہ یہ دو خاندانوں کے درمیان تعلقات قائم کرنے کا اہم ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ تاہم، اس دوران دونوں خاندانوں کی مختلف توقعات، روایات، اور مالی مطالبات اکثر اوقات تنازعات اور مشکلات کو جنم دیتے ہیں۔ لڑکی کے خاندان کی جانب سے توقع کی جاتی ہے کہ لڑکا مالی طور پر مستحکم ہو، جبکہ لڑکے کے خاندان کی توقع ہوتی ہے کہ لڑکی کا خاندان بھاری جہیز اور قیمتی تحائف پیش کرے۔ یہ سماجی توقعات، جو جنوبی ایشیا خصوصاً پاکستان میں عام ہیں، شادی کو ایک مشکل اور مہنگا عمل بنا دیتی ہیں۔

خاندانی توقعات اور ان کے اثرات

لڑکی کے خاندان کے لیے یہ ایک اہم امر ہوتا ہے کہ لڑکا مالی طور پر مضبوط ہو تاکہ وہ اپنی بیوی کو ایک محفوظ اور آرام دہ زندگی فراہم کر سکے۔ ان توقعات کے پیچھے اکثر سماجی تحفظ، عزت، اور مستقبل کی فکر کارفرما ہوتی ہے۔ دوسری طرف، لڑکے کے خاندان کی توقعات مادی فوائد پر مبنی ہوتی ہیں، جن میں بھاری جہیز، مہنگے تحائف، اور شادی کے اخراجات میں مدد شامل ہے۔ یہ رویے سماجی رسم و رواج کے تحت مضبوطی سے جڑ پکڑ چکے ہیں اور لڑکی کے خاندان پر غیر ضروری مالی دباؤ ڈالنے کا باعث بنتے ہیں۔ ان رویوں کے نتیجے میں شادیوں میں غیر ضروری تاخیر، خاندانوں کے درمیان کشیدگی، اور بعض اوقات رشتوں کا ٹوٹ جانا جیسی مشکلات پیش آتی ہیں۔

اسلامی تعلیمات میں شادی کے اصول

اسلام نے شادی کو ایک مقدس معاہدہ اور عبادت قرار دیا ہے اور اسے آسان اور سادہ بنانے کی تعلیم دی ہے۔ پیارے حضور ﷺ نے فرمایا:

"نکاحوں میں سب سے برکت والا وہی ہے جس میں خرچ زیادہ نہ کیا گیا ہو۔"[1]

اسلام میں شادی کے حوالے سے مہر کا ذکر کیا گیا ہے، جو عورت کا حق ہے، لیکن اسے اتنا زیادہ مقرر نہ کیا جائے کہ ادا کرنا مشکل ہو۔ جناب عمر رض نے فرمایا:

﴿ لا تغالوا صداق النساء، فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا، او تقوى عند الله، كان اولاكم واحقكم بها محمد ﷺ ﴾[2]

"عورتوں کے مہر میں حد سے زیادہ اضافہ نہ کرو، کیونکہ اگر مہر کی زیادتی دنیا میں عزت یا اللہ کے نزدیک تقویٰ کی علامت ہوتی، تو رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کے لیے بلند مہر مقرر فرماتے۔"

﴿عن عبد الله بن عمرو ، قال: قال رسول الله ﷺ:" لا تزوجوا النساء لحسنهن، فعسى حسنهن ان يرديهن، ولا تزوجوهن لاموالهن، فعسى اموالهن ان تطغيهن، ولكن تزوجوهن على الدين، ولامة خرماء سوداء ذات دين افضل"﴾[3]

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "عورت سے شادی کرتے وقت صرف اس کی خوبصورتی کو نہ دیکھو، کیونکہ حسن و جمال اس کے لیے باعثِ ہلاکت ہو سکتا ہے، اور نہ ہی اس کے مال و دولت کو بنیاد بناؤ، کیونکہ دولت اسے تکبر میں مبتلا کر سکتی ہے۔ بلکہ شادی کے لیے دین داری کو ترجیح دو، کیونکہ دینداری سب سے اہم صفت ہے۔ ایک دیندار اور نیک عورت، چاہے وہ معمولی حیثیت کی ہی کیوں نہ ہو، بہتر انتخاب ہے۔"

اسلام میں جہیز یا بھاری تحائف کا کوئی تصور نہیں ہے۔ پیارے حضور ﷺ نے شادی کے معاملات کو آسان بنانے کی۔

سادگی اور فضول خرچی سے اجتناب

قرآن مجید میں فضول خرچی کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا گیا:

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴾[4]

"اور کھاؤ، پیو، اور فضول خرچی نہ کرو۔ بے شک اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

---

[1] القاري، علي بن محمد، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،دار الفكر، بيروت - لبنان، الطبعة الأولى، 1422هـ - 2002م۔ كتاب النكاح، ج:5، ص:2049(سنده ضعيف ، رواه البيهقى فى شعب الايمان (4544 ، و السنن الكبرى 7 / 235) [و احمد (4 / 12582) و صححه الحاكم على شرط مسلم (2 / 178) و وافقه الذهبى ، فيه ابن سخبرة اختلفوا فى تعينه فالسند ضعيف و يغنى عنه حديث احمد (4 / 77) و ابن حبان (الموارد : 1254) و الحاكم (2 / 181) و غيرهم بلفظ :" ان من يمن المراة تيسير خطبتها و تيسير صداقها و تيسير رحمها " و سنده حسن)

[2] سنن الترمذى/النكاح (1114)(صححه البانى)

[3] ابن ماجه، محمد بن عيسىٰ، **السنن**، باب تزويج ذوات الدين، رقم الحديث:1859(ضعفه البانى)

[4] الأعراف: 31

اور مزید فرمایا:

﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ﴾[1]

"اسراف کرنے والے شیطان کے بھائیوں میں سے ہیں۔"

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ شادی کے معاملات میں سادگی اور اعتدال اختیار کرنا اسلامی تعلیمات کا اہم حصہ ہے۔ بھاری اخراجات اور غیر ضروری رسومات کو ترک کرنا ایک اسلامی فریضہ ہے، کیونکہ یہ نہ صرف مالی بوجھ کا سبب بنتی ہیں بلکہ سماجی ناہمواریوں کو بھی جنم دیتی ہیں۔

معاشرتی رویوں میں اصلاح کی ضرورت

اسلامی تعلیمات کے برعکس، پاکستانی معاشرت میں شادی کو سماجی حیثیت کا مظاہرہ سمجھا جاتا ہے۔ مہنگی تقاریب، غیر ضروری رسومات، اور مادی تقاضے شادی کے اصل مقصد کو متاثر کرتے ہیں۔ ان رویوں میں تبدیلی لانے کے لیے درج ذیل اقدامات ضروری ہیں:

تعلیم اور شعور:

معاشرے میں اسلامی تعلیمات کے مطابق شادی کی سادگی اور برکت کا شعور اجاگر کرنا ضروری ہے تاکہ لوگ سماجی دباؤ اور غیر ضروری اخراجات سے بچ سکیں۔

غیر ضروری رسومات کا خاتمہ:

شادیوں میں موجود غیر شرعی رسوم و رواج، جیسے بھاری جہیز اور مہنگے تحائف، کو ترک کرنا چاہیے اسلام کے مطابق سب سے زیادہ بابرکت نکاح آسان اور کم خرچ بنایا گیا ہے۔

سماجی دباؤ کو ختم کرنا:

خاندانوں کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے پر مادی توقعات نہ رکھیں اور شادی کے معاملات کو آسان اور برکت والا بنائیں۔

مشاورت اور نرمی:

والدین اور بچوں کے درمیان شادی کے حوالے سے کھلی مشاورت ہونی چاہیے تاکہ دونوں فریق ایک دوسرے کی توقعات کو سمجھ سکیں اور معاملات میں نرمی اور محبت کا پہلو اپنائیں۔

اسلام نے شادی کے معاملات کو آسان اور سادہ رکھنے کی تعلیم دی ہے تاکہ یہ دو خاندانوں کے درمیان محبت اور رحمت کا سبب بنے، نہ کہ تناؤ اور مشکلات کا۔ پاکستانی ثقافت میں موجود خاندانی توقعات اور غیر ضروری رسومات

---

[1] الإسراء: 27

اسلامی تعلیمات کے برعکس ہیں اور انہیں ترک کرنا ایک اہم سماجی ضرورت ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں شادی کو سادگی اور اعتدال کے اصولوں پر استوار کر کے نہ صرف فرد کی زندگی کو آسان بنایا جا سکتا ہے بلکہ معاشرتی ہم آہنگی کو بھی فروغ دیا جا سکتا ہے۔ یہ وقت کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی روایات کو اسلام کے حقیقی پیغام کے مطابق ڈھالیں اور شادی کو ایک بابرکت اور خوشی کا ذریعہ بنائیں، نہ کہ بوجھ اور دباؤ کا۔

اسلام نے شادی کے بنیادی اصولوں کو سادگی اور برکت پر مبنی رکھا، جہاں مہر کو عورت کا حق قرار دیا اور فضول خرچی یا غیر ضروری رسومات کی سختی سے حوصلہ شکنی کی۔ جہیز اور دیگر سماجی رسومات، جو آج کل شادی کا لازمی حصہ سمجھی جاتی ہیں، اسلامی تعلیمات میں ان کی کوئی بنیاد نہیں۔ یہ رسومات نہ صرف مالی دباؤ کا سبب بنتی ہیں بلکہ سماجی ناہمواریوں کو بھی جنم دیتی ہیں، خاص طور پر غریب خاندانوں کے لیے۔

اسلامی معاشرت میں ان غیر ضروری رسم ورواج کا خاتمہ وقت کی ضرورت ہے تاکہ شادی کو آسان اور سادہ بنایا جا سکے۔ پیارے حضور ﷺ کی سنت کے مطابق، شادی کے معاملات کو آسان بنانا دو خاندانوں کے درمیان محبت اور ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ والدین اور معاشرے کو چاہیے کہ وہ ان رسومات کو ترک کریں اور اسلامی اصولوں کو اپنائیں، جن میں شادی کا مقصد صرف اللہ کی رضا اور خاندانوں کے درمیان محبت کا فروغ ہو۔ اگر ہم جہیز اور دیگر غیر ضروری اخراجات کو ختم کریں تو نہ صرف شادی کے معاملات میں آسانی پیدا ہو گی بلکہ غریب اور متوسط طبقے کے لیے بھی ایک خوشحال معاشرت کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔

میڈیا اور معاشرتی میڈیا کا اثر: اسلامی اخلاقیات کی روشنی میں میڈیا کے اثرات کا جائزہ

میڈیا اور ڈراموں نے جدید دور میں رشتوں کو گلیمرائز کر کے معاشرے پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ فلموں، ڈراموں، اور سوشل میڈیا کے ذریعے محبت اور ازدواجی رشتوں کو غیر حقیقی طور پر پیش کیا جاتا ہے، جہاں یہ رشتے صرف ظاہری خوبصورتی، عیش و آرام، اور پرتعیش زندگی کے ارد گرد گھومتے نظر آتے ہیں۔ یہ کہانیاں اور کردار رشتوں کو ایک مثالی مگر غیر حقیقی انداز میں دکھاتے ہیں، جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ نوجوان نسل، خاص طور پر لڑکے اور لڑکیاں، ان ڈراموں میں دکھائے گئے سراب کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور حقیقی زندگی کے تعلقات سے غیر ضروری توقعات وابستہ کر لیتے ہیں۔ شادی کو محبت، احترام، اور ذمہ داری کی بنیاد کے بجائے ایک عیش و آرام کے منصوبے کے طور پر دیکھنے لگتے ہیں۔ اس گلیمرائزیشن کی وجہ سے لوگ رشتوں کی اصل حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہو جاتے ہیں اور جب یہ توقعات پوری نہیں ہوتیں تو نتیجہ مایوسی، تنازع، اور بعض اوقات طلاق کی صورت میں نکلتا ہے۔

ایسی صورتحال میں خواتین خاص طور پر ان گلیمرائزڈ آئیڈیل رشتوں کے اثرات کا گہرا شکار ہو جاتی ہیں اور حقیقی زندگی میں اسی طرح کے مثالی تعلقات کی تلاش میں وقت گزارتی ہیں۔ میڈیا اور ڈراموں میں دکھائے گئے شوہر

کے کردار، جو ہمیشہ خوبصورت، امیر، نرم مزاج، اور ہر خواہش کو پورا کرنے والے ہوتے ہیں، خواتین کے ذہن میں ایک غیر حقیقی معیار قائم کر دیتے ہیں۔ یہ رشتے حقیقی دنیا کے تعلقات سے دور ہوتے ہیں، جہاں عملی زندگی میں محبت، احترام، اور ذمہ داری کے ساتھ کئی چیلنجز اور قربانیاں بھی ہوتی ہیں۔ تاہم، ان آئیڈیل رشتوں کے اثرات کے تحت، خواتین حقیقی دنیا میں ملنے والے رشتوں کو کم تر سمجھنے لگتی ہیں اور ان کی خامیوں کو بڑھا چڑھا کر دیکھتی ہیں۔

جب انہیں ایسے رشتے نہیں ملتے جو ان کے ذہن میں بنائے گئے تصوراتی آئیڈیل کے مطابق ہوں، تو وہ شادی کے فیصلے سے گریزاں رہتی ہیں یا اسے غیر ضروری طور پر مؤخر کرتی ہیں۔ اس رویے کے نتیجے میں ان کی ذاتی زندگی میں نہ صرف جذباتی خلاء پیدا ہوتا ہے بلکہ یہ رویہ سماجی سطح پر شادی کے ادارے کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ بعض خواتین، میڈیا کے اثرات کی وجہ سے، یہ سوچنے لگتی ہیں کہ ان کے لیے مثالی رشتہ دستیاب نہ ہونے سے بہتر ہے کہ وہ غیر شادی شدہ رہیں۔ یہ سوچ انہیں ایک غیر ضروری تنہائی کی طرف دھکیل دیتی ہے، جو ان کی ذہنی اور جذباتی صحت کو متاثر کرتی ہے۔ مزید برآں، ایسی توقعات خواتین کو اس حقیقت سے غافل کر دیتی ہیں کہ ایک کامیاب ازدواجی زندگی محبت، اعتماد، ایثار، اور ذمہ داریوں کے اشتراک پر مبنی ہوتی ہے، نہ کہ صرف مادی وسائل یا ظاہری خوبصورتی پر۔ یہ رویہ رشتوں کی اصل حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے مایوسی اور تناؤ کو جنم دیتا ہے، جو انفرادی اور اجتماعی سطح پر ازدواجی زندگی کے توازن کو متاثر کرتا ہے۔

اسلامی تعلیمات رشتوں کے بارے میں ایک حقیقت پسندانہ اور متوازن نظریہ پیش کرتی ہیں، جہاں رشتے محبت، احترام، اور ذمہ داری پر مبنی ہوتے ہیں، نہ کہ ظاہری چمک دمک اور غیر حقیقی توقعات پر۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ شادی کا مقصد سکون، محبت، اور ایک دوسرے کے لیے رحمت کا جذبہ ہے، نہ کہ مادی توقعات یا ظاہری خوبصورتی۔

رشتے کی بنیاد: دین اور کردار

جیسے حدیث کا مفہوم ہے کہ چار چیزیں ہیں جو بنیاد بنتی ہیں کسی خاتون سے نکاح کی۔ ان میں سے ایک دینداری ہے اور تم اسی کو ترجیح دینا۔

یہ حدیث ازدواجی رشتے کی بنیاد کو واضح کرتی ہے۔ اسلام ظاہری چیزوں پر رشتوں کو قائم کرنے کے بجائے دین داری اور کردار کو ترجیح دینے کا حکم دیتا ہے۔ یہ تعلیم اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ حقیقی خوشی اور سکون وہی لوگ فراہم کر سکتے ہیں جو دین داری، تقویٰ، اور اخلاق کے حامل ہوں، نہ کہ وہ جو صرف مادی یا ظاہری خوبیوں کے مالک ہوں۔

اخلاقی اصول اور حسنِ سلوک:

اسلامی تعلیمات میں رشتوں کے استحکام کے لیے اچھے اخلاق کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ سب سے بہتر اس شخص کو قرار دیا گیا ہے جس کا سلوک اپنے اہل سے سب سے بہتر ہے۔

یہ حدیث اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ ازدواجی اور خاندانی رشتوں میں محبت اور حسن سلوک کو بنیادی اہمیت دی جانی چاہیے۔ شوہر اور بیوی کے درمیان محبت بھرے رویے، نرمی، اور ہمدردی پر مبنی تعلقات، رشتے کی مضبوطی کا سبب بنتے ہیں۔

سادگی اور اعتدال کا حکم:

اسلام رشتوں کو سادگی اور اعتدال پر استوار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ یہ تعلیمات رشتوں میں ظاہری چمک دمک، غیر ضروری رسومات، اور مادی توقعات سے اجتناب کرنے کا درس دیتی ہیں۔ سادگی اور اعتدال کے ذریعے شادی اور دیگر رشتوں کو بابرکت بنایا جاسکتا ہے۔

افواہوں اور غلط فہمیوں سے گریز:

اسلامی تعلیمات کے مطابق، رشتوں کو مضبوط رکھنے کے لیے افواہوں اور غلط فہمیوں سے بچنا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

(يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا) [1]

"اور اگر کوئی گناہگار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی اچھی طرح تحقیق کر لو"

یہ آیت ہمیں سکھاتی ہے کہ رشتوں میں بگاڑ پیدا کرنے والے عناصر، جیسے افواہیں اور جھوٹ، سے بچنا چاہیے اور ہر بات کی تحقیق کرنی چاہیے تاکہ کسی بھی قسم کی غلط فہمی سے بچا جاسکے۔

صبر اور قربانی:

رشتوں کی مضبوطی کے لیے صبر اور قربانی کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات ہمیں سکھاتی ہیں کہ رشتوں میں آنے والی مشکلات اور چیلنجز کو صبر اور حکمت سے حل کرنا چاہیے۔ یہ رویہ نہ صرف رشتے کو بچانے میں مددگار ہوتا ہے بلکہ دونوں افراد کے درمیان اعتماد اور محبت کو بھی بڑھاتا ہے۔

رشتوں کی روحانی بنیاد:

اسلامی نقطہ نظر سے، رشتے محض دنیاوی تعلقات نہیں بلکہ یہ ایک روحانی اور اخلاقی ذمہ داری ہیں۔ ہر رشتہ اللہ کے نزدیک ایک امانت ہے اور ہمیں ان امانتوں کو خوش اسلوبی سے نبھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

(إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا) [2]

"بے شک اللہ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اصل حق داروں کو لوٹاؤ۔"

یہ آیت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ رشتے اللہ کی دی ہوئی امانت ہیں اور ان میں انصاف، محبت، اور دیانتداری کا مظاہرہ کرنا

---

[1] الحجرات:6

[2] النساء:58

ہماری ذمہ داری ہے۔

اسلامی تعلیمات رشتوں کو ظاہری چمک دمک اور مادی توقعات سے آزاد کر کے حقیقی محبت، اعتماد، اور اخلاقیات پر مبنی بنانے کی تعلیم دیتی ہیں۔ یہ تعلیمات رشتوں میں سکون اور برکت کا ذریعہ ہیں اور ہمیں یاد دلاتی ہیں کہ حقیقی خوشی اور کامیابی دین داری، اخلاق، اور ایک دوسرے کے لیے ایثار و قربانی میں ہے۔ میڈیا اور سوشل میڈیا کے گلیمرائزڈ تصور کے برعکس، اسلام رشتوں کو حقیقت پسندانہ اور بامقصد بنانے کا راستہ دکھاتا ہے، جو نہ صرف انفرادی خوشی کا ذریعہ بنتا ہے بلکہ ایک خوشحال معاشرے کی بنیاد بھی فراہم کرتا ہے۔

اسلامی تعلیمات ہمیں یہ درس دیتی ہیں کہ رشتوں کو گلیمرائز کرنے کے بجائے حقیقت کے قریب رہ کر ان کی بنیاد محبت، اعتماد، اور ذمہ داری پر رکھی جائے۔ ہمیں میڈیا کے اثرات سے بچتے ہوئے اپنے گھریلو اور ازدواجی تعلقات کو اسلامی اصولوں کے مطابق استوار کرنا چاہیے۔ معاشرے کو چاہیے کہ وہ میڈیا کے منفی اثرات کے خلاف شعور پیدا کرے اور لوگوں کو حقیقی زندگی کی خوشیوں اور برکتوں کی جانب راغب کرے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے بچوں اور نوجوانوں کو یہ سکھائیں کہ رشتے ظاہری چمک دمک سے زیادہ دل کی خوبصورتی اور اعمال کی پاکیزگی پر مبنی ہوتے ہیں۔ اسلام نے ہمیں سادگی اور اعتدال کا راستہ دکھایا ہے، اور ہمیں اسی راستے پر چلتے ہوئے اپنے رشتوں کو مضبوط اور خوشحال بنانا چاہیے۔

دوستوں اور ارد گرد کے لوگوں کی رائے: اسلامی تعلیمات میں نیک صحبت اور رہنمائی کی اہمیت

دوستوں اور ارد گرد کے لوگوں کی رائے انسان کی زندگی پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔ وہ ہمارے فیصلوں، خیالات، اور طرز عمل کو متاثر کر سکتے ہیں، خاص طور پر ایسے معاملات میں جہاں جذباتی اور سماجی دباؤ شامل ہو۔ دوستوں کی رائے زندگی کے اہم فیصلوں، جیسے شادی، کیریئر، اور دیگر تعلقات میں بہت اثر انداز ہو سکتی ہے۔ اگر دوستوں اور ارد گرد کے لوگ مثبت، نیک، اور خیر خواہ ہوں، تو وہ انسان کو بہتر فیصلے کرنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ لیکن اگر یہ صحبت غیر ذمہ دار، مفاد پرست، یا منفی سوچ رکھنے والوں پر مشتمل ہو، تو یہ انسان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ ایسے لوگ نہ صرف غلط مشورے دے سکتے ہیں بلکہ غیر ضروری دباؤ بھی ڈال سکتے ہیں، جو فرد کے لیے مشکلات کا باعث بنتے ہیں۔

دوستوں اور ارد گرد کے لوگوں کی رائے خواتین کی زندگی کے اہم فیصلوں، خاص طور پر شادی کے حوالے سے، انتہائی گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ خواتین عموماً اپنی قریبی دوستوں اور معاشرتی حلقے میں موجود لوگوں کی آراء اور مشوروں کو اپنی سوچ اور ترجیحات کی بنیاد بناتی ہیں، جو ان کے فیصلوں پر مثبت یا منفی دونوں طرح سے اثر ڈال سکتے ہیں۔ آج کے دور میں، جہاں سوشل میڈیا اور سماجی دباؤ نے لوگوں کی زندگیوں کو مزید پیچیدہ بنا دیا ہے، خواتین اپنے ارد گرد موجود افراد کی باتوں اور خیالات سے بہت زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ دوستوں کی رائے یا

ارد گرد کے لوگ شادی کو ایک مشکل، دباؤ والا، اور بوجھل ذمہ داری کے طور پر پیش کرتے ہیں، جس میں غیر ضروری توقعات، مادی تقاضے، اور سماجی رسم و رواج شامل ہو جاتے ہیں۔ ایسی باتیں خواتین کو خوفزدہ کر دیتی ہیں اور وہ شادی کو ایک مثبت قدم کے بجائے ایک مشکل اور ناپسندیدہ عمل سمجھنے لگتی ہیں۔

کئی مرتبہ، ایسی صحبت خواتین کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہو جاتی ہے کہ شادی کے بغیر زندگی زیادہ آزاد، خود مختار، اور خوشحال ہو سکتی ہے۔ وہ یہ سوچنے لگتی ہیں کہ بغیر کسی ذمہ داری کے زندگی گزارنا بہتر ہے، جہاں انہیں کسی اور کے فیصلوں اور جذبات کا خیال نہ رکھنا پڑے۔ یہ خیالات انہیں شادی کے حقیقی مقصد اور اس کے فوائد، جیسے محبت، سکون، اور ایک مضبوط خاندانی نظام کی تعمیر، سے دور کر دیتے ہیں۔ نتیجتاً، وہ غیر ضروری طور پر شادی سے گریز کرتی ہیں یا اسے غیر معینہ مدت کے لیے مؤخر کر دیتی ہیں۔ ایسے رویے نہ صرف ان کی ذاتی زندگی میں خلل پیدا کرتے ہیں بلکہ معاشرتی توازن اور خاندانی نظام پر بھی منفی اثر ڈالتے ہیں۔ ان سب عوامل کا اثر یہ ہوتا ہے کہ خواتین زندگی کے ایک اہم پہلو کو محض ارد گرد کے لوگوں کی رائے اور سماجی دباؤ کی بنیاد پر ترک کر دیتی ہیں، جو ان کی ذہنی، جذباتی، اور روحانی صحت پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔

اسلامی تعلیمات میں نیک صحبت کی بہت زیادہ اہمیت بیان کی گئی ہے، کیونکہ ایک نیک دوست انسان کو اچھائی کی طرف راغب کرتا ہے اور اس کے لیے خیر اور بھلائی کا ذریعہ بنتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا﴾[1]

"پس تم ان لوگوں کے ساتھ رہو جو صبح و شام اپنے رب کو اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے پکارتے ہیں، اور اپنی نگاہیں ان سے نہ ہٹاؤ تاکہ دنیا کی زندگی کی زینت کے پیچھے لگ نہ جاؤ۔ اور ایسے شخص کی بات نہ مانو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہو، جو اپنی خواہشات کا غلام بن چکا ہو، اور جس کا معاملہ حد سے تجاوز کر چکا ہو۔"

یہ آیت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ انسان کو اپنی صحبت ان لوگوں میں سے چننی چاہیے جو نیک اور اللہ کے قریب ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے نیک اور برے ساتھی کی مثال دیتے ہوئے فرمایا: "نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال خوشبو والے اور لوہار کی بھٹی والے کی طرح ہے۔ خوشبو والا یا تمہیں خوشبو دے گا، یا تم اسے خرید لوگے، یا کم از کم تمہیں اس کی خوشبو محسوس ہوگی۔ جبکہ لوہار کی بھٹی یا تمہارے کپڑوں کو جلا دے گی یا تمہیں بدبو پہنچائے گی۔" یہ حدیث نیک صحبت کے اثرات کو بڑی خوبی کے ساتھ واضح کرتی ہے اور بری صحبت کے نقصانات کی نشاندہی کرتی ہے۔

نیک صحبت نہ صرف زندگی میں درست فیصلے کرنے میں مددگار ہوتی ہے بلکہ ایمان کی تقویت اور کردار سازی میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ایک نیک دوست وہ ہوتا ہے جو مصیبت کے وقت خیر خواہ بنے، بہترین مشورے

[1] الکہف:28

دے، اور برائی سے دور رہنے کی ترغیب دے۔ ایسی صحبت انسان کی زندگی میں برکت اور کامیابی کا ذریعہ بنتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿المرء على دين خليله فلينظر احدكم من يخالل﴾[1]

"آدمی اپنے خلیل (دوست) کے دین پر ہوتا ہے، پس تم میں سے کوئی دیکھے کہ وہ کس کو دوست بناتا ہے؟"

یہ حدیث ہمیں سکھاتی ہے کہ دوستوں کا ہماری زندگی پر بہت گہرا اثر ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ ہمارے دین اور کردار کو متاثر کرتے ہیں۔ اسلام ہمیں اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ ہم ایسی صحبت اختیار کریں جو ہمیں اللہ کی رضا کے قریب کرے اور اچھے اخلاق کی رہنمائی فراہم کرے۔ نیک لوگوں کے ساتھ رہنا دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کا ذریعہ بنتا ہے، جبکہ برے لوگوں کی سنگت نہ صرف دنیاوی نقصان پہنچا سکتی ہے بلکہ انسان کو اللہ کی نافرمانی کی طرف بھی مائل کر سکتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم ہر وقت اپنی صحبت پر نظر رکھیں اور یہ جانچیں کہ ہمارے ساتھی ہماری زندگی کو کس سمت میں لے جا رہے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق، نیک صحبت کے ساتھ ساتھ، مشورہ بھی ان لوگوں سے لینا چاہیے جو علم، دیانت داری، اور خیر خواہی میں ممتاز ہوں، تاکہ ہماری زندگی کے فیصلے درست اور کامیاب ہوں۔

شادی میں والدین اور خاندان کا کردار: اسلامی تعلیمات

اسلامی تعلیمات میں شادی ایک ایسا مقدس معاہدہ ہے جو نہ صرف دو افراد بلکہ دو خاندانوں کے درمیان محبت، قربت، اور معاشرتی استحکام کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس عمل میں والدین اور خاندان کا کردار مرکزی اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ وہ نہ صرف شریک حیات کے انتخاب میں رہنمائی کرتے ہیں بلکہ بچوں کو شادی کی ذمہ داریوں اور چیلنجز کے لیے تیار بھی کرتے ہیں۔ یہ کردار صرف رسمی مشورے تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے اس نئے مرحلے میں عملی رہنمائی، تربیت، اور حمایت پر مبنی ہوتا ہے۔

والدین کی ذمہ داری: رہنمائی اور تربیت

والدین کو چاہیے کہ اپنے بچوں کی ایسی تربیت کریں جو انہیں ازدواجی زندگی کے لیے ذہنی، جذباتی اور عملی طور پر تیار کرے۔ خاص طور پر بیٹیوں کو یہ سمجھانا ضروری ہے کہ وہ شادی کے بعد اپنے نئے گھر کو کیسے خوشحال بنائیں اور اپنے شریک حیات اور اس کے خاندان کے ساتھ اچھے تعلقات استوار کرنے کا ہنر سیکھیں۔ اور اپنی زندگی کو اسلامی اصولوں کے مطابق کیسے گزاریں۔ انہیں یہ بھی سمجھایا جائے کہ نئے گھر میں مختلف مزاج اور عادات کے لوگوں کے

[1] ابن راهويه، إسحاق بن إبراهيم، مسند إسحاق بن راهويه، مكتبة الإيمان - المدينة المنورة، الطبعة الأولى، 1412 هـ - 1991 م، ج 1، ص 352، رقم الحديث: 351(قالَ الترمذي: حديثٌ حسنٌ)

ساتھ رہنا ایک چیلنج ہو سکتا ہے، لیکن محبت، صبر، حکمت، اور ایثار کے ذریعے اس چیلنج کو موقع میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ والدین کو لڑکیوں کو یہ سکھانا چاہیے کہ گھر کی تنظیم، مالی معاملات، اور وقت کی منصوبہ بندی ایک کامیاب ازدواجی زندگی کا اہم حصہ ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ، انہیں اپنی خود اعتمادی اور شخصیت کو مضبوط بنانے پر بھی توجہ دینی چاہیے تاکہ وہ مشکل حالات کا سامنا کر سکیں۔

اسی طرح لڑکوں کو یہ سکھانا ضروری ہے کہ ازدواجی زندگی میں وہ اپنی بیوی کے لیے محبت، احترام، اور انصاف کے جذبات رکھیں اور اسے ایک برابر کا ساتھی سمجھیں۔ والدین کو لڑکوں کو اس بات کا شعور دینا چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کی عزت کریں، اس کی رائے کو اہمیت دیں، اور اس کے ساتھ وقت گزارنے کو ترجیح دیں۔ انہیں یہ بھی سکھانا چاہیے کہ وہ ازدواجی زندگی میں صبر، درگزر، اور شکر گزاری کا رویہ اپنائیں اور گھر کے معاملات میں بیوی کا ساتھ دیں۔ والدین کو اپنے بیٹوں کو یہ بھی سکھانا چاہیے کہ وہ اپنے سسرال کے ساتھ اچھے تعلقات رکھیں اور اپنی بیوی کو اپنے خاندان کے ساتھ ہم آہنگ ہونے میں مدد کریں۔

والدین کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ بچوں کو یہ باور کرائیں کہ ازدواجی زندگی ایک شراکت داری ہے، جہاں دونوں افراد کو برابر کی ذمہ داریوں اور حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ لڑکیوں اور لڑکوں کو یہ سکھانا ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کے جذبات اور ضروریات کو سمجھیں اور ان کے لیے محبت اور تعاون کا مظاہرہ کریں۔ اس تربیت کے ذریعے والدین نہ صرف اپنے بچوں کے لیے ایک خوشگوار ازدواجی زندگی کی بنیاد رکھ سکتے ہیں بلکہ ایک مضبوط اور مستحکم معاشرے کی تعمیر میں بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

شادی ایک نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے جس میں دو افراد کو مختلف ماحول، عادات، اور خیالات کو ہم آہنگ کرنا ہوتا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو اس بات کا شعور دیں کہ یہ تعلق قربانی، سمجھوتے، اور ایثار پر مبنی ہوتا ہے۔ لڑکیوں کو سکھایا جائے کہ وہ نئے گھر میں اپنے کردار کو کیسے نبھائیں اور شوہر کے خاندان کے ساتھ کیسے تعلقات مضبوط کریں۔ انہیں یہ بھی سمجھایا جائے کہ گھر کو سنوارنے میں محبت، نرمی، اور تعاون اہم عناصر ہیں۔

دوسری جانب، والدین کو لڑکوں کو اس بات کی تعلیم دینی چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے جذبات کا احترام کریں، اس کی ضروریات کو سمجھیں، اور ایک مضبوط اور خوشحال گھرانے کی بنیاد رکھنے میں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں۔ انہیں یہ بتایا جائے کہ بیوی کے لیے محبت اور عزت کا رویہ نہ صرف ایک اسلامی اصول ہے بلکہ اس سے ازدواجی زندگی میں سکون اور خوشحالی پیدا ہوتی ہے۔

مشاورت اور نئے رشتے کے لیے تیاری

شادی سے قبل والدین کو بچوں کے ساتھ مشاورت کرنی چاہیے تاکہ ان کی پسند اور ناپسند کو سمجھا جا سکے۔ یہ مشاورت نہ صرف بچوں کو اعتماد دیتی ہے بلکہ انہیں اس بات کا یقین بھی دلاتی ہے کہ ان کے والدین ان کے لیے

بہترین کا انتخاب کر رہے ہیں۔ خاص طور پر لڑکیوں کو یہ سکھایا جائے کہ نئے رشتے میں کس طرح اپنی جگہ بنانی ہے اور ایک نئے خاندان کے ساتھ مطابقت کیسے پیدا کرنی ہے۔ انہیں یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ شادی کے بعد کچھ مشکلات اور اختلافات آ سکتے ہیں، لیکن صبر، حکمت، اور نرمی کے ذریعے ان کا حل ممکن ہے۔

شادی کے بعد پیش آنے والی مشکلات کا سوچ کر خواتین کا شادی سے گریزاں ہونا ایک اہم مسئلہ ہے، جو ان کی ذہنی اور جذباتی صحت پر بھی اثر ڈال سکتا ہے۔ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان ممکنہ مشکلات کے بارے میں اپنی بیٹیوں کو حقیقت پسندانہ انداز میں آگاہ کریں اور انہیں ان سے نمٹنے کے لیے عملی تربیت فراہم کریں۔ مثال کے طور پر، خواتین اکثر یہ سوچتی ہیں کہ انہیں نئے گھر کے افراد کے مزاج، عادات، اور توقعات سے مطابقت پیدا کرنا مشکل ہو سکتا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی بیٹیوں کو یہ سکھائیں کہ اختلافات کا سامنا کرتے وقت صبر، نرمی، اور حکمت کا مظاہرہ کریں اور مثبت رویے کے ذریعے تعلقات کو مضبوط بنائیں۔ اسی طرح، بیوی کے لیے گھریلو ذمہ داریوں اور ازدواجی تعلقات میں توازن قائم کرنا بھی ایک چیلنج ہو سکتا ہے۔ والدین کو اپنی بیٹیوں کو وقت کے مؤثر استعمال، گھریلو انتظامات، اور مالی معاملات کو بہتر انداز میں سنبھالنے کی تربیت دینی چاہیے۔

اس کے علاوہ، خواتین کے ذہن میں یہ خدشہ بھی ہو سکتا ہے کہ شادی کے بعد ان کی آزادی یا کیریئر متاثر ہو سکتا ہے۔ والدین کو یہ واضح کرنا چاہیے کہ ازدواجی زندگی کا مطلب ذاتی خواہشات کو مکمل طور پر قربان کرنا نہیں، بلکہ شوہر کے ساتھ مشاورت اور سمجھوتے کے ذریعے کیریئر اور ازدواجی زندگی میں توازن پیدا کرنا ممکن ہے۔ انہیں سکھایا جائے کہ شادی کے بعد اپنی رائے کو مضبوطی سے پیش کرنا اور اپنے شوہر کے ساتھ احترام اور محبت کے ساتھ بات چیت کرنا ان کے حقوق کا حصہ ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ والدین اپنی بیٹیوں کو یہ اعتماد دلائیں کہ وہ کسی بھی مشکل صورت حال کا سامنا کرنے کے قابل ہیں، اور ان کے پاس اپنے خاندان کی حمایت ہمیشہ موجود رہے گی۔ اس تربیت کے ذریعے، خواتین نہ صرف شادی کے بعد کی زندگی کے بارے میں مثبت رویہ اپنانے کے قابل ہوں گی بلکہ وہ اپنی ازدواجی زندگی کو خوشحال اور کامیاب بنانے میں بھی بہتر کردار ادا کر سکیں گی۔

خاندان کا کردار: محبت اور تعاون

خاندان کا مجموعی کردار شادی کے عمل میں محبت، تعاون، اور سپورٹ فراہم کرنا ہے۔ شادی کے بعد لڑکی کو نئے گھر میں ایڈجسٹ ہونے میں وقت درکار ہوتا ہے، اور خاندان کو اس کا احترام کرنا چاہیے۔ نئے تعلقات میں گرمجوشی اور محبت پیدا کرنے کے لیے دونوں خاندانوں کو تعاون اور نرمی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ شوہر کے خاندان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ لڑکی ایک نئے ماحول میں آئی ہے اور اسے ایڈجسٹ ہونے کے لیے وقت اور حمایت کی ضرورت ہوگی۔ اسی طرح لڑکی کے خاندان کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی بیٹی کو عملی مشورے اور اخلاقی حمایت فراہم کریں۔

رسم ورواج اور سادگی کی اہمیت

والدین اور خاندان کا ایک اور اہم فریضہ یہ ہے کہ وہ شادی کو آسان اور بابرکت بنانے کے لیے غیر ضروری رسم ورواج اور اخراجات سے گریز کریں۔ شادی کو ایک سادہ اور پر مسرت تقریب کے طور پر انجام دینا نہ صرف اسلامی اصولوں کے مطابق ہے بلکہ اس سے خاندانوں کے درمیان محبت اور ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔ بھاری جہیز، مہنگی تقریبات، اور دیگر مالی بوجھ والدین کے لیے مشکلات کا باعث بن سکتے ہیں، اور ان سے بچنا ضروری ہے تاکہ شادی کے اصل مقصد پر توجہ دی جاسکے۔

والدین اور خاندان کے درمیان ہم آہنگی

شادی کے بعد دونوں خاندانوں کو محبت اور ہم آہنگی کے ساتھ نئے رشتے کو مضبوط کرنا چاہیے۔ شوہر کے خاندان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ لڑکی صرف ایک بہو نہیں بلکہ ان کے خاندان کا ایک اہم رکن ہے۔ اس کے ساتھ محبت اور عزت کا برتاؤ نہ صرف خاندان کو مضبوط کرتا ہے بلکہ ازدواجی زندگی کو بھی خوشگوار بناتا ہے۔ دوسری جانب، لڑکی کے خاندان کو بھی اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنی بیٹی کی حوصلہ افزائی کریں کہ وہ نئے خاندان کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔

اسلامی تعلیمات والدین اور خاندانوں کو شادی کے معاملے میں ایک اہم اور مثبت کردار ادا کرنے کی تلقین کرتی ہیں۔ ان کا کام نہ صرف بچوں کے لیے مناسب شریک حیات کا انتخاب کرنا ہے بلکہ انہیں شادی کے بعد کی زندگی کے لیے عملی اور جذباتی طور پر تیار کرنا بھی ہے۔ والدین اور خاندانوں کو چاہیے کہ وہ محبت، حکمت، اور نرمی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیں، تاکہ شادی ایک بابرکت، خوشحال، اور مستحکم زندگی کا ذریعہ بنے۔ اس کے ساتھ ساتھ، بچوں کو بھی والدین کی رہنمائی اور تجربے کی قدر کرنی چاہیے اور ان کے مشوروں کو اپنی زندگی میں اہمیت دینی چاہیے۔ ان اصولوں پر عمل کر کے ہم نہ صرف انفرادی طور پر بلکہ اجتماعی طور پر ایک مضبوط اور خوشحال معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں۔

خلاصہ

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو شادی کو سکون، محبت، اور رحمت کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ خواتین میں شادی سے گریز کے رجحان کی مختلف وجوہات، جیسے معاشی مسائل، غیر مناسب رشتے، ماضی کی تلخیاں، اور سماجی دباؤ، کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حل کیا جاسکتا ہے۔ قرآن وحدیث کے مطابق، شادی ایک مقدس عبادت ہے جو روحانی سکون اور معاشرتی استحکام فراہم کرتی ہے۔ اسلام سادگی اور فضول خرچی سے اجتناب کی تلقین کرتا ہے، اس لیے شادی کے اخراجات کو آسان اور سادہ بنایا جانا چاہیے تاکہ مالی دباؤ کم ہو۔ رشتہ منتخب کرتے وقت دین داری اور کردار کو فوقیت دی جائے، جبکہ ماضی کی تلخیوں پر قابو پانے کے لیے صبر، دعا، اور اللہ پر بھروسے کا درس دیا گیا ہے۔ میڈیا کے اثرات سے

بچ کر رشتوں کو محبت، اعتماد، اور ذمہ داری کی بنیاد پر استوار کیا جائے۔ خاندانی توقعات اور رسم و رواج، جیسے جہیز، کو ترک کر کے شادی کو آسان بنایا جائے۔ والدین اور خاندان کا کردار بچوں کی تربیت، رہنمائی، اور شادی کو آسان اور برکت والا بنانے میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق، شادی کو سادگی، اعتدال، اور دین داری کی بنیاد پر استوار کرنے سے نہ صرف خواتین کے خدشات دور ہو سکتے ہیں بلکہ ایک مضبوط اور خوشحال معاشرہ بھی تشکیل دیا جا سکتا ہے۔

خلاصہ بحث

خواتین میں شادی سے گریز کے رجحانات کے پیچھے مختلف سماجی، معاشی، ثقافتی، اور نفسیاتی عوامل کارفرما ہیں، جو شادی کے عمل کو ان کے لیے پیچیدہ اور مشکل بنا دیتے ہیں۔ معاشرتی دباؤ اور رسومات، جیسے مہنگی شادی کی تقریبات، جہیز کے تقاضے، طبقاتی فرق، اور عمر کی پابندیاں، خواتین اور ان کے والدین پر غیر ضروری بوجھ ڈالتی ہیں، جس کی وجہ سے وہ شادی کو مؤخر کرنے یا اس سے گریز کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ تعلیم اور پروفیشنل ترجیحات بھی ایک اہم وجہ ہیں، جہاں خواتین اعلیٰ تعلیم اور کیریئر کو زیادہ اہمیت دیتے ہوئے شادی کو ثانوی حیثیت دیتی ہیں۔ مہنگائی، بے روزگاری، اور مالیاتی عدم استحکام جیسی معاشی مشکلات بھی شادی کے اخراجات کو ناقابل برداشت بنا دیتی ہیں، جس کی وجہ سے شادی میں تاخیر یا گریز کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ ثقافتی اور طبقاتی فرق بھی خواتین کے فیصلے پر اثرانداز ہوتے ہیں، کیونکہ مختلف سماجی طبقات اور رسم و رواج کی پیچیدگی رشتے کے انتخاب کے مواقع کو محدود کر دیتی ہے۔

مزید برآں، میڈیا اور سوشل میڈیا پر دکھائے جانے والے خیالی اور مثالی شادیوں کے تصورات حقیقت سے دور ہوتے ہیں، جو خواتین میں غیر حقیقی توقعات پیدا کرتے ہیں اور شادی کو ایک مشکل کام بنا دیتے ہیں۔ ازدواجی زندگی کا خوف، جیسے گھریلو ذمہ داریوں، بچوں کی پرورش، اور شوہر کی توقعات، خواتین کو شادی کے بجائے آزاد زندگی کی طرف مائل کرتا ہے۔ نفسیاتی مسائل، جیسے ذہنی دباؤ، ڈپریشن، یا خود اعتمادی کی کمی بھی خواتین کو یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ وہ ازدواجی زندگی کے لیے موزوں نہیں ہیں، اور یوں وہ شادی کو مزید مشکلات کا ذریعہ سمجھتی ہیں۔ ماضی کے منفی تجربات، جیسے ناکام شادیوں یا خاندانی مسائل کا مشاہدہ، بھی خواتین کے دل و دماغ میں شادی کے خلاف منفی تصورات پیدا کرتے ہیں۔

تحقیق میں والدین اور مذہبی سکالرز کے انٹرویوز سے یہ بات سامنے آئی کہ والدین نے بیٹی کی تعلیم اور خود مختاری کو اہم قرار دیتے ہوئے اسے زندگی کے چیلنجز سے نمٹنے کا ذریعہ کہا، لیکن طبقاتی فرق، مثالی داماد کی تلاش، اور مہنگی رسومات کو شادی میں تاخیر کی اہم وجوہات قرار دیا۔ سکالرز نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں شادی کو آسان اور سادہ رکھنے پر زور دیا اور اس بات کی تاکید کی کہ فضول رسومات اور مالی بوجھ کو ختم کرنا ضروری ہے۔ خواتین کے ان رجحانات کے حل کے لیے معاشرتی اصلاحات اور شعور کی بیداری ضروری ہے۔ شادی کو سادگی اور اسلامی اصولوں کے مطابق انجام دینے کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ خواتین کے لیے شادی کو ایک آسان اور خوشگوار عمل بنایا جا سکے۔

خواتین میں شادی سے گریز کے رجحانات کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سمجھنا اور ان کے اسباب کا حل پیش کرنا ایک اہم موضوع ہے۔ اسلام نے شادی کو سکون، محبت، اور رحمت کا ذریعہ قرار دیا ہے اور اسے عبادت کے طور پر پیش کیا ہے۔ خواتین کے شادی سے گریز کے مختلف اسباب، جیسے معاشی مسائل، غیر مناسب رشتے، ماضی کی

تلخیاں، سماجی دباؤ، اور میڈیا کے منفی اثرات، معاشرتی اور انفرادی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات ان مسائل کا عملی حل فراہم کرتی ہیں اور زندگی کے ہر پہلو کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

اسلام نے شادی کو آسان بنانے کی تاکید کی ہے اور سادگی کو اس کا بنیادی اصول قرار دیا ہے۔ فضول خرچی، غیر ضروری رسومات، اور جہیز جیسے سماجی مسائل کو ترک کرنے کی تلقین کی گئی ہے، تاکہ شادی کا مالی بوجھ کم ہو اور یہ ہر فرد کے لیے ممکن ہو سکے۔ والدین اور خاندان کا کردار اس عمل میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو شادی کے لیے ذہنی، جذباتی، اور عملی طور پر تیار کریں، ان کی تربیت کریں، اور ان کے ساتھ مشاورت سے فیصلے کریں۔

اسلام میں رشتے کے انتخاب کے لیے دین داری اور کردار کو اہمیت دی گئی ہے۔ پیارے حضور ﷺ کی تعلیمات کے مطابق، بہترین رشتہ وہ ہے جو دین داری اور اخلاق پر مبنی ہو، نہ کہ صرف ظاہری خوبصورتی یا مال و دولت پر۔ والدین کو بھی چاہیے کہ وہ بچوں پر غیر ضروری توقعات کا بوجھ نہ ڈالیں اور ان کے فیصلوں میں نرمی اور محبت کا پہلو اختیار کریں۔

ماضی کی تلخ یادوں اور تجربات سے متاثر خواتین کے لیے قرآن اور حدیث میں صبر، دعا، اور اللہ پر توکل کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ تعلیمات انہیں زندگی کے نئے مواقع کو اپنانے اور ماضی کے زخموں سے نجات حاصل کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ، میڈیا کے غیر حقیقی خیالات اور سماجی دباؤ سے بچنے کے لیے اسلامی اخلاقیات اور حقیقت پسندانہ رویوں کو فروغ دینا ضروری ہے، تاکہ خواتین میں شادی کے بارے میں مثبت رجحانات پیدا ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات نہ صرف خواتین کے شادی سے گریز کے اسباب کو دور کرنے میں رہنمائی فراہم کرتی ہیں بلکہ معاشرتی اصلاح کے لیے ایک مضبوط بنیاد بھی فراہم کرتی ہیں۔ شادی کو سادگی، محبت، اور دین داری کی بنیاد پر استوار کرنا ایک خوشحال اور مضبوط معاشرے کی تعمیر کا ذریعہ ہے۔ والدین، خاندان، اور معاشرے کو اسلامی اصولوں کے مطابق کام کرتے ہوئے خواتین کے خدشات دور کرنے اور انہیں خوشگوار ازدواجی زندگی کے لیے تیار کرنے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

نتائج

1. نکاح اسلام میں سکون اور اطمینان کا ذریعہ ہے، موجودہ سماجی تناظر میں کئی اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے لیے خوف، تذبذب اور بے اختیاری کی علامت بن چکا ہے، جو فوری سماجی اور فکری اصلاحات کا تقاضا کرتا ہے۔
2. متعدد خواتین نے نکاح کو سماجی تحفظ کی بجائے ایک سماجی دباؤ، طبقاتی تفریق اور شخصی قربانی کے استعارے کے طور پر محسوس کیا، جو اسلامی تعلیمات کی روح سے انحراف کی عکاسی کرتا ہے۔
3. خواتین شادی کے بعد خود مختاری، تعلیمی تسلسل، اور پیشہ ورانہ ترقی کے امکانات میں کمی کو نکاح سے گریز کی ایک بنیادی داخلی وجہ قرار دیتی ہیں۔
4. خواتین نے مہنگائی، فضول رسومات، اور معاشرتی نمود و نمائش کو نکاح کے عمل کو غیر ضروری حد تک بوجھل بنانے والے بیرونی عناصر کے طور پر نمایاں کیا۔
5. خاندانی ماحول، خصوصاً رشتہ داروں کی ازدواجی ناکامیاں اور طلاق کے تجربات نے کئی خواتین کو نکاح سے متعلق خوف اور تذبذب کی طرف مائل کیا۔
6. تعلیم اور حیثیت کے عدم توازن کے باعث موزوں رشتوں کی کمی کو ایک مسلسل ذہنی دباؤ اور تاخیرِ نکاح کی بڑی وجہ کے طور پر بیان کیا گیا۔
7. میڈیا میں شادی کو منفی اور ناکام رشتے کے طور پر پیش کرنے کے رجحان نے خواتین کے ذہنوں میں نکاح کا منفی تصور پیدا کیا۔
8. تحقیق کے دوران یہ معلوم ہوا کہ کچھ خواتین نکاح کے موجودہ معاشرتی تصور کو مرد کی برتری اور عورت کی محض قربانی و فرماں برداری سے تشبیہ دیتی ہے، جس سے ازدواجی تعلقات میں توازن متاثر ہوتا ہے۔
9. عمر کی مخصوص شرائط، رشتے کے انکار پر کردار کشی اور والدین کی غیر لچکدار ترجیحات (ذات پات، مالی معیار) نے موزوں رشتوں کی تلاش کو مزید مشکل بنا دیا۔
10. اسلامی تعلیمات میں نکاح کو ایک مثبت اور روحانی ارادہ قرار دیا گیا ہے، لیکن معاشرتی رسومات اور دکھاوے نے اس کی اصل روح کو کمزور کر کے اسے بوجھل رسم بنا دیا ہے۔

سفارشات

- مغربی ازدواجی رجحانات، سنگل لائف اور کو-پیرنٹنگ کے اثرات پر اسلامی معاشرتی تناظر میں تنقیدی و تقابلی تحقیق کی ضرورت ہے۔
- شادی سے گریز کے رجحان میں تعلیم یافتہ مردوں کی نفسیاتی کیفیات، سماجی خدشات اور طبقاتی دباؤ جیسے عوامل پر جامع مطالعے کا فقدان ہے۔
- تعلیمی اداروں اور مساجد میں Pre-marital counseling پروگرامز شروع کیے جائیں، اور نصاب میں "اسلامی معاشرتی زندگی" اور "نکاح کی اخلاقیات" جیسے مضامین شامل کر کے نوجوانوں کو شادی کو دینی و سماجی فریضہ سمجھنے کے لیے تیار کیا جائے۔
- سادہ شادیوں کو فروغ دیا جائے، فضول رسومات اور جہیز کے خلاف قوانین پر سختی سے عملدرآمد یقینی بنایا جائے اور ان اقدامات کو مزید منظم اور مؤثر بنایا جائے۔
- میڈیا، جامعات، دینی مدارس اور خطباتِ جمعہ کے ذریعے نکاح کے صحیح اسلامی تصور کو اجاگر کیا جائے اور غیر شرعی رسومات کے خلاف معاشرتی شعور پیدا کیا جائے۔

آیات قرآنیہ

آیت قرآنی	سورت/آیت نمبر	مقالہ صفحہ نمبر
يَاأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا ---	البقرہ:168	130
هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ	البقرہ:187	127
وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ --	البقرہ:233	106
يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ و---	النساء:1	93
وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً	النساء:4	114
يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا---	النساء:19	122
وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللهِ عَلَيْكُمْ --	النساء:24	116
إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ ---	النساء:58	147
يَابَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا ---	الاعراف:31	138
هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا---	الاعراف:189	2
وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا ---	ھود:6	137
وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً---	الرعد:38	97
إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا	الاسراء:27	138
وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ---	الکھف:28	149
وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ ---	النور:31	131
وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ--	النور:32	165
وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ --	الفرقان:74	96
قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ---	القصص:27	97
وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا---	القصص:77	128
وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى--	الاحزاب:33	132

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا---	الحجرات:6	147
يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى---	الحجرات:13	126
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ	الذاريات:56	128
أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ ----	الطلاق:6	107
لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ---	الطلاق:7	106
فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (5) إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (6)	الشرح:5-6	137

احادیث

حدیث	کتاب	مقالہ صفحہ نمبر
"أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي"	صحيح مسلم	40
"أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ:----- وَالنِّكَاحُ"	جامع الترمذى	98
"إِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ ---"	جامع الترمذى	110
"إِذَا أَتَاكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ،---"	المعجم الأوسط	140
"إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مُؤْنَةً"	مرقاة المفاتيح	139
"إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ"	صحيح البخارى	129
"النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي"	سنن ابن ماجه	125
"الْمَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ"	مسند إسحاق بن راهويه	149
"تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا،----"	صحيح مسلم	140
"ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللهِ عَوْنُهُمْ: النَّاكِحُ الَّذِي يُرِيدُ الْعَفَافَ،---"	جامع الترمذى	138
"خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي"	جامع الترمذى	126
: "دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ رَجُلٌ ---"	مسند أحمد بن حنبل	103
"يَا عَلِيُّ، ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهُنَّ: الصَّلَاةُ إِذَا أَتَتْ---"	جامع الترمذى	110
"قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: لَا تُغَالُوا صَدَاقَ النِّسَاءِ---"	سنن ابن ماجه	139
"قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَا تُزَوِّجُوا النِّسَاءَ لِحُسْنِهِنَّ، -----"	سنن ابن ماجه	143
"لَا تُغَالُوا صَدَاقَ النِّسَاءِ، فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً---"	مرقاة المفاتيح	143
"لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، إِنَّمَا الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ"	صحيح مسلم	96
"مِسْكِينٌ مِسْكِينٌ مِسْكِينٌ، رَجُلٌ لَيْسَ لَهُ امْرَأَةٌ ---"	المعجم الأوسط	102
"مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الْإِيمَانِ،---"	المعجم الأوسط	100
"مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ---"	صحيح مسلم	99

اعلام

1.	ابن کثیر
2.	ابن ماجہ
3.	امام بخاری
4.	امام ترمذی
5.	امام محمد الشیبانی
6.	ام شریک
7.	خطیب تبریزی
8.	شاہ ولی اللہ
9.	طبرانی
10.	علامہ کاسانی
11.	ملا علی قاری

ضمیمہ جات

Annex-A

نام		تعلیم	
عمر		شہر مقام	
نمبر شمار	سوال		
.1	کیا کیریئر کی ترقی شادی سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے؟		
.2	کیا شادی سے وابستہ توقعات آپ کی ذاتی اقدار یا عقائد سے متصادم ہیں؟		
.3	کیا ذاتی آزادی اور خود مختاری کو برقرار رکھنا شادی سے گریز کا ایک اہم سبب ہے؟		
.4	کیا نفسیاتی خوف یا پریشانیاں شادی سے گریز کے فیصلے پر اثر انداز ہوتی ہیں؟		
.5	کیا آپ کو لگتا ہے کہ شادی کی ذمہ داریاں نبھانے کے لیے تیار نہ ہونا شادی سے گریز کی وجہ بن سکتا ہے؟		
.6	کیا مثالی ہمسفر کی تلاش میں ناکامی شادی سے گریز کی ایک وجہ ہو سکتی ہے؟		
.7	کیا طبّی وجوہات (مثلاً بانجھ پن، جینیاتی بیماریاں، نفسیاتی امراض وغیرہ) شادی سے گریز کا سبب بن سکتی ہیں؟		
.8	کیا شادی کے بعد ذاتی آزادی میں کمی کا خدشہ شادی سے گریز کی وجہ ہو سکتا ہے؟		
.9	کیا شادی کے بعد کیریئر کو جاری رکھنے میں مشکلات محسوس کرنے کا اندیشہ شادی سے گریز کا سبب بنتا ہے؟		
.10	کیا دوستوں اور رشتہ داروں کے مشورے شادی سے گریز کے فیصلے پر اثر انداز ہوتے ہیں؟		
.11	کیا ناکام شادیوں کے واقعات شادی سے گریز کی طرف مائل کرتے ہیں؟		
.12	کیا میڈیا یا فلموں میں شادی کے منفی پہلوؤں کا تاثر شادی سے گریز کے فیصلے پر اثر انداز ہوتا ہے؟		
.13	کیا معاشی مشکلات شادی سے گریز کی ایک وجہ ہو سکتی ہیں؟		
.14	کیا جہیز کے مطالبے کا رجحان شادی سے بیزاری کا سبب بنتا ہے؟		
.15	کیا طبقاتی تفاوت اور سماجی حیثیت کے مسائل شادی کے فیصلے میں رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں؟		

Annex-B

والدوالدہ کانام		بیٹی کی عمر	
بیٹی کی تعلیم		رہائش شہر	

نمبر شمار	سوال
1.	کیاآپ سمجھتے ہیں کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ بیٹی کے لیے مناسب رشتہ ڈھونڈنا مشکل ہوتا ہے؟
2.	کیاآپ کے نزدیک بیٹی کی تعلیم اور کیریئر کو شادی سے پہلے ترجیح دینی چاہیے؟
3.	کیامعاشرتی حیثیت یاطبقاتی فرق کی وجہ سے رشتہ ڈھونڈنے میں مشکلات پیش آتی ہیں؟
4.	کیامثالی داماد کی تلاش شادی میں تاخیر کا باعث بن سکتی ہے؟
5.	کیاشادی کی رسومات کی لاگت کو پورا کرناآپ کے لیے ایک بڑا چیلنج ہے؟
6.	کیاآپ بیٹی کی خود مختاری اور مالی استحکام کو شادی سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں؟
7.	کیاآپ سمجھتے ہیں کہ بیٹی کے لیے اپنے خوابوں اور اہداف کو حاصل کرنا شادی سے پہلے زیادہ اہم ہے؟
8.	کیاآپ کو لگتا ہے کہ شادی کے بعد بیٹی کے لیے ملازمت اور گھر کی ذمہ داریاں توازن میں رکھنا مشکل ہو سکتا ہے؟
9.	کیاآپ کے خیال میں بیٹی کی شادی میں تاخیر میں خاندان کے دیگر افراد کا اثر شامل ہوتا ہے؟

Annex-C

نام اسکالر		ادارہ جامعہ	
تخصص		شہر مقام	
نمبر شمار	سوالات		
1.	آپ کے نزدیک اسلام میں شادی کی کیا اہمیت ہے، اور اسلامی نقطہ نظر سے یہ زندگی کا ایک لازمی حصہ کیوں ہے؟		
2.	موجودہ دور میں جہیز کے مطالبات کو آپ کس حد تک اسلامی اصولوں کے خلاف سمجھتے ہیں، اور یہ اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کی شادی میں کس حد تک رکاوٹ پیدا کرتے ہیں؟		
3.	کیا آپ کے خیال میں موجودہ دور میں شادی کو غیر ضروری طور پر مشکل بنا دیا گیا ہے؟ اس رجحان کے پیچھے کیا عوامل کارفرما ہیں؟		
4.	کیا آپ کے خیال میں شادی کے بعد خواتین کا ملازمت اور گھریلو ذمہ داریوں کے درمیان توازن قائم کرنا ممکن ہے؟ اسلام اس معاملے میں کیا رہنمائی فراہم کرتا ہے؟		
5.	کیا آپ کے نزدیک اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کی شادی کے لیے طبقاتی فرق اور سماجی حیثیت ایک بڑی رکاوٹ ہے؟ اس مسئلے کو کیسے حل کیا جا سکتا ہے؟		
6.	آپ کے خیال میں میڈیا اور مغربی ثقافت اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے شادی کے رجحانات پر کس حد تک اثر انداز ہو رہے ہیں؟ اس کے تدارک کے لیے کیا حکمت عملی اختیار کی جا سکتی ہے؟		

مصادرومراجع

1. القرآن الكريم

عربی مصادر

2. ابن راهويه، إسحاق بن إبراهيم. مسند إسحاق بن راهويه. مكتبة الإيمان – المدينة المنورة، الطبعة الأولى، 1412 هـ – 1991 م.

3. ابن كثير، ابوالفداء اسماعيل بن عمر بن كثير. تفسير القرآن العظيم. دار طيبة للنشر والتوزيع، الطبعة: الثانية، 1420هـ – 1999 م.

4. ابن ماجه، محمد بن يزيد القزويني. سنن ابن ماجه. دار الرسالة العالمية، 1430 هـ – 2009 م.

5. البابرتي، محمد بن محمد بن محمود. العناية شرح الهداية. دار الفكر، بدون طبعة وبدون تاريخ.

6. البخاري، أبو عبدالله، محمد بن إسماعيل. الجامع الصحيح. دار طوق النجاة، الطبعة الأولى، 1422هـ.

7. التبريزي، حمد بن عبد الله الخطيب. مشكاة المصابيح. بيروت: المكتب الإسلامي، الطبعة الثالثة، 1985.

8. الترمذی، أبو عيسى محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى. الجامع الكبير (سنن الترمذی). دار الغرب الإسلامي، 1998 م.

9. رحمانی، خالد سيف الله. خواتين کے مالی حقوق. دفتر آل انڈيا مسلم پرسنل لا بورڈ، نئی دہلی.

10. الشاه ولي الله الدهلوي، أحمد بن عبد الرحيم بن الشهيد وجيه الدين. حجة الله البالغة. دار الجيل، بيروت، الطبعة الأولى، 1426 هـ – 2005 م.

11. الشيباني، أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل. مسند الإمام أحمد بن حنبل. مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى، 1421 هـ – 2001 م.

12. الطبراني، سليمان بن أحمد. المعجم الأوسط. دار الحرمين – القاهرة.

13. العينى، بدر الدين محمود بن أحمد. البناية شرح الهداية. دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، 1420 هـ – 2000 م.

14. القاري، علي بن محمد. مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح. دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى، 1422 هـ - 2002

15. القرطبي، ابو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر. الجامع لأحكام القرآن. دار الكتب المصرية، القاهرة، الطبعة الثانية، 1384هـ - 1964 م.

16. الكاساني، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود. بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع. دار الكتب العلمية، الطبعة الثانية، 1406هـ - 1986 م.

17. لجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخي. الفتاوى الهندية. دار الفكر، الطبعة الثانية، 1310 هـ.

18. المرغيناني، برهان الدين علي بن أبي بكر. الهداية في شرح بداية المبتدي. دار احياء التراث العربي، بيروت.

19. النسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب. المجتبى من السنن. مكتب المطبوعات الإسلامية، حلب، الطبعة الثانية، 1406 – 1986.

20. النيسابوري، مسلم بن الحجاج القشيري. المسند الصحيح المختصر. دار إحياء التراث العربي، بيروت.

21. الهيثمي، أبو الحسن نور الدين علي بن أبي بكر. مجمع الزوائد ومنبع الفوائد. مكتبة القدسي، القاهرة، 1414 هـ، 1994 م.

اردو مصادر

22.. پاکستانی معاشرے میں تاخیر سے شادیوں کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ. Al-Idah . 34, - 1 (Jul. 2017), .85 - 97 Dr. Farhadullah and Dr. Fazl E umar 2017

23. "شادی میں تاخیر کے پاکستانی معاشرت پر اثرات کا تجزیاتی مطالعہ: Analytical Study of Effects of Late Marriage on Pakistani Society." Khan, Muhammad Sagheer Al-Hameed Islamic Studies Research Journal 3, no. 2 .Bin Kabir .(2024)

24. خان، مفتی محمد التماس، عطاالله، اور عبدالله منصور۔ "شادی میں تاخیر کے پاکستانی خواتین پر ذہنی، جسمانی اور نفسیاتی اثرات اور نقصانات، قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا حل : Physical, Mental, and Psychological Effects and Disadvantages of Delayed Marriage on Pakistani Women, Their Solution in the Light of Quran and Sunnah."Journal of Semitic Religions 2, no. 2 (2023).

25. عثمانی، محمد تقی. آسان ترجمہ قرآن. مکتبہ معارف القرآن.

26. عثمانی، محمد شفیع. جواہر الفقہ. مکتبہ دارالعلوم کراچی.

انگریزی مصادر

27. Becker, Gary. A Treatise on the Family. Harvard University Press, 1981. 101–120.
28. Bongaarts, John. "Late Marriage and the HIV Epidemic in Sub-Saharan Africa." Population Studies 61 (2007): 73–83.
29. Buran, G., and BT Acar. "The Effect of Social Emotional Capacities of Infertile Individuals on Their Ability at Coping Strategy and Infertility Stress." TechRxiv Preprints, 2024, 23.
30. Caldwell, John C., P. H. Reddy, and Pat Caldwell. The Causes of Demographic Change: Experimental Research in South India. Social Demography Series, 1988. 56–70.
31. Chowdhury, F. I., and F. Trovato. "The Role and Status of Women and the Timing of Marriage in Five Asian Countries." Journal of Comparative Family Studies 25 (1994): 143–147.
32. Constitution of the Islamic Republic of Pakistan," Article 25A, The Pakistan Constitution, https://www.pakistani.org/pakistan/constitution/part2.ch1.html .
33. Fukuda, Shinpei. "The Changing Role of Women's Earnings in Marriage Formation in Japan." The ANNALS of the American Academy of Political and Social Science 646 (2013): 107–112.
34. Gibson-Davis, Christina M., Kathryn Edin, and Sara McLanahan. "High Hopes but Even Higher Expectations: The Retreat from Marriage among Low-Income Couples." Journal of Marriage and Family 67 (2005): 1301–1312.
35. Ji, Yingchun. "Between Tradition and Modernity: 'Leftover' Women in Shanghai." Journal of Marriage and Family 77 (2015): 1057–1060.
36. Jones, Gavin W. "Changing Marriage Patterns in Asia." Asia Research Institute Working Paper Series No. 131, National University of Singapore, 2010. 12–15.
37. Manning, Wendy D., Susan L. Brown, and Krista K. Payne. "Two Decades of Stability and Change in Age at First Union Formation." Journal of Marriage and Family 76 (2014): 249–253.
38. Muslim Family Laws Ordinance, 1961." Accessed August 22, 2024. https://lgkp.gov.pk/wp-content/uploads/2014/03/Muslim-Family-Laws-Ordinance-1961.pdf .

39. Qian, Zhenchao, and Daniel T. Lichter. "Out-of-Wedlock Childbearing, Marital Prospects, and Mate Selection." Social Forces 84 (2005).
40. Relationship Between Communication Patterns and Distress Tolerance: The Mediating Role of Family Emotional Atmosphere in a Sample of Married Women." Alzahra Journal, 2024, 10 .
41. Saleem, H., A. G. Chaudhry, A. Jabbar, and S. Mishal. "Late Marriages and Infertility: An Anthropological Analysis on Health." The Explorer Islamabad: Journal of Social Sciences 1 (2015).
42. Sharma, D. "Late Marriage among Muslim Women Increasing." The Milli Gazette, May 2004.
43. Strategies for the Behavior of Spouses with Different Family Life Experience in a Conflict Situation., 2024.
44. Stromquist, Nelly P. "Educating Women: The Political Economy of Patriarchal States." International Studies in Sociology of Education 1, no. 1-2 (1991).
45. The Economist. "Asian Demography: The Flight from Marriage." The Economist, August 20, 2011.
46. Wu, Q. "Exploring Postfeminist Humor as a Collective Form of Resistance to Antifeminism in China: A Textual Analysis of Online Feminist Discourse on Weibo." Biblio, 2024,